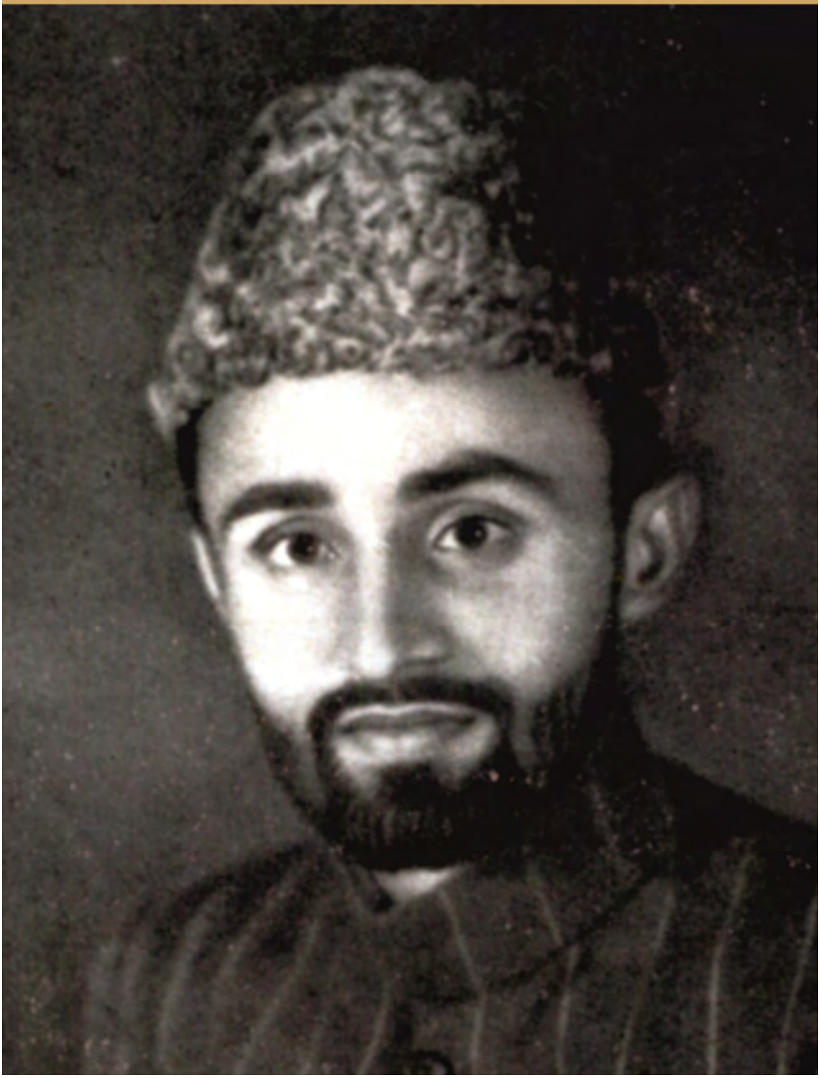


صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
قادیان

عبد الرشید آرکیٹیکٹ، لندن



حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کی ایک یادگار تصویر

ناظر اعلیٰ صاحب
قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Abdul Rashid
Dip.Arch,RIBA,Dip.TP
Chartered Architect And Town Planner

Res (44) 020 8648 3452
Mob (44) 075 2244 3905
Contact.arashid@googlemail.com

لنڈن
9.03.09

پیارے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے۔ کہ آپ خیریت سے ہونگے۔ اور دعا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل سے آپ کو صحت والی اور کام کرنے والی لمبی زندگی عطا فرمائے (آمین)

حضور خاکسار کو مکرم محترم عطاء المجیب راشد صاحب امام فضل مسجد لنڈن نے مشورہ دیا ہے۔ کہ کیونکہ خاکسار نے ایک لمبا عرصہ (21 سال) قادیان میں مکرم محترم میاں وسیم احمد صاحب مرحوم کے ساتھ کام کیا ہے۔ اس لئے خاکسار کو ان کی زندگی کے حالات ریکارڈ کروانے چاہئیں۔

ادب کے ساتھ حضور انور سے رہنمائی کی درخواست ہے۔

والسلام خاکسار
آپ کا ادنیٰ خادم
عبدالرشید آرکیٹیکٹ
9.03.09 لنڈن

QND-6679
10-03-09

کروا لیں
مرزا مسرور
10/3/09

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کا حقیقی ورثہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے جس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا

''حق اولاد در اولاد''

اس بارہ میں تذکرہ میں یوں درج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا گئے آپ کی وفات کے بعد والدہ مجھے بیت الدعا میں لے گئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں والی کاپی میرے سامنے دکھا دی اور کہا میں سمجھتی ہوں یہی تمہارا سب سے بڑا ورثہ ہے میں نے ان الہامات کو دیکھا تو ان میں ایک الہام آپ کی اولاد کے متعلق یہ درج تھا۔

''حق اولاد در اولاد''

''حق اولاد در اولاد'' کے معنی درحقیقت یہی تھے کہ وہ حق جو باہر سے تعلق رکھتا ہے یعنی زمین اور جائیدادوں وغیرہ میں حصّہ یہ کوئی زیادہ قیمتی نہیں زیادہ قیمتی یہ چیز ہے کہ میں نے تمہاری اولاد کے دماغوں میں وہ قابلیت رکھ دی ہے کہ جب بھی یہ اس قابلیت سے کام لیں گے دنیا کے لیڈر ہی بنیں گے ......اور یہ وہ ورثہ ہے جو ہم نے تمہاری اولاد کے دماغوں میں مستقل طور پر رکھ دیا ہے۔

(الفضل جلد 66 نمبر 242 مورخہ 22 اکتوبر 1955ء بحوالہ تذکرہ صفحہ 676)

حضرت مصلح موعود ؓ نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح اپنے بعض بچوں کے ختم قرآن پر آمین لکھی۔ اس کا ایک دعائیہ شعر اپنی اولاد کے بارہ میں لکھا۔

یہ قصرِ احمدی کے پاسباں ہوں

یہ ہر میداں کے یاربّ پہلواں ہوں

اس دُعا سے حضرت مرزا وسیم احمد صاحب نے وافر حصہ پایا۔ آپ نے قادیان میں رہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان اور خلیفۂ وقت کے نمائندہ ہونے کا بڑے احسن رنگ میں حق ادا کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ آپ زندہ بھی رہے تو خدا کے لئے اور آپ کی وفات بھی خدا کی راہ میں حالت درویشی اور عظیم مقاصد کی تکمیل کے سلسلہ میں خلیفۃ المسیح کی نمائندگی کرتے ہوئے ہوئی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی پیدائش

آپ کی پیدائش قادیان دارالمسیح میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پانچویں بیوی حضرت عزیزہ بیگم صاحبہ بنت حضرت سیٹھ ابو بکر یوسف صاحب آف جدّہ کے بطن سے یکم اگست 1927ء کو ہوئی۔

حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کا نکاح 1952ء میں امۃ القدوس بیگم صاحبہ سے ہوا۔ جیسا کہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ خود فرماتی ہیں۔

پارٹیشن کے بعد حضور کی منشاء کے مطابق آپ قادیان میں آئے اور پھر اکتوبر 1952ء میں پندرہ دن کے پرمٹ پر ربوہ آئے تو شادی ہوئی۔ حضرت سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی بیٹی ہیں حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 20/27 دسمبر 2007ء)

مکرم حاجی منظور صاحب درویش بتاتے ہیں کہ آپ کو حضرت میاں صاحب کے ساتھ کئی مرتبہ شکار پر جانے کا موقع ملا۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب جب باہر جاتے تو بہت ہنسی مذاق ہوتا اور خود کسی کو چھیڑ دیتے یا مذاق وغیرہ کرتے تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ بڑے ہیں تو ہمیں خاموش رہنا چاہیئے۔ چنانچہ سیر و شکار وغیرہ پر آپ ہمارے ساتھ بہت گھل مل جاتے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت میاں صاحب کے ساتھ ہم شکار پر گئے تو نہر سے آگے کھجالہ گاؤں کی طرف نکل گئے اور پھر میاں صاحب کو بھوک لگنے لگی۔ میاں صاحب نے ہمیں پیسے دے کر کچھ خشک چیز کھانے کے لئے لانے کو بھیجا۔ چنانچہ ہم کچھ چنے اور میٹھی پھلیاں وغیرہ خرید لائے۔ راستے میں مولیاں دیکھیں جو بے موسم کی تھیں تو کڑوی تھیں یعنی تیز ہوتی ہیں وہ بھی لے لیں۔ اب حضرت میاں صاحب کو

بھوک لگی تھی جب آپ نے جلدی سے اُٹھا کر ایک ٹکڑا مولی کا کاٹا تو منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا اس قدر تیز تھی۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسوں رواں ہو گئے۔ اس وقت بہت ہنسی مذاق ہوا۔

اسی طرح ایک اور مرتبہ شکار پر جانے کا موقعہ ملا جو کہ مرغابیوں کا شکار تھا اور اس کے لئے ہم ملاں وال گاؤں کی طرف کے دریا پر گئے۔ یہاں ہم سائیکلوں پر گئے اور دس بارہ مرغابیوں کا شکار کیا۔ وہاں میرے واقف کار تھے جو کہ سیالکوٹ سے آ کر بسے تھے۔ ان کا نام سَورن سنگھ اور سوداگر سنگھ تھا انکے گھر پر رات کو رہنے کا پروگرام بنا چونکہ میاں صاحب بھی اس علاقہ سے واقف تھے۔ اور مولوی عبدالرحمٰن جٹ صاحب ؓ اور چودھری محمد طفیل صاحب جو پٹواری تھے وہ بھی اس علاقہ کو جانتے تھے۔ چنانچہ ہم نے انکے کہنے پر ملاں والا کا چوراہا چھوڑا کہ آگے گاؤں ہے۔ جب ہم آگے چلے تو سارا جنگل سا علاقہ تھا۔ خدا کا شکر تھا کہ ہمارے پاس ٹارچیں تھیں۔ اس وقت حضرت میاں صاحب نے بتایا کہ یہاں پہلے مسلمان کاشت کرتے تھے لیکن تقسیم کے بعد وہ چلے گئے اور غیر مسلموں نے اس کے دوسری طرف کاشت کرنی شروع کی اور اس طرح یہ علاقہ جنگل کی صورت اختیار کر گیا۔ باتوں باتوں میں ہم لوگ گاؤں پہنچ گئے۔ وہاں حضرت میاں صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن جٹ صاحب ؓ کی بحث ہونے لگی کہ یہ کون سا گاؤں ہے۔ میاں صاحب کہنے لگے کہ باگڑیاں گاؤں ہے۔ اس پر حضرت میاں صاحب نے ایک طرفہ شرط رکھی کہ اگر ملاں وال نہ ہوا تو آج رات میں کھانا پکا کر سب کو کھلاؤں گا۔ مولوی عبدالرحمٰن جٹ صاحب ؓ کہنے لگے میاں ہار جاؤ گے۔ اتنے میں ایک آدمی وہاں سے گزرا تو اس نے بتایا کہ یہ ملاں وال ہے۔ تو سب حیران ہوئے کہ میاں صاحب کو اتنے اندھیرے میں اور جنگل میں کیسے معلوم ہوا کہ یہ یہی گاؤں ہے۔ تو میاں صاحب نے فرمایا کہ ہم جب چھوٹے ہوتے تھے تو ایک شہتوت کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس درخت پر سے چھلانگیں مارتے تھے۔ اس کے بعد ہم سورن سنگھ کے مکان پر پہنچے۔ وہاں ہم نے نماز ادا کی۔ اس کے بعد اس نے اپنے گھر کی عورتوں کو اُٹھایا۔ انہوں نے روٹی وغیرہ پکائی۔ اور چارپائیاں بچھا دیں ہم نے آدھی مرغابیاں ان کو دے دیں اور آدھی کا وہاں سالن پکا لیا۔ رات تقریباً بارہ بجے کھانا کھا کر فارغ ہوئے۔ اسوقت سورن سنگھ کا کوئی بچہ نہ تھا تو مولوی عبدالرحمٰن جٹ صاحب ؓ نے فرمایا کہ اس نے ہماری اتنی رات کو خدمت کی ہے اس لئے اس کا حق بنتا ہے کہ اس کے لئے دُعا کریں چنانچہ اس وقت رات کو ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی گئی اور اگلے سال ہی

وہ ایک خوبصورت سا بچہ لے کر اور بیوی کو ساتھ لے کر قادیان آیا اور حضرت امیر صاحب کی گود میں ڈال دیا کہ یہ ہے آپ کی دُعا کا نتیجہ۔ اور پھر بہت خوش ہوا۔ اور کہہ گیا کہ آئندہ جب بھی آپ آئیں تو ہم کو اطلاع دینا تا کہ ہم پہلے سے تیاریاں کر لیں۔

(بیان مکرم حاجی منظور احمد صاحب درویش) ہفت روزہ بدر جلسہ سالانہ نمبر دسمبر 2007ء)

کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت میاں وسیم احمد صاحب والی بال کے چوٹی کے کھلاڑی تھے اور دوسروں کو ٹریننگ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سہ روزہ کھیلوں کے اختتام پر برائے تقسیم انعامات حضرت میاں صاحب سردار انمولک سنگھ صاحب مجسٹریٹ کو ساتھ لائے تھے۔ جنہوں نے حضرت میاں صاحب کی معاونت سے انعامات دیئے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ابتدائی زمانۂ درویشی کی بات ہے کہ ہمارے چند درویش بھائی جن میں مولوی برکات احمد صاحب راجیکی، شیخ عبدالحمید صاحب عاجز، ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے، ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب اور فضل الٰہی خان صاحب وغیرہ شامل تھے قادیان سے گاڑی میں سوار ہو کر بٹالہ روانہ ہوئے ان کے ساتھ مقامی انچارج پولیس بطور اسکورٹ (Escort) کے تھا۔ انٹر کلاس کے ڈبّہ میں اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور جماعت کے متعلق تبلیغی باتیں ہو رہی تھیں۔ جب وہ بٹالہ اسٹیشن پر اترے تو ان کا ایک ہم سفر معزز سکھ آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ آپ لوگوں نے یہ تبلیغی باتیں یہیں کی ہیں۔ اگر لدھیانہ کی طرف آؤ تو ایک سیکنڈ میں تمہیں بہشت میں داخل کر دوں (اس کا مطلب یہ کہ گولی مار کر ہلاک کر دوں)۔ ہمارے دوستوں نے خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ سردار صاحب ہم پہلے ہی بہشت میں رہتے ہیں اور آپ کو ہمیں بہشت میں داخل کرنے کی تکلیف کی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر اس نے اپنا فقرہ دہرایا کہ میں ذمہ دار آدمی ہوں اور ذمہ داری سے بات کرتا ہوں کہ اگر تم لوگ لدھیانہ کی طرف آؤ تو میں ایک سیکنڈ میں تم کو بہشت میں داخل کر دوں۔ ہمارے احباب نے بھی اپنا جواب دہرایا۔ یہ بات اس وقت تو رفع دفع ہوگئی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے سلسلہ حقّہ کے نام لیواؤں کے لئے اس سکھ سردار کی اس تعلّی اور تکبّر کا انتقام لینے کا فیصلہ فرمایا اور وہ اس طرح کہ

لدھیانہ کے گورنمنٹ کالج کی طرف سے والی بال ٹورنامنٹ کا انتظام کیا گیا۔ منتظمین کو کسی نے بتایا کہ قادیان کے احمدی مسلمانوں کی والی بال کی ایک ٹیم ہے وہ اگر لدھیانہ میں آئے تو لوگوں کا اشتیاق اور دلچسپی بھی بڑھ جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے احمدیہ جماعت کے نام اپنا دعوت نامہ جاری کر دیا۔ درویشوں کی والی بال کی ٹیم معمولی قسم کی تھی۔ چند نوجوان صرف ورزش کی خاطر تھوڑا بہت کھیل لیا کرتے تھے۔ جب یہ دعوت نامہ موصول ہوا تو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب رحمہ اللہ اپنے والی بال کے کھلاڑیوں کو لے کر لدھیانہ پہنچ گئے۔ باوجود پریکٹس کی کمی کے درویش بھائیوں کی ٹیم بفضلہٖ تعالیٰ دو میچ جیت گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت شہرت و عزّت دی۔ میچ کے بعد ہمارے احباب دارالبیعت دیکھنے کے لئے گئے اور وہاں جا کر دعا کی اور نماز ادا کی۔ لدھیانہ کے لوگ ان احمدی مسلمانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ شخص جس نے ہمارے دوستوں کو بٹالہ میں چیلنج دیا تھا جو گورنمنٹ کالج لدھیانہ کا پروفیسر تھا وہ وہاں کہیں نظر نہ آیا۔ فسبحان اللہ اخزی الاعادی

(الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر 52-53)

حضرت ابراہیمؑ نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ایک عظیم قربانی کی خاطر چھوڑا بالکل اسی قربانی کی ایک جھلک حضرت مصلح موعودؓ کی اس قربانی میں بھی نظر آتی ہے۔ اور حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کو قادیان میں جہاں اس وقت بالکل وادی غیر ذی زرع سے مشابہ حالات تھے ایک اور عظیم قربانی کے لئے چھوڑا۔ اس وقت جب کہ قادیان سے لوگوں کو نکالا جا رہا تھا ممکن تھا کہ قادیان ہمارے ہاتھوں سے چلا جاتا ہر طرف موت کا بازار گرم تھا زندگی کی کوئی چنگاری تو درکنار دھواں بھی نہ نظر آتا تھا اس وقت اس ایمانی قربانی کو پیش کیا۔ اس مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں مختصراً ذکر کیا جا رہا ہے۔

زمانۂ درویشی کی قربانیاں، ملکی حالات، کھانے پینے کی تنگی، بیرونی انقطاع وغیرہ سے چند گھنٹوں کے بعد کی زندگی کی کوئی امید نہیں تھی۔ اس کے بعد ایک لمبے عرصہ تک درویشان کو ہمت دینے، ان کے مسائل حل کرنے، انہیں امیدیں واپس لوٹانے، ان کے لئے دُعائیں کرنے اور ان کی ہر ضروریات پوری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو توفیق دی اور تمام درویشوں کو اپنی اولاد کی دنیوی ترقیات اور بڑھتی نسل کو دیکھ کر خوشی کے مواقع پیدا ہوئے اور انہیں درویشوں کو اور ان کی نسلوں

میں بہترین حالات میں دیکھنے کا بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو اپنی زندگی میں توفیق بخشی۔

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب غریبوں کے ساتھ خاص طور پر ہمدردانہ رویہ رکھتے تھے۔

محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم حافظ عبدالعزیز صاحب درویش مرحوم بیان کرتی ہیں۔

میرے خاوند کی وفات کے وقت میری عُمر چھوٹی تھی اور بچے بھی بالکل ناسمجھ تھے اُس پریشانی کے وقت حضرت میاں صاحب نے ہمارا ہر طرح سے خیال رکھا۔ جب کبھی بھی بچے بیمار ہوئے تو حضرت میاں صاحب کے پاس ہی علاج کے لیے جاتے چاہے دن ہو یا رات آپ کا ہی دروازہ کھٹکھٹاتے اور آپ پوری توجہ اور شفقت سے بچوں کو دیکھتے اور دوائیاں دیتے۔ ایک دفعہ بچوں کی آنکھوں میں انفیکشن ہو گیا تو آپ نے بچوں کو گھر بُلوا کر اُن کی آنکھیں صاف کیں اور دوائی ڈالی اور مجھے بھی کئی دفعہ دوائیاں دیں۔ بچوں سے بہت محبت کرتے تھے اگر بچے گندے کپڑوں میں بھی ہوتے تو آپ پیار سے انہیں گلے لگاتے اور ہمیشہ میرے بچوں کو بڑے ہونے تک تاکید فرماتے رہے کہ اپنی ماں کا خاص خیال رکھا کرو اور جب کبھی میں بیمار ہوتی تو گھر پر حال پوچھنے آتے اور دوا دیتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ شِفا ہو جاتی۔ بہت زیادہ ہمدردی اور شفقت کا سلوک فرماتے ایک دفعہ میرا بڑا بیٹا اسکول میں بے ہوش ہو کر گر گیا تو آپ خاص طور سے اُسے اپنے ساتھ امرتسر لے کر گئے اور سارے ٹیسٹ کروائے اور پوری تسلّی ہونے کے بعد واپس لے کر آئے۔ اسی طرح جب ہم مسجد فضل میں شفٹ ہوئے تو صرف ایک چھوٹا سا ہال کمرہ تھا اُسی میں کھانا پکانا اور رہائش تھی۔ جب حضرت میاں صاحب نے آکر دیکھا تو اگلے ہی دن کچن بنانے کے لیے مستری بھجوائے اور ناظر صاحب تعمیرات سے کہا کہ کسی کے صبر کا اتنا امتحان نہ لیا کرو۔ غرض میاں صاحب کی ہم پر بہت زیادہ مہربانیاں اور شفقت کا سلوک رہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔ (النصرت 2009ء لجنہ اماء اللہ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے فرزند صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ایک بلند مرتبہ کے انسان تھے۔ پہلی دفعہ خاکسار کو ان سے 1966ء میں ملنے کا موقع ملا۔ جب خاکسار جلسہ سالانہ ربوہ کے بعد ایک دِن کے لئے قادیان آیا۔ ان کے ساتھ پہلی ملاقات ایسی تھی جیسے ہم ایک دوسرے کو مدّت سے جانتے ہیں۔

1985ء میں لندن سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاکسار کو قادیان کی Redevelopment کے لئے بھجوایا۔ خاکسار ہر سال کم از کم دو بار لندن سے قادیان آتا رہا۔ اس لمبے عرصہ میں محترم مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم کو نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ہر دفعہ جب بھی خاکسار لندن سے قادیان آتا، ابھی اپنا سامان مہمان خانہ میں رکھتا ہی تھا تو تھوڑی دیر کے بعد محترم مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم خاکسار سے ملنے کے لئے مہمان خانہ میں تشریف لے آتے۔ میری خیریت پوچھنے کے بعد ہمیشہ فرماتے کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو ضرور مجھے بتائیں اور staff کو بھی خاص ہدایت دے کر جاتے۔ میری ذاتی کوئی حیثیت تو نہیں تھی، صرف لندن سے جماعتی کاموں کے لئے قادیان میں حاضر ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے فرد کا اس طرح میرا خیال رکھنا اگرچہ میرے لئے باعث فخر تھا لیکن دل ہی دِل میں uneasy محسوس کرتا تھا۔ ان کی خدمات کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

جب بھی قادیان کا ذکر آتا ہے محترم مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم کی شکل سامنے آجاتی ہے آپ فرشتہ صفت اور بہت محنت کرنے والے انسان تھے۔ شدید گرمی میں کمرہ میں بغیر کولر اور اے۔ سی کے کام کرتے رہتے تھے۔ سردیوں میں کوئی Heater کا استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اگر زیادہ سردی ہو جاتی تو باہر ام طاہر کے مکان کے سامنے جو دالان ہے وہاں دھوپ میں میز رکھ کر کام کرتے رہتے۔ تقریباً 22 سال ان کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ وفات سے ایک ماہ قبل جب خاکسار قادیان سے واپس لندن آنے والا تھا۔ تو میاں صاحب کو ملنے کے لیے گیا وہ بخار کی حالت میں تھے۔ لیکن پھر بھی کام میں مصروف تھے۔ میں نے کہا میاں صاحب آپ کو تو بخار ہے آپ کو آرام کرنا چاہئے۔ کہنے لگے تو کام پھر کون کرے گا؟

جب میں پہلی بار کام کے سلسلہ میں قادیان گیا تو میاں صاحب نے میری رہائش کا انتظام اپنی رہائش کے نزدیک ایک کمرہ میں کیا اور میری دیکھ بھال کے لئے ایک ملازمہ کی ڈیوٹی لگا دی۔ جس نے بہت ہی اچھے انداز سے خاکسار کا خیال رکھا۔ کام ختم کرنے کے بعد لندن جانے سے پہلے خاکسار نے میاں صاحب سے اس ملازمہ کو کچھ رقم دینے کی اجازت چاہی تو میاں صاحب نے فرمایا۔ یہاں بہت سارے ملازم مہمانوں کی خدمت کے لئے مقرر ہیں۔ میں نے ایک مرکزی فنڈ ان ملازموں کے لئے رکھا ہوا ہے آپ جو بھی دینا چاہتے ہیں وہ رقم اس میں جمع کرا دیں۔ میں آخر میں یہ رقم سب میں برابر تقسیم کر دوں

گا۔ ملازموں کے ساتھ انصاف کا یہ طریق مجھے بہت پسند آیا۔ مہمان نوازی آپ کا ایک خاصہ تھا۔ جب کبھی آپ کسی مہمان کی گھر میں دعوت کرتے تو خاکسار کو بھی اس میں ہمیشہ ضرور شامل کرتے۔ محترم مرزا وسیم احمد صاحب کی وفات سے ایک ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جو پُر کرنا مشکل ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے قادیان میں بڑے مشکل اور خطرناک حالات میں درویشانہ زندگی گزارتے ہوئے درویشان قادیان کے ساتھ مل کر مرکز احمدیت قادیان کی اعلیٰ طریق سے حفاظت کا اہم فریضہ احسن طریق سے سرانجام دیا۔ دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ان کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

میاں صاحب کی خدمات لمبے عرصہ پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کی زندگی کے مختصر حالات اور احمدیت کے لئے بے مثال قربانیوں کا ذکر کسی حد تک محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ یہ کوشش کسی لحاظ سے مکمل نہیں۔ یہ کام بہت وسیع اور طویل ہے۔ جس حد تک ممکن ہو سکا ہے حالات کو محفوظ کر لیا گیا ہے۔ امید ہے آئیندہ ہندوستان سے کوئی اس کام کو اور بہتر رنگ کے طور پر پایہ تکمیل تک لے جائے گا۔

اس کتاب کی تیاری میں مکرم تسنیم احمد صاحب بٹ نے سارے مسودہ کو ٹائپ کیا۔ مولانا تنویر احمد خادم صاحب۔ مکرم وحید الدین شمس صاحب۔ مکرم احسن غوری صاحب مکرم وسیم احمد صاحب (ایم۔ٹی۔اے)۔ مکرم مرید احمد ڈار صاحب (ایم۔ٹی۔اے) اور مولوی مشتاق احمد خاں صاحب (جامعہ احمدیہ قادیان) نے بڑی محنت کے ساتھ محترم مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم کی تصاویر تلاش کر کے فراہم کیں۔ ان سب دوستوں کا تعلق قادیان سے ہے۔ میں ان سب کے تعاون کا بہت ممنون ہوں۔

عبدالرشید آرکیٹیکٹ

14 اگست 2015 ۔لندن

فہرست مضامین

انٹرویوایم ٹی اے قادیان

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور یکم اگست ۱۹۲۷ کو قادیان دارالامان میں حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ حرم حضرت سیدنا مصلح موعودؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔آپ کی ابتدائی تعلیم تعلیم الاسلام سکول اور مدرسہ احمدیہ قادیان میں ہوئی۔تقسیم ملک کے دوران آپ قادیان میں رہ کر حفاظت مرکز کے سلسلہ میں مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے جب قادیان کی احمدی آبادی کا قادیان سے انخلاء کا حتمی فیصلہ سیدنا مصلح موعودؓ نے فرمایا اور دور درویشی کا آغاز ہوا تو آپؓ نے ہدایت فرمائی کہ میری اولاد میں سے ایک بیٹا باری باری ہمیشہ قادیان میں مقیم رہے گا چنانچہ اس سلسلہ میں جب قرعہ اندازی کی گئی تو سب سے پہلا نام حضرت مرزا خلیل احمد صاحب کا نکلا جو نومبر ۱۹۴۷ سے لیکر مارچ ۱۹۴۸ تک قادیان میں رہے۔قرعہ اندازی کے مطابق دوسرا نام حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا تھا چنانچہ آپ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ جو کہ اس وقت حفاظت مرکز کے انچارج تھے انکے حکم پر نومبر ۱۹۴۷ میں قادیان سے لاہور تشریف لے گئے اور پانچ مارچ ۱۹۴۸ کو واپس قادیان تشریف لے آئے۔اپنی قادیان آمد اور قادیان میں مستقل قیام کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب خود فرماتے ہیں۔

اس وقت جب حضرت صاحب (حضرت مصلح موعودؓ) لاہور تشریف لے گئے تو وہاں سے جا کر حضرت صاحب نے اور بھی ہدایات بھجوائیں جو جماعتی طور پر آتی تھیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ کا گھر وہ جو ہال تھے بڑے بڑے کمرے تھے میں دفتر تھا ان میں بعض کمروں میں مستقل طور پر چوبیس گھنٹے ٹیلی فون کیلئے ڈیوٹی والا ہوتا تھا دفتر کو سنبھالنے والے بھی ہوتے تھے وہاں پر حضرت صاحب نے ایک خط اپنے بچوں کے لئے بھی بھجوایا وہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے ہم کو پڑھ کر سنایا اس میں یہ تھا کہ جماعتی ضروریات کے تحت یہ تقاضا تھا کہ میں باہر جاؤں اور میرا ساری دنیا سے رابطہ رہے قادیان میں ایسا ممکن نہیں تھا اس لئے میں لاہور آ گیا ہوں اور یہاں پر جماعتی کام کر رہا ہوں لیکن ایک انسانی فطرت کے تقاضے کے لحاظ سے میری خواہش ہوتی کہ میں وہاں خطرے کے وقت رہتا اور تم لوگوں کو اپنی اولاد کو خطرے کے وقت باہر بھجوا دیتا یہ فطرتاً میری خواہش ہوتی کہ بحیثیت باپ کے میں اپنی اولاد کو خطرے سے باہر بھجوا دیتا اور خود خطرے میں موجود رہتا لیکن جماعتی کاموں کی وجہ سے میں نے دوسرا

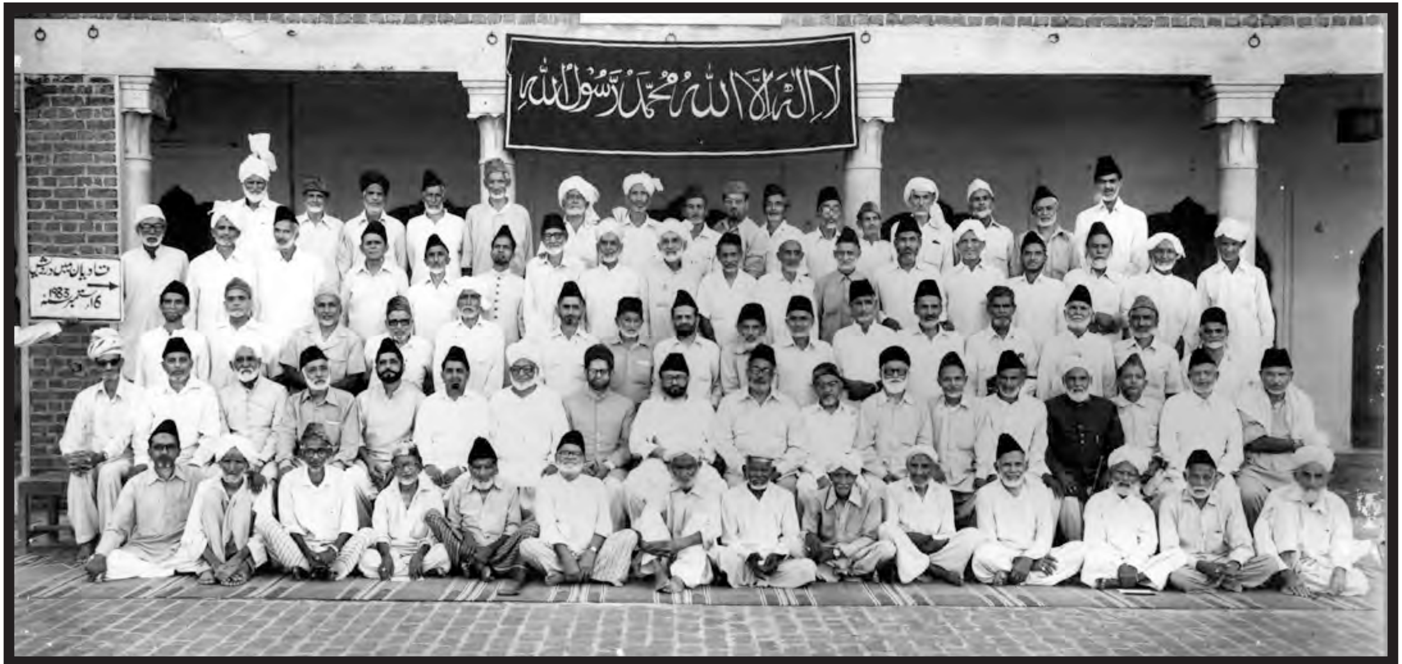
فیصلہ کرلیا اس لئے تم لوگ اب وہاں پر ہو تم نے جماعت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینی ہے۔اور چونکہ حضرت صاحب کو یہ بھی پتہ لگ گیا تھا کہ اب ہمیں چھوڑنا پڑے گا اسی لئے حضرت صاحب نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ خاندان میں اور جماعت میں یا PUBLIC میں کوئی اعلان ہوا تھا مجھے یاد نہیں لیکن اتنا اچھی طرح پتہ ہے کہ میرے بچوں میں سے ایک بچہ اور باقی حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی نرینہ اولاد میں سے اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی اولاد میں سے ایک بچہ قادیان میں ہمیشہ رہے گا۔اس کے لحاظ سے پھر قرعے ڈالے گئے تھے پہلے قرعے میں حضرت صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب مرحوم ہمارے بھائیوں میں سے اور صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بارایٹ لاء حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے بیٹے دوسرے خاندان سے ہیں ان کا قرعہ پڑا دوسرا قرعہ حضرت صاحب کے بچوں میں سے میرا پڑا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے بیٹوں میں حکیم عبدالوہاب صاحب عمر کا پڑا تو اور بھی پڑے تھے لیکن بہرحال یہ موقعہ پر آئے پھر دوسری بار موقعہ نہیں ملا روکیں ایسی پڑ گئیں تو یہ حضرت صاحب کی اس وقت یہ خواہش تھی معین طور پر نام لیکر کہا ہو کہ ٹھہر و ایسا نہیں ہوا تھا قرعے پڑے تھے چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس وقت ان سارے حفاظتی مرکز کے انچارج حضرت صاحب نے بنائے ہوئے تھے اور قادیان کے اردگرد بھی جو بہت زیادہ احمدیوں پر دیہات میں حملہ کر کے قتل و غارت ہو رہی تھی ان سب کی حفاظت کی ذمہ داری بھی میاں ناصر احمد صاحب پر تھی تو وہ آپ کرتے تھے۔چونکہ میرا قرعہ پڑ چکا تھا انہوں نے مجھے حکم دیا میں خوشی سے نہیں آنا چاہتا تھا مجھے حکم دیا کہ چونکہ اگلی Turn تمہاری ہے اس لئے تم رتن باغ چلے جاؤ تو پھر انکے حکم پر میں یکم نومبر کو جو تھوڑے بہت ایک دو ٹرک آتے تھے اس میں مَیں چلا گیا تھا۔16 نومبر کو آخری قافلہ قادیان سے گیا اور پھر 5 مارچ 1948 کو۔اسکے بعد جنوری میں ایک قافلہ آیا یہاں پر ڈاکٹر بشیر صاحب وغیرہ آئے اور میجر محمود صاحب وغیرہ جو پہلے تھے وہ چلے گئے اس میں اور پھر مارچ میں جو دوسرا قافلہ آیا اس میں میرے ساتھ جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت منشی محمد الدین صاحب اور چوہدری عبدالکریم صاحب اور تیسرا قافلہ آیا 2 مئی کو، اس میں زیادہ تر صحابہ تھے حضرت صاحب نے یہاں کے نوجوانوں کی تربیت کے لئے بہت سارے صحابہ کو بھجوایا تو اسکے بعد میرا نام باہر جانے والوں میں تھا اور کسی اور کو آنا تھا تو میرا دل اللہ تعالیٰ نے ایسا یہاں لگا دیا کہ میری اتنی شدید خواہش تھی کہ میں اب قادیان سے واپس نہ جاؤں تو جب یہ اطلاع آئی کہ اگلا قافلہ آنے والا ہے

اوراس میں تمہیں آنا پڑے گااور کوئی اور نمائندہ جس کا قرعے میں نام ہے یہاں آئے گا تو چونکہ حضرت صاحب کی قصرِ خلافت کی چابیاں خاندان کی حفاظت کی وجہ سے میرے پاس تھیں تو میں نے وضو کیا جہاں تک مجھے یاد ہے ساڑھے نو دس بجے کا وقت ہوگا جائے نماز لیا اور میں قصرِ خلافت کے بڑے کمرے میں چلا گیا اور وہاں جا کر میں نے نفل شروع کئے چونکہ جیسا بتایا جاتا ہے کہ دعا قبول ہونی ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے سامان پیدا کرتا ہے تو مجھے اتنی الحاح کے ساتھ دعا کا موقعہ ملا کہ لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسکو قبول فرمالے گا اور میں نے خدا سے کہا خدایا میں نے نہیں جانا تُو اپنے فضل سے اسکے سامان کر دے چنانچہ پھر یہی ہوا کہ قادیان کے لوگوں نے حکومت کو کہا کہ یہ عجیب بات ہے انکے قافلے آتے ہیں وہاں جا کے وہاں کے وفادار بن جاتے ہیں یہاں آ کے یہاں کے وفادار بن جاتے ہیں یہ سلسلہ بند کیا جائے تب سے وہ سلسلہ بند ہو گیا۔''

جب قادیان سے آخری کانوائے 16 نومبر 1947 کو لاہور چلا گیا تو قادیان میں 313 افراد رہ گئے اس دوران قادیان اور ارد گرد کے حالات بہت کشیدہ تھے درویشان بھی محلہ احمدیہ میں محصور تھے غیر مسلم آبادی نے ان کا سوشل بائیکاٹ کیا ہوا تھا اور باہر سے کوئی کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر ضروریات کے سامان محلہ احمدیہ میں نہیں آسکتے تھے۔ ہمہ وقت جانی خطرات بھی لاحق تھے اور مسلسل ایک غیر یقینی کیفیت تھی۔ درویشوں کو قادیان سے زبردستی باہر نکالنے کی در پردہ سازشیں بھی کی جارہی تھیں ایک لمبے عرصہ تک قادیان سے باہر جانے کیلئے پولیس کی باقاعدہ مدد لینے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اس سوشل بائیکاٹ کی حالت کو دور کرنے کے لئے جو مختلف طریق اختیار کئے گئے ان میں سے ایک کھیلوں کے باہمی مقابلے بھی تھے۔ قادیان کے درویشوں کی والی بال کی ٹیم نے جس میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی ایک بہترین کھلاڑی تھے گردونواح کی ٹیموں سے مقابلہ جات شروع کئے اور باہمی انسیت کی فضاء قائم ہونی شروع ہوئی۔ اسی طرح علاج معالجہ کے ذریعہ خدمت خلق کا کام بھی شروع کیا گیا چنانچہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے حضورؓ کے ارشاد پر طبّ یونانی کی ایک ڈسپنسری کھلوائی اسی طرح تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے حکام سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا گیا جس میں محترم صاحبزادہ صاحب بنفس نفیس شریک ہوتے رہے اسی طرح پاکستان سے گرو گرنتھ صاحب کی بہت سی کاپیاں منگوا کر سکھ احباب کو پیش کی جاتی رہیں 1952 میں تقریباً ایک سال کیلئے محترم صاحبزادہ صاحب اعلیٰ

تعلیم کے لئےلکھنوٗیونیورسٹی تشریف لے گئے جہاں آپ نے فاضل فی التفسیر کی سند حاصل کی۔اسی دوران حضرت ام المؤمنینؓ کی وفات ہوئی اور حالات کی مجبوری کی وجہ سے آپ پاکستان تشریف نہ لے جاسکےاور یہ صدمہ بھی آپ کو ہندوستان میں تنہا ہی برداشت کرنا پڑا۔اکتوبر 1952 میں آپ شادی کی غرض سے 15 یوم کے لئے پاکستان تشریف لے گئے آپ کی شادی سیدہ امتہ القدوس بیگم صاحبہ مدظلہاعالی بنت ڈاکٹرحضرت میرمحمداسماعیل صاحبؓ سے مورخہ 16اکتوبر1952 کو ہوئی اسی اثناء میں آپ کو اچانک قادیان واپس آنا پڑا۔اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب خود فرماتے ہیں۔

’’جب میں گیا ہوں تو شادی کیلئے مجھے میرے خالو جان شیخ بشیر احمد صاحب وہ چونکہ High court کے اس وقت جج نہیں بنے تھے بلکہ Leading وکیل تھے یہاں پر آتے رہتے تھے ہندوستان میں روٹری کلب وغیرہ میں تو وہ جلسے پر آئے ہوئے تھے۔انہوں نے کہا کہ کہ تمہارے ابا نے فرمایا ہے کہ نکاح فارم پر کردو تو پھر نکاح فارم پر کردیا اس وقت یہ بھی پتہ لگا کہ ابا جان نے فرمایا ہے کہ حق مہر ایک ہزار روپے رکھ دینا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ہمارے خاندان کی روایت یہ ہے کہ ہم ایک ہزار روپیہ حق مہر رکھتے ہیں تو تم بھی ایک ہزار روپیہ ہی حق مہر رکھو پھر یہ ساتھ ہی فرمایا کہ ہم اسکے باوجود اپنی بیوی کو حق مہر سے بہت زیادہ دے دیتے ہیں لیکن چونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے خاندان میں بچوں نے سب نے اتنا رکھا ہے تم بھی یہی حق مہر لکھو۔چنانچہ نکاح ربوہ میں ہوا تو اس میں پھر جب میں شادی کیلئے گیا تو ابھی پاسپورٹ سسٹم نہیں جاری ہوا تھا پرمٹ سسٹم تھا تو 14 دن کا مجھے پرمٹ ملا جو 14اکتوبر سے 28اکتوبر تک تھا یکم نومبر سے پاسپورٹ سسٹم شروع ہوجانا تھا اسکی announcement ہو چکی تھی تو میں 14 اکتوبر کو گیا تو 16اکتوبر کو میری وہاں ربوہ میں شادی ہوئی قصرِ خلافت کے نچلے حصہ میں اور پھر اسکے بعد ابا جان نے ولیمے کے دن پوچھا تم نے کن دوستوں کو بلانا ہے۔تو پھر میں نے اپنے دوستوں کے نام لکھ دیئے باقی حضرت صاحبؓ نے اپنے تعلقات خاندانی تعلقات میں سے ولیمے میں بلایا۔وہاں پر ان دنوں پاکستان سے انڈیا آنے کیلئے ایک انکم ٹیکس Clearance دینی ہوتی تھی تو وہ اسکے لئے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے زمان شاہ صاحب ہوتے تھے مختار عام صدر انجمن احمدیہ کے انکی ڈیوٹی حضرت صاحبؓ نے لگائی تھی انکے ساتھ ہم کار پر شیخو پورہ جایا کرتے تھے وہاں دفتر ہوتا تھا دو چکر یا تین چکر



درویشان قادیان کی 1983ء میں لی گئی ایک یادگار تصویر

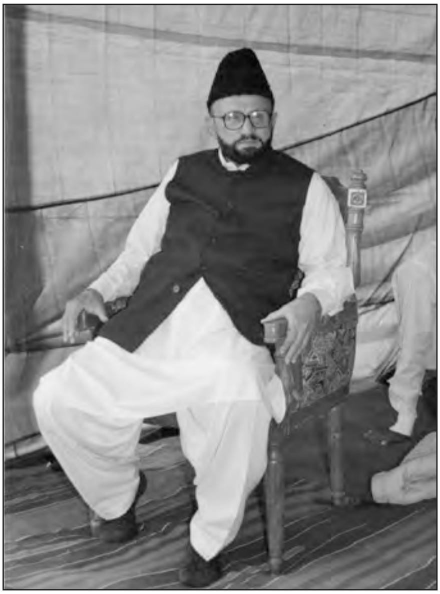
(نیچے بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں مکرمیان) قریشی فضل حق صاحب، عبدالحمید مومن صاحب، حافظ الہ دین صاحب، محمد الدین صاحب، فتح محمد گجراتی صاحب، عبداللہ نانبائی صاحب، شیخ محمد ابراہیم صاحب، عبدالواحد صاحب، مرزا عبداللطیف صاحب، فضل الرحمٰن صاحب، ابراہیم غالب صاحب، ملک بشیر احمد صاحب، حاجی خدابخش صاحب، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب

(کرسیوں پر بیٹھے ہوئے مکرمیان) چوہدری عبدالسلام صاحب، منظور احمد گھنوکے صاحب، قریشی محمد شفیع عابد صاحب، عبدالحق فضل صاحب، چودھری سکندر خان صاحب، محمد احمد صاحب، عبدالقادر دانش صاحب، محمد حفیظ بقاپوری صاحب، بدرالدین عامل صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، ملک صلاح الدین صاحب، شریف احمد امینی صاحب، چودھری عبدالقدیر صاحب، چودھری محمود احمد عارف صاحب، چودھری سعید احمد صاحب، محمد عبداللہ صاحب، ممتاز احمد ہاشمی صاحب، فضل الٰہی خان صاحب

(تیسری قطار میں کھڑے ہوئے مکرمیان) امیر احمد صاحب، طیب علی صاحب، یوسف احمد صاحب، مرزا اسحاق صاحب، بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں، محمد شریف گجراتی صاحب، احمد حسین صاحب، مرزا ظہیر الدین منور صاحب، ملک بشیر احمد ناصر صاحب، میاں عبدالعظیم صاحب، غلام قادر صاحب، چودھری ظہور احمد گجراتی صاحب، میاں محمد حسین صاحب، چودھری مبارک علی صاحب، حاجی افتخار احمد اشرف صاحب، عطاء اللہ خان صاحب،

(چوتھی قطار میں کھڑے ہوئے مکرمیان) نذیر احمد ننگلی صاحب، محمد اسماعیل ننگلی صاحب، خورشید احمد پربھاکر صاحب، دین محمد صاحب، شریف احمد شیخوپوری صاحب، فیض احمد صاحب، بشیر احمد ٹھیکیدار صاحب، خواجہ عبدالستار صاحب، محمد سلیمان صاحب، مرزا محمد زمان صاحب، بشیر احمد بانگروی صاحب، قاضی عبدالحمید صاحب، عمر علی صاحب، محمد دین بدر صاحب، قریشی سعید احمد صاحب، صوفی غلام احمد صاحب، محمد صادق ننگلی صاحب، محمد یوسف گجراتی صاحب

(آخری قطار میں مکرمیان) بشیر احمد مہار صاحب، بشیر احمد حافظ آبادی صاحب، عمر دین صاحب، محمد خضر باجوہ صاحب، محمد اسماعیل صاحب، نذیر احمد صاحب، عزیز احمد منصوری صاحب، مرزا محمد اقبال صاحب، محمد صادق عارف صاحب، غلام حسین صاحب، ولی محمد گجراتی صاحب، منظور احمد چیمہ صاحب، غلام نبی صاحب، محمد موسیٰ صاحب، شریف احمد ڈوگر صاحب، عبدالکریم صاحب





حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی یادگار تصاویر



ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی قادیان میں آمد پر

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ ایک بیرنگ کالج بٹالہ کے طلباء کے ساتھ ایک تاریخی تصویر



حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ درویشان قادیان بمقام مسجد اقصیٰ قادیان جنوری 1992ء



حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ درویشان قادیان بمقام گلشن احمد قادیان 16 دسمبر 2005ء

لگے وہاں کے مجھے یاد نہیں لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔اس وقت جو تیسرا سفر تھا شیخو پورہ سے واپس آرہے تھے دیر ہوگئی تو مجھے اچھی طرح یاد ہے ان دنوں میل تھا کلومیٹر نہیں تھا میل کا Board لگا ہوا پڑھا ربوہ 11 میل۔قریب میں آنے کے بعد چنیوٹ کے بعد ربوہ کا بھی لکھا اس وقت آجاتا تھا۔چنانچہ وہاں پر آگے light چلنی شروع ہوگئی۔مغرب کا وقت ہوگا مغرب اور عشاء کے درمیان تو ہمارے ڈرائیور نے دیکھا تو اس نے کہا کہ کوئی ہمیں اشارہ دے رہا ہے اپنی گاڑی آہستہ کردی تو اگلی گاڑی میں حضرت صاحب ؓ کے اپنے ڈرائیور قریشی نذیر احمد صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور اس میں میری والدہ اور میرا چھوٹا بھائی نعیم مرحوم بیٹھا ہوا تھا تو وہاں نذیر صاحب نے وہیں اُتر کے مجھے خط دیا کہ حضرت صاحب کا حکم ہے کہ جہاں ملے اسی وقت پڑھو اور اسکی تعمیل کروتو light نہیں تھی گاڑی کی light کے سامنے کھڑے ہو کے وہ خط پڑھا اس خط میں حضرت صاحب نے یہ لکھا ہوا تھا کہ میں یہ خط بھجوا رہا ہوں اسکو پڑھو اور اس پر عمل کرواور وہ یہ ہے کہ مجھے ایسے آثار نظر آرہے ہیں معلوم ہو رہا ہے خدشہ ہے کہ تمہارے ہندوستان واپس جانے میں روک پیدا ہوجائیگی اس لئے ایک تو یہ کہ اگر تمہیں chartered جہاز بھی کرنا پڑے۔تو وہ بھی کرواور انڈیا واپس پہنچو دوسری بات اس میں یہ لکھی ہوئی تھی کہ تمہارے نہ جانے سے مسیح موعودؑ کے خاندان کا کوئی فرد قادیان میں نہیں رہے گا اور اسکی وجہ سے لوگوں کے اندر ایک ایسا تاثر پیدا ہوجائے گا کہ گویا قادیان خالی ہوجائے گا کہ مسیح موعودؑ کے خاندان ہی نے نمونہ نہ پیش کیا قربانی نہ پیش کی تو لوگ کس طرح کریں گے تو اس لئے تم ہر صورت میں پہنچو چاہے chartered جہاز بھی کرنا پڑے۔تو اس وقت میری والدہ اس گاڑی میں سے اتریں اور اِس گاڑی میں آئیں اور نعیم مرحوم بھی آ گیا اور ہم پھر لاہور چلے گئے Walton Airport ہوتی تھی۔دو دن بعد ہمارے جہاز نے چلنا تھا پھر حضرت صاحب بھی ربوہ سے پہنچ گئے مجھے seeoff کرنے کے لئے اور پھر اسکے بعد جب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے اگلے سال جب میں آیا تو مجھے بتایا اگلی دفعہ کہ حضرت صاحب جب تک کہ تمہارا جہاز حضرت صاحب کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگیا حضور دُعا کرتے رہے۔‘‘

اگلے سال مارچ 1953 میں آپ پاسپورٹ اور ویزا کی کاروائی مکمل کروانے کے بعد پاکستان جا کر اپنی بیگم صاحبہ سیدہ امتہ القدوس صاحبہ مدظلہا عالی کو اپنے ساتھ قادیان لے آئے حضرت بیگم صاحبہ کے بیان کے مطابق خود حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں حضرت ام ناصرؓ کے مکان میں رہنے کی ہدایت فرمائی

جہاں حضرت مسیح موعودؑ کے کثرت سے قدم پڑے ہیں اور اسکے صحن میں حضورؑ نے درس بھی دیا ہوا ہے۔ حضرت بیگم صاحبہ کے آنے کے بعد بھی کچھ عرصہ کیلئے درویشان کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا دودھ اور دیگر اشیاء کا مہیا کرنا بند کر دیا گیا یہاں تک کہ جمعداروں کو بھی گھروں میں کام کرنے سے روکا گیا۔صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادوں کو واگذار کرنے کے لئے آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں اور اس سلسلہ میں آپ نے جماعتی وفد کے ساتھ 30 اپریل 1958 کو وزیر اعظم ہندوستان جناب پنڈت جواہر لعل نہرو سے ملاقات بھی کی جس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ 1963 میں آپ کی والدہ محترمہ حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کی وفات ہوئی اور آپ بمشکل انکی تدفین کے موقعہ پر ربوہ پہنچ سکے۔ 1965 کی پاک بھارت جنگ کے باعث ڈاک ٹیلی فون اور تار وغیرہ کے سب روابط منقطع ہو گئے اور قادیان کی جماعت کے پاس حضرت مصلح موعودؓ کی صحت کے بارہ میں اطلاعات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہا یہاں تک کہ آپ کو حضورؓ کی شدید علالت اور وفات کی اطلاع ملی اس موقعہ پر کئی ملکوں کی جماعتوں کو تاریں دی گئیں ۔لیکن صرف سری لنکا کی ہی جماعت سے اس خبر کی توثیق ہوسکی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم نے حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کی خبر ملنے کے بعد مسجد مبارک قادیان میں ایک تقریر فرمائی اور درویشان قادیان کو اس شدید صدمے کے وقت صبر اور دعاؤں کی تلقین کی۔ نیز فرمایا کی میری ہمیشہ یہ دعا اور تڑپ رہی کہ اے خدا جب بھی حضرت ابا جانؓ کا آخری وقت آئے تو میں انکے پاس موجود رہوں مگر ایسے حالات میں حضورؓ کی وفات ہوئی ہے کہ میرا جانا ممکن نہیں اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا کہ قادیان اور ہندوستان کے سارے احمدی افراد حضرت مصلح موعودؓ کے بچوں کی طرح ہی ہیں سب کو جدائی کا یکساں صدمہ پہنچا ہے تم بھی انکے ساتھ جدائی کا ویسا ہی صدمہ برداشت کرو جیسا وہ کر رہے ہیں اور تمہارا قادیان میں رہنا انکے لئے موجب ڈھارس اور تسلی ہوگا۔دسمبر 1971 کی پاک بھارت جنگ کے دوران حکومت کی جانب سے قادیان کے احمدیوں کو محلہ احمدیہ خالی کرنے کا حکم دیا گیا۔جس سے جماعت کے لئے انتہائی تشویشناک صورتحال پیدا ہوگئی اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے قادیان کے تمام احمدی احباب کو مسجد مبارک میں جمع کیا اور ایک پرسوز تقریر فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے ہم اسکو قطعاً نہیں چھوڑیں گے آج کی ایک رات ہمارے پاس ہے

اپنی دعاؤں کے ذریعہ عرش الٰہی کو ہلا دیں اگر حکومت کا ہمارے بارہ میں یہی قطعی فیصلہ ہے تو یاد رکھو کہ ایک بچہ بھی خود سے قادیان سے باہر نہ جائے گا ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن مقامات مقدسہ اور قادیان سے باہر نہیں نکلیں گے۔ نیز فرمایا کہ آپ یاد رکھیں کہ میں بھی یہاں سے خود باہر نہیں جاؤں گا اگر حکومت کے کارندے مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جائیں تو لے جائیں لیکن اپنے پیروں سے چل کر نہ جاؤں گا۔ آپ میں سے ہر درویش اور درویش کے بچے کی یہی پوزیشن ہونی چاہئے ہوسکتا ہے کہ وہ یہ بھی کہیں کہ ہم آپ کے میاں صاحب کو لے گئے ہیں اس لئے اب تم بھی چلو وہ مجھے لے جاتے ہیں تو لے جائیں آپ نہیں جائیں گے اور ہر فرد جماعت کے منہ سے بس یہی آواز نکلنی چاہئے کہ ہم قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ اس رات قادیان کے بچے بچے کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص نے اس رات خدا کو چھا مار رکھا تھا آخر ایسا کیوں نہ ہوتا ہمارا تو سوائے خدا کے اور کوئی تھا ہی نہیں جس کے آگے فریاد کرتے۔ مسجد مبارک کا گوشہ گوشہ مسجد اقصیٰ کا کونہ کونہ بہشتی مقبرہ کی قبر قبر مزار مبارک کا ہر ذرّہ بیت الدعا کی درو دیوار یں محلہ احمدیہ کے کوچے گلیاں گھروں کی دیواریں اس بات پر گواہ ہیں کہ درویشوں کے دلوں سے نکلی آہیں اور چیخیں آستانۂ الٰہی پر دستک دینے لگیں۔ انکی سجدہ گاہیں تر ہوگئیں۔ انکی جبینیں خدا کے آگے جھکیں رہیں۔ سینکڑوں ہاتھ خدا کے حضور اُٹھے رہے۔ انہوں نے رات اور دن اسی حالت میں گزار دیئے آخر خدا تعالیٰ نے انکی دعاؤں اور تضرعات کو سنا اور انہیں درجۂ قبولیت عطا کیا۔ چنانچہ جماعت کی دعاؤں اور کوششوں کے نتیجہ میں ڈی سی گورداسپور اور دیگر سول اور فوجی افسران نے قادیان آ کر خود احمدی محلہ کا تفصیلی معائنہ کیا اور مقامات مقدسہ کو دیکھا جس سے انکی تسلی ہوگئی اور انخلاء کا فیصلہ منسوخ کر دیا گیا۔ قادیان میں جتنا عرصہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ ؓ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی رہے اسی طرح جب ملک صلاح الدین صاحب کچھ عرصہ کیلئے امیر مقامی و ناظر اعلیٰ متعین ہوئے تو آپ کا نمونہ اطاعتِ امیر اور پابندیٔ نظام جماعت قابلِ تقلید تھا۔ 1977 میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ ؓ کی وفات کے بعد آپ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ناظر اعلیٰ و امیر مقامی مقرر فرمایا۔ آپ اپنی وفات کے وقت بھی اس جلیل القدر عہدہ پر فائز تھے۔ 1982 میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات ہوئی تو اس موقعہ پر بھی آپ ربوہ تشریف نہ لے جاسکے آپ کی صاحبزادی سیدہ امتہ

الرؤف بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ ابا کو خلافت سے بے انتہا عشق کی حد تک محبت تھی۔ حضور کی وفات کے اگلے روز آپ ایک خط لے کر امی کے پاس اور میرے پاس لائے کہ اسکو پڑھ لو اور اس پر دستخط کر دو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بیعت کرنے کے متعلق لکھا تھا کہ یہ میں ابھی بھجوا رہا ہوں میں نے کہا ابھی تو خلافت کا انتخاب بھی نہیں ہوا ہمیں پتا ہی نہیں کہ کون خلیفہ بنے گا تو کہنے لگے کہ میں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی خلافت کی بیعت کرنی ہے اللہ تعالیٰ جسکو بھی خلیفہ بنائے اس لئے میں ابھی یہ خط روانہ کر رہا ہوں تا کہ جس وقت خلافت کا انتخاب ہو میری بیعت کا خط وہاں پہنچا ہوا ہو۔ کچھ مخالفین کی طرف سے آپ کو بعض جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا گیا جن کا سلسلہ کئی سال تک جاری رہا لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو باعزت بریت عطاء فرمائی۔ یہ الٰہی تصرف اور حضرت میاں صاحب کا مشفقانہ سلوک ہی تھا کہ آپ کی وفات کے موقعہ پر انہیں مقدمہ کرنے والوں میں سے بعض افراد تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ 1989 میں جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشن تشکر کے موقعہ پر آپ کی قیادت میں ہندوستان کے طول و عرض میں تقریبات منعقد کی گئیں جن میں سے اکثر میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے ان تقریبات میں بہت سے معزز غیر مسلم احباب بھی شامل ہوتے رہے 1991 کے تاریخ ساز جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قادیان کا دورہ فرمایا اسکے جملہ انتظامات کی نگرانی حضرت صاحبزادہ صاحب نے بطریق احسن ادا کی۔ خلیفۃ المسیح کے اس بابرکت دورہ کے نتیجہ میں ہندوستان کی جملہ جماعتوں میں نمایاں بیداری پیدا ہوئی اور دعوت الی اللہ کے میدان میں ہندوستان کی جماعتوں نے بہت ترقی کی۔ سن 2003 جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے وصال کے موقعہ پر آپ کو لندن جانے اور خلافت خامسہ کے انتخاب میں شریک ہونے اور حضورؒ کی نماز جنازہ ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ سن 2005 میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے تو اس سلسلہ میں آپ کو جملہ انتظامات کی نگرانی اور حضور کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران آپ اپنی ناسازئ طبع کے باوجود حضور کے ساتھ تمام سفروں میں شریک رہے اس دوران حضرت صاحبزادہ صاحب کی خلافت سے محبت اور احترام کے بہت سے نظارے دیکھنے کو ملے اور اسی موقعہ پر وہ خوشی کی گھڑی بھی آئی کہ جب تقسیم ملک

کے اٹھاون سال کے بعد پہلی مرتبہ اہل قادیان نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عید الضحیٰ منائی۔آپ کی سیرت کے اوصاف میں اللہ تعالیٰ سے محبت اور توکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ سے عشق اور خلافت سے عقیدت اور اطاعت ہیں اسی طرح بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کا جذبہ آپ کا خاص وصف تھا۔آپ بے حد منکسر المزاج تھے اور ہر شخص سے خندہ پیشانی سے ملا کرتے۔ آپ صحابہ کرام حضرت مسیح موعودؑ کا خاص احترام فرماتے اور درویشان کرام سے آپ کو دلی محبت اور ایک خاص تعلق تھا اس کا اظہار آپ کے سلوک سے نمایاں ہوتا تھا۔آپ غرباء، بیواؤں اور یتیم بچوں کا خاص خیال فرماتے تھے۔مہمان نوازی آپ کا خاصہ تھا اگر کوئی رات گئے بھی ملنے آتا تو آپ خندہ پیشانی سے ملتے۔آپ کی بیگم سیدہ امتہ القدوس مدّظلہا العالی بیان فرماتی ہیں کہ عیدین کے موقعہ پر مجھے خاص طور پر بیواؤں سے ملنے اور تحفۂ عید پیش کرنے کو کہتے اسی طرح کوئی مرد یا عورت بیمار ہوتو یہ فوراً انکے گھر جا کر عیادت کرتے اور زیادہ SERIOUS ہو تو امرتسر بھجوانے اور اعلیٰ علاج کروانے کا انتظام کرواتے تھے۔اسی طرح مجھے نصیحت کی تھی کہ کوئی غریب آئے یا امیر آئے تم نے خیال رکھنا ہے گرمی ہے تو شربت بھیجو سردی ہے تو کچھ پکا کر بھیجو۔ایک واقعہ مجھے یاد ہے کہ ہم باہر گئے ہوئے تھے تین مہینوں کے بعد آئے تو کوئی ملنے آ گیا مجھے کہا کہ کچھ بھجوائیں میں نے کہا میں تو تین مہینہ کے بعد اتری ہوں کیا بھیجوں گھر میں تو کوئی چیز نہیں ہے تو مجھے کہنے لگے کہ تمہیں یہ بات نہیں کرنی چاہئے تم چیک کرتیں۔گھر میں کچھ چیز مل جاتی پھر میں نے الماری میں چیک کیا تو ایک بسکٹ کا ڈبہ مل گیا وہ میں نے بھجوا دیا۔

آپکے حسن سلوک کا دائرہ صرف احمدیوں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ معاشرہ کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے بہت سے غیر مسلم افراد سے آپ کے ذاتی تعلقات تھے وہ بھی آپ کے اعلیٰ اخلاق اور شخصیت کے گرویدہ تھے کوئی آپ سے ایک مرتبہ بھی ملتا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے ان سبھی دوستوں کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے آپ کی وفات پر بہت سے غیر مسلم احباب نے آکر آپ سے اپنے عقیدت بھرے تعلق کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت کا ایک خاص ملکہ عنایت فرمایا تھا جب آپ تقریر فرمایا کرتے تھے تو اپنے اور غیر سبھی مبہوت ہوکر پوری یکسوئی کے ساتھ آپ کی تقریر کو سماعت کرتے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان پر سالہا سال تقاریر فرماتے رہے آپ نے ہندوستان کے طول و

عرض میں پھیلی جماعتوں میں متعدد دورے کئے اور کئی دشوار گزار مقامات تک پہنچے اور اپنی وفات سے چند ماہ قبل بھی آپ نے اپنی ناسازئ طبع کے باوجود موسم سرما میں وادئ کشمیر کی متعدد جماعتوں کا دورہ کیا اور وہاں موسم کی شدت کی وجہ سے آپ علیل بھی ہو گئے تھے۔ ہندوستان کے علاوہ آپ نے کئی بیرونی ممالک مثلاً ماریشس انڈونیشیا، جرمنی وغیرہ ممالک کے جماعتی اور ذاتی سفر بھی اختیار کئے۔ ہندوستان کے ہر احمدی کو آپ کے ساتھ ایک ذاتی تعلق تھا آپ کا حافظہ غیر معمولی تھا اور جماعت کے بہت سے خاندانوں کے شجرہ اور حالات آپ کو ازبر تھے اور اکثر ملنے والوں کو جب آپ انکے خاندان کے پرانے حالات سناتے تو سننے والے حیران ہو جاتے کہ کس طرح سے صاحبزادہ صاحب کو اتنی پرانی باتیں اب تک یاد ہیں۔ آپ واقف زندگی تھے اور سلسلہ کی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔ آپ صدر انجمن احمدیہ میں ناظر دعوت وتبلیغ، ناظر تعلیم وتربیت، ناظر امور عامہ، نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت، صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت، صدر و ناظم انجمن وقفِ جدید، صدر وانجمن احمدیہ تحریک جدید، صدر قضاء بورڈ، صدر مجلس کارپرداز، صدر اصلاحی کمیٹی نیز صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان و ناظرِ اعلیٰ اور امیر جماعت احمدیہ قادیان اور ڈائریکٹر فضلِ عمر فاؤنڈیشن اور طاہر فاؤنڈیشن بھارت جیسے متعدد جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے اور اپنی خداداد ذہانت اور فراست اور اثابت رائے سے پیچیدہ مسائل کے بھی بہت سہل حل نکال لیتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت میاں صاحب کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ تم یہ خیال کبھی اپنے دل میں نہ لانا کہ تم ناظر ہو بلکہ ہمیشہ تمہارے دل میں یہ خیال رہے کہ تم حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے ہو اسی کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنا اور یہی اصل حیثیت اپنی سمجھنا اور اپنے آپ کو اسی حیثیت سے پیش کرنا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب اگرچہ جلسہ سالانہ قادیان سن 2006 کے بعد سے ہی مختلف عوارض سے علیل چلے آرہے تھے لیکن مورخہ 23 اپریل کو آپ زیادہ علیل ہو گئے مورخہ 25 اپریل کو محترم صاحبزادہ صاحب کو بوجہ علالت امرتسر ESCORT ہسپتال لے جایا گیا وہاں اچانک شام کو آپ پر شدید دل کا حملہ ہوا اور آپ کوما میں چلے گئے اور پانچ دن تک کوما ہی کی حالت میں رہنے کے بعد مورخہ 29 اپریل کو شام کے وقت نو بجکر بیس منٹ پر آپکی وفات ہوگئی اناللہ وانا الیہ راجعون۔

محترم صاحبزادہ صاحب کی شخصیت میں ایسا جذب تھا اور ایسی کشش تھی اور آپ محبت کا ایسا دریا تھے کہ قرب وجوار کے ہزاروں ہندو سکھ احباب کو آپ سے گہری محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ چنانچہ اسی تعلق

کی بنا پر بہت سے غیر مسلم احباب نے قرب وجوار سے دارالمسیح قادیان پہنچ کرمحترم صاحبزادہ صاحب کا آخری دیدار کیا اور جماعت سے اور خاندان کے افراد سے گہرے دکھ کے ساتھ تعزیت کی۔

محترم جناب پرتاب سنگھ باجوہ:۔

میاں صاحب جنکو کہ ہم پیار سے عزت سے ہمیشہ میاں صاحب کے نام سے پکارتے تھے میاں صاحب ہمارے پتا سمان تھے میرے جو والد صاحب ستنام سنگھ باجوہ صاحب تھے انکے ساتھ میاں صاحب کے بھائیوں جیسے تعلقات تھے اور ہمیں بہت عزت اور مان تھا ان پر ہمارے بہت گہرے سمبندھ تھے احمدیہ جماعت کے ساتھ جب ہندوستان آزاد ہوگیا اور ہم پاکستان سے اس خطہ میں آکر قادیان میں بیٹھے اس دن سے جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمارے بہت ہی گھریلو اور قریبی سمبندھ رہے ہیں۔ میاں صاحب کے چلے جانے کا ہمیں بہت گہرا صدمہ جماعت احمدیہ کو ہی نہیں سارے قادیان کو اور سارے area کو ہے کیونکہ میاں صاحب اپنے آپ میں ایک انسٹی ٹیوشن تھے ان کا پیار اور جس قابلیت سے انہوں نے جماعت کو لیڈرشپ دی اور بھی برادریوں کے ساتھ انہوں نے ایک پیار کا پیغام دیا اسکے ساتھ ایک بہت اچھا پیار کا رشتہ ساری communities کے ساتھ تھا۔ اور انکے جانے کا ہمیں بہت گہرا دکھ ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ خلاء جو ہے یہ جلدی میں پورا ہونے والا نہیں ہم کیونکہ انکے پریوار کے ممبر تھے میں آج انکے بیٹے اور انکی بیگم صاحبہ اور انکی بہنیں جو ہماری بھی بہنیں ہیں اور جماعت احمدیہ کے سبھی کارکنوں کے ساتھ میں اپنے گہرے دکھ کا اظہار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ہی دعا ہے کہ اپنے چرنوں میں انکو نِو اس بخشے اور سارے پریوار کو اپنی حفاظت میں رکھے یہ گہرا صدمہ جو ہے اسکا مقابلہ کرنے کی انکو توفیق ملے۔

DC گورداسپور:۔

دکھ کے ماحول میں یہاں پر میرا آنا ہوا ہے میاں صاحب کے ساتھ پچھلے دو سال سے لگا تار کسی نہ کسی کام کو لیکر کسی نہ کسی جلسے کو لیکے یا ویسے ہی پرسنل لیول پر کافی میرا ملنا رہا کافی اچھی اچھی چیزیں ان سے سیکھنے کو ملیں انکے وچاروں سے کافی changes میرے اندر بھی ضرور آئے ہونگے میں انکو اپنی طرف سے ہاتھ جوڑ کر شردھانجلی دیتا ہوں اور ساری فیملی کیلئے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس دکھ سے ابھر سکیں۔

Professor Darbari Ex Deputy Speaker:

وہ پنجاب کے روشن دماغ تھے چاہے ان کا احمدیہ Community سے تعلق تھا مگر سموچے ہندوستان کے لئے وہ ہمیشہ دعا کرتے تھے ان کے دماغ میں یہ بات صاف تھی کہ بھارت کے لوگ تبھی ترقی خوشحالی کے راستہ پر چل سکتے ہیں اگر وہ مذہب وملت سے اوپر اُٹھ کر سب کو ساتھ لے کر چلیں مجھے بہت افسوس ہے اور میں امرتسر سے خاص طور پر یہاں شریک ہوا ہوں ان سبھی دوستوں کو دیکھ کر میں ان کے پریوار کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنے کے لئے اور ذاتی طور پر ان شردھانجلی بھینٹ کرنے کے لئے آیا ہوں۔

Shri Tirlokchand advocate

میں ان کے پاس یہاں کئی دفعہ آیا ہوں وہ بھی غریب خانہ پر کئی دفعہ تشریف لائے ان سے تبادلہ خیالات بھی ہوتا تھا اور ہر دفعہ میں ان سے پہلے سے زیادہ متاثر ہوتا تھا ان کے جانے کے بعد میں محسوس کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ایک خلاء آ گیا اب ہم اور کچھ نہیں کہہ سکتے دعا کر سکتے ہیں کہ اسی طرح جماعت آگے بڑھتی رہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی یاد میں

سرزمینِ مہدیٔ دوراں میں اک مردِ خدا ۔۔۔ کیسے موسم میں ہمیں داغِ جدائی دے گیا
دو ہزار اور سات کا اپریل دن انتیسواں ۔۔۔ غم کا ایک کوہِ گراں جب ناگہاں ہم پر گرا
مصلحِ موعود کا لختِ جگر نورِ نظر ۔۔۔ چھوڑ کر دنیائے دوں کو عازمِ جنّت ہوا
سخت سے بھی سخت مشکل میں رہا سینہ سپر ۔۔۔ اسوۂ حسنہ سے ہم کو دے گیا درسِ وفا
قادیاں کی پاسبانی میں بھی وہ مردِ خدا ۔۔۔ سائباں بن کر رہا درویش بھائیوں پر سدا
قدرتِ ثانی کی طاعت اور تعاون ہر گھڑی ۔۔۔ اس کے اوصافِ حمیدہ میں نمایاں وصف تھا
جانے والا اے خدا پائے ترا قربِ خواص ۔۔۔ غم کے ماروں کو عطا ہو طاقتِ صبر و رضا

(چوہدری شبیر احمد، پاکستان)

خطبہ جمعہ

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 04رمئی 2007ء(04رہجرت 1386ہجری شمسی)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

گزشتہ جمعہ کو مَیں نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی شدید بیماری کے پیش نظر دعا کی درخواست کی تھی، اس کے بعد مجھے کئی مخلصین کے خط بھی آئے، بڑے درد کے ساتھ لوگوں نے دعائیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور دو دن بعد وہ اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

ان کی خدمات اور ان کی قربانیوں اور ان کی خوبیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کی گئی دعائیں یقیناً اللہ تعالیٰ کے حضور اگلے جہان میں ان کے درجات کی بلندی کا باعث بنیں گی۔ انشاء اللہ۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ ایسے بےنفس قربانی کرنے والے اور ہمہ وقت وقف کی روح سے کام کرنے والے، غریبوں کی مدد کرنے والے، ان کے کام آنے والے، جماعت کی غیرت رکھنے والے اور خلافت کے فدائی سے اللہ تعالیٰ پیار کا سلوک فرمائے گا انشاء اللہ۔ انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اب بھی لوگوں کے بے شمار تعزیت کے خطوط آ رہے ہیں، افسوس کے لئے لوگ مجھے ملنے بھی آئے، اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے۔ جو اس دنیا میں آیا اس نے اس دنیا سے جانا بھی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو ہمیشہ سے ہے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے اسی طرح چلتا رہے گا۔ لیکن خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی زندگیاں خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اس کے دین کی خدمت کرتے ہوئے

گزارتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا درد رکھتے ہیں اور اس کے لئے عملی نمونے بھی دکھاتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی یقیناً ایسے لوگوں میں سے ہی ایک تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

ان کی وفات پر جیسا کہ مَیں نے کہا لوگوں کے تعزیت کے خطوط بھی آرہے ہیں اور ان خطوط میں یہ اظہار بھی ہو رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل کی ایک نشانی جو دارالمسیح قادیان میں تھی، اَب نہیں رہی۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے بہت حد تک قادیان کے احمدیوں کے ساتھ خصوصاً اور جماعت ہندوستان کے افراد کے ساتھ عموماً ایسا تعلق رکھا ہوا تھا جس سے لوگوں کو بہت تسلّی ہوتی تھی اور آپ کی بات کا بہت پاس اور لحاظ رکھا کرتے تھے۔

ایک لمبا عرصہ ایسا بھی گزرا جس میں پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں کے تعلقات کی وجہ سے براہ راست مرکز سے یا اس جگہ سے جہاں خلیفۂ وقت کی موجودگی تھی، تعلق نہ رہا۔ ایسے دَور بھی آتے رہے جب آج کی طرح ذرائع مواصلات نہیں تھے اور جو تھے وہ منقطع ہو جاتے رہے لیکن درویشان نے جماعت اور خلافت سے محبت اور وفا کے غیر معمولی نمونے دکھائے اور اس بات پر ان کو تسلّی ہوتی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا ان کے درمیان موجود ہے اور اس بیٹے نے بھی خلافت سے محبت اور اطاعت نظام اور اطاعت امیر کے نمونے عملاً دکھا کر جماعت کے احباب کو ہر وقت یہ احساس دلایا اور یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کی کہ جماعت اور خلافت ہی سب کچھ ہیں جس سے جڑے رہ کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔

تقریباً 30 سال آپ نے حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ ؓ کی امارت کے دور میں نہایت عاجزی اور وفا کے ساتھ ایک عام کارکن کی حیثیت سے اپنے عہد وفا کو نبھایا اور پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو 1977ء میں ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی بنایا تو اس اہم ذمہ داری کو بھی خوب نبھایا۔ درویش بن کر گئے تھے تو درویشی میں زندگی گزاری، یہ خیال نہیں آیا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا ہوں، حالانکہ آپ کے مقام کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح

موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر آپ کو فرمایا تھا جبکہ آپ پاکستان اپنی شادی کے سلسلہ میں آئے ہوئے تھے اور شادی کو ابھی چند دن ہی ہوئے تھے، اپنی اہلیہ کو ساتھ لے جانے کے لئے ان کے کاغذات کی تیاری کروا رہے تھے، تو جیسا کہ اس زمانے میں عموماً ہوتا تھا۔ دونوں ملکوں کے تعلقات ذرا ذرا سی بات پر خراب ہو جایا کرتے تھے (اب کچھ عرصہ سے ہی نسبتاً کچھ بہتری آ رہی ہے۔ یہ کھچاوٹ تو ہمیشہ سے رہی ہے۔) تو ایسے ہی ایک موقع پر جب آپ وہیں تھے، شادی کو چند دن ہوئے تھے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ حالات میں کھچاوٹ پیدا ہو رہی ہے تو آپؓ نے میاں صاحب (اپنے بیٹے) کو کہا کہ بیوی کے کاغذات تو بنتے رہیں گے، اِن کو تم چھوڑ و اور فوری طور پر واپس چلے جاؤ کیونکہ اگر تم بھی یہاں رہے تو تمہارے نہ جانے سے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی فرد قادیان میں نہیں رہے گا۔ اس لئے فوری طور پر جہاز کی سیٹ بک کرواؤ (کیونکہ آپ اس وقت بائی روڈ بارڈر کراس کر کے نہیں آئے تھے بلکہ حالات ایسے تھے کہ جہاز سے آئے تھے) اور فوراً سیٹ بک کروا کے واپس چلے جاؤ اور اگر جہاز کی سیٹ نہیں بھی ہوتی تو چارٹر جہاز بھی کروانا پڑے تو کرواؤ اور فوراً چلے جاؤ۔ لیکن فوری جانا بہر حال ضروری ہے ورنہ لوگوں میں یہ تاثر پیدا ہو جائے گا کہ گویا قادیان خالی ہو گیا کیونکہ اگر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا نمونہ پیش نہ کیا اور قربانی نہ دی تو لوگ پھر کس طرح قربانی دیں گے۔ تقریباً انہی الفاظ میں مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے جب میں 2005ء میں قادیان گیا ہوں تو مجھے یہ سارا واقعہ سنایا تھا۔

تو وہ نوجوان جو 21 سال کی عمر میں دیارِ مسیح کی حفاظت کے لئے چھوڑا گیا تھا، جو دنیاوی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے قادیان کی موروثی جائیداد کا بھی مالک تھا، جس کا باپ خلیفۂ وقت تھا، جس نے اپنے بیٹے کو یہ باور کروایا تھا کہ تمہارا قادیان میں رہنا ہی درویشان قادیان کے حوصلے بلند کرنے کا باعث بنے گا اور تمہاری وہاں موجودگی ضروری ہے۔ ان سب باتوں نے میاں صاحب کو اطاعت امیر سے باہر رہنے کے خیال کو دل میں جگہ نہیں لینے دی۔ بلکہ یہ احساس اور شدت سے پیدا ہوا کہ میں نے اطاعت امیر کے بھی اعلیٰ نمونے دکھانے ہیں تا کہ ہر درویش مجھے دیکھتے

ہوئے پہلے سے بڑھ کر اطاعت امیر کے نمونے دکھائے۔ اور یہ یقیناً اُس اولوالعزم باپ کی نصیحتوں کا اثر تھا جو انہوں نے اپنے بچوں کو کی تھیں اور خاص طور پر شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے چھوڑے ہوئے اس درویش بچے کو کی تھیں۔ جس میں ایک انتہائی اہم نصیحت یہ بھی تھی کہ تم نے یہ خیال اپنے دل میں کبھی نہیں لانا کہ تم ناظر ہو، نوجوانی ہی میں آپ کو نظارت ملی تھی، بلکہ ہمیشہ تمہارے دل میں یہ خیال رہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہو اور اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنی ہے اور یہی اپنی اصل حیثیت سمجھنی ہے اور اپنے آپ کو اسی حیثیت سے پیش کرنا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہونے کے بعد کیا احساس ابھرنا چاہئے تھا؟ یقیناً یہی کہ تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں اور یقیناً یہ کہ جس مقصد کے دعوے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تھا اس کی تکمیل کرنی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور جماعت کا وقار قائم کرنا ہے اور قائم رکھنا ہے۔ پس یہ باتیں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے اپنے پلّے باندھیں اور عمل کیا اور نبھائیں اور خوب نبھائیں اور قادیان والوں، بھارت کی جماعتوں میں اس کو راسخ کرنے کی کوشش کی۔ پس ہر مخلص احمدی کو چاہے وہ قادیان کے رہنے والے ہیں، ہندوستان کی دوسری جماعتوں کے رہنے والے ہیں یا کہیں کے بھی رہنے والے ہیں اور ہر عہدیدار کو اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد کو ایسے نمونے قائم کرنے چاہئیں۔

آپ کی پیدائش کے بارے میں مختصراً بتا دوں کہ آپ حضرت عزیزہ بیگم صاحبہ جو حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب آف جدّہ کی صاحبزادی تھیں، ان کے بطن سے یکم اگست 1927ء کو پیدا ہوئے تھے۔ یہاں یہ بھی ذکر کر دوں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے شادی کا ارادہ نہیں تھا، بلکہ کہیں اور ہو گیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہی تھی کہ حضرت عزیزہ بیگم صاحبہ کی شادی حضرت مصلح موعودؓ سے ہو اور اس کے لئے حضرت اُمّ المومنینؓ کو بھی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی بعض ایسی خوابیں آئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بار بار ایسا اظہار ہوا جس کی وجہ سے یہ شادی ہوئی۔ اس کا

ذکر حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ نے جب حضرت مصلح موعودؓ کا نکاح پڑھایا، اس وقت کیا تھا۔
حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی پیدائش کے بارے میں حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ کا ایک رؤیا بھی ہے، وہ بیان کر دیتا ہوں۔ یہ مجھے میری خالہ صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ نے ایک خط میں لکھا۔ انہوں نے کوئی پرانا خط تلاش کیا تھا جو ان کی والدہ کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے لکھا تھا یعنی ان کی والدہ سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کو جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ نے لکھا کہ میرا خیال ہے کہ میاں وسیم احمد صاحب پر یہ رؤیا پوری ہوتی ہے۔ نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی بیٹی تھیں، انہوں نے اپنی بھاوج سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کو یہ خط لکھا تھا۔ لکھتی ہیں کہ حیرت ہے کہ ادھر آپ کے خط سے عزیزہ دلہن کے حمل کی خبر معلوم ہوئی اور مَیں اس شب کو خواب دیکھ چکی تھی کہ مَیں گویا بھائی صاحب یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خواب میں یہ خواب بتلا رہی ہوں (خواب میں یہ خواب بتا رہی ہیں) کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے ہاتھ پکڑ کر یہ بشارت دی ہے کہ اغلباً حفیظ اور تمہارے بھائی کے ہاں عزیزہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہوگا اور یہ بشارت سن کر بھائی صاحب بہت خوش ہوئے، خواب میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ مَیں نے یہی چاہا تھا کہ عزیزہ سے ہو۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک موقع پر آپ کے بارے میں فرمایا کہ مَیں نے اپنا ایک بیٹا اس وادی غیر ذی زرع میں بسا دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کام کی توفیق دے۔ اب بظاہر تو قادیان کا علاقہ آباد اور سرسبز تھا لیکن قادیان کے درویشوں کی زندگی ابتدا میں نہایت تنگی اور خوف کی حالت میں تھی۔ گو کہ مومن مشکلات میں خوف نہیں کھاتا لیکن اردگرد کی غیر مسلم آبادی نے جو صورتحال پیدا کی ہوئی تھی وہ بڑی فکرانگیز تھی۔ رہنے والوں کو بھی فکر تھی کہ جس مقصد کے لئے ہم یہاں چھوڑے گئے ہیں اس کا حق ادا کر سکیں گے یا نہیں اور دنیا کی جماعت کو بھی اور خلیفۂ وقت کو بھی یہ فکر تھی، جس کے لئے وہ دعائیں کرتے ہیں کہ کوئی خوف ان لوگوں کو جو عزم لے کے وہاں بیٹھے ہوئے تھے، اس عہد سے ہٹانے والا نہ ہو، اور وہ جو دیارِ مسیح میں شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے بھجوائے گئے ہیں اس کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ ان

دنوں میں حالات اتنے کشیدہ تھے کہ قادیان میں رہنے والوں کو حکومتی ادارے بھی ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھتے رہتے تھے اور پاکستان سے جو بعض ہندو سکھ وغیرہ ہندوستان آنے والے تھے، ان کی بھی دشمنی اس وجہ سے تھی کہ وہ پاکستان میں جو ظلم کا نشانہ بنے تھے یا جو بھی وجوہات تھیں، اس کی وجہ سے سخت مخالفت کی نظر سے ان لوگوں کو دیکھتے تھے اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ جب موقع ملے ان کو ختم کر دیں۔ ان حالات میں جبکہ باہر سے کھانے پینے کی اشیاء کی آمد بھی بند تھی۔ کچھ خوراک کا جو سٹاک رکھا ہوا تھا بس وہی استعمال ہوتا تھا۔ باقی کوئی آمد نہیں تھی۔ ماحول بھی انتہائی خوفناک تھا۔ قادیان کے ان درویشوں کے لئے جن کی تعداد چند سو تھی، یہ وقت واقعی وادی غیر ذی زرع کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم اور درویشوں کی کوششیں اور دعائیں اور خلیفۂ وقت کی دعائیں اور جماعت کی دعائیں اپنا اثر دکھانے لگیں اور ماحول سے تعلقات بھی پیدا ہونے شروع ہوئے، ان کے دل بھی نرم ہونے شروع ہوئے۔ اور پھر یہ لوگ، درویشان نسبتاً آزادی کا سانس لینے لگے۔ لیکن غربت اور مالی تنگی پھر بھی بڑے عرصہ تک قائم رہی۔ اس زمانے میں درویشان کے لئے جماعتی فنڈ سے بہت معمولی سا گزارہ الاؤنس مقرر تھا، اس میں مشکل سے کھانا پینا ہوتا ہوگا لیکن حضرت میاں صاحب کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت تھی کہ گزارہ تو اتنا ہی ملے گا لیکن اُس فنڈ سے نہیں ملے گا جو جماعت کا ہے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی ذاتی امانت میں سے اُن کو یہ دیا کرتے تھے۔

پھر آہستہ آہستہ حالات بہتر ہوئے تو ان لوگوں کی آمدنیاں بھی شروع ہوئیں، میاں صاحب کی آمد بھی زرعی زمین سے شروع ہوئی۔ بہر حال انتہائی تنگی اور ہر وقت دھڑکے کے دن تھے جو ان لوگوں نے، ابتدائی درویشوں نے گزارے اور یہ ان کی غیر معمولی قربانی ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ اس بات میں بھی اللہ تعالیٰ کی گہری حکمت تھی کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے درویشی اور قربانی کا اس شخص کو موقع دیا جس کا ننھیال عرب سے تعلق رکھتا تھا اور اس علاقے کے قریب تھا جہاں اسماعیلی قربانی کی مثال قائم کی گئی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ کا جو خواب مَیں نے ابھی سنایا ہے اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

الفاظ کہ مَیں نے یہی چاہا کہ عزیزہ سے ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود آنا اور بشارت دینا، یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ اس بیٹے سے اللہ تعالیٰ نے کوئی غیر معمولی کام لینا تھا اور وہ کام قربانی کا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی قبول فرمائے۔

اس قربانی کی حضرت مرزا وسیم احمد صاحب میں کتنی تڑپ تھی اس کا اندازہ اُن کی اس بات سے ہوتا ہے کہ مَیں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہیں رہنے دے۔ کیونکہ پہلے یہ اصول تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اولاد اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے افراد باری باری قادیان آ کر رہیں اور چند مہینے رہا کریں تا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی موجود رہے۔ لیکن پھر حالات ایسے ہوئے کہ یہ آنا جانا بند ہو گیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ جو پاکستان میں ہیں وہ پاکستان میں رہیں گے، جو قادیان میں رہ گئے وہ بس وہیں رہ سکتے ہیں اور مزید کوئی نہیں آئے گا۔

تو اپنی اس خواہش کا ذکر کرتے ہوئے میاں وسیم احمد صاحب نے ایک دفعہ بتایا کہ میری یہ دلی خواہش اور دعا تھی کہ مَیں قادیان میں ہی رہ کر خدمت بجالاؤں۔ چنانچہ اس کے لئے ایک دن مَیں نے اپنا جائے نماز لیا اور قصرِ خلافت قادیان کے بڑے کمرے میں چلا گیا اور وہاں جا کر مَیں نے نفل شروع کر دیئے اور جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ دعا قبول ہونی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے سامان پیدا کرتا ہے، مجھے اتنی الحاح کے ساتھ دعا کا موقع ملا کہ لگتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس کو قبول فرمالے گا اور مَیں نے دعا کی اور خدا تعالیٰ سے کہا کہ مَیں نے قادیان سے نہیں جانا تو کوئی ایسے سامان کر دے اور پھر کہتے ہیں کہ قادیان کے غیر مسلموں نے حکومت کو شکایت کی کہ یہ قافلے یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہاں آتے ہیں تو یہاں کے وفادار بن جاتے ہیں، اور پاکستان جاتے ہیں تو پاکستان کے یہ لوگ وفادار بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ یہی کہتے ہیں اس لئے اس سلسلے کو بند کیا جانا چاہئے۔ چنانچہ ان کی شکایت پر حکومت نے یہ پابندی لگا دی کہ کوئی آجا نہیں سکتا اور اس طرح میاں صاحب پھر مستقل قادیان کے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے وہاں رہنے کا انتظام کر دیا۔

اب کچھ اور قربانیوں کا ذکر ہے۔ وہاں کے حالات میں کس طرح رہے اور جب بھی موقعے آئے اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کو صبر اور حوصلے سے تکلیفیں برداشت کرنے کی توفیق دی۔ مثلاً 1952ء میں جب حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی تو حالات کی مجبوری کی وجہ سے آپ پاکستان نہیں جا سکتے تھے اور یہ صدمہ آپ نے ہندوستان میں تنہائی میں ہی برداشت کیا۔ میرا خیال ہے ان دنوں آپ تعلیم کے سلسلے میں لکھنؤ میں تھے۔ کچھ عرصہ کے لئے تفسیر کا علم حاصل کرنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو لکھنؤ بھجوایا تھا اور وہیں آپ نے حکمت بھی پڑھی تھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اس مجاہد درویش بیٹے سے ان کی قربانی کی وجہ سے بہت تعلق تھا اور یہ جو مَیں نے واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو، جب آپ شادی کی غرض سے پاکستان آئے ہوئے تھے، بعض وجوہات کی وجہ سے یہ کہا کہ فوری واپس چلے جاؤ، تو اُس وقت جب ان کو جہاز کی سیٹ مل گئی لیکن جہاز نے دو دن بعد روانہ ہونا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جب پتہ لگا تو آپ خود بھی لاہور تشریف لے آئے۔ یہ نہیں کہا کہ دو دن رہتے ہیں تو ربوہ آ جاؤ بلکہ میاں صاحب کو کہا وہیں ٹھہرو، مَیں آ رہا ہوں اور خود لاہور تشریف لائے، مختلف ہدایات اور نصائح فرمائیں، دعائیں دیں اور اپنے سامنے ان کو رخصت کیا۔ آپ یہ دعائیں کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خیریت سے قادیان پہنچائے اور ان کو موقع ملے کہ دیارِ مسیح کی حفاظت کی ذمہ داری کو نبھا سکیں۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے بعد میں میاں صاحب کو بتایا، میاں صاحب نے اس کا خود ہی ذکر کیا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب والٹن ائرپورٹ (اس زمانے میں لاہور میں والٹن ائرپورٹ ہوتا تھا) میں جہاز پر چڑھانے کے لئے آئے تو جب تک جہاز نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا مسلسل جہاز کو دیکھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ کے اس تعلق کو حضرت بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بیان کرتی ہیں کہ جب کاغذات مکمل ہو گئے اور شادی کے ایک سال کے بعد میں قادیان جانے لگی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص طور پر مجھے یہ ہدایت کی تھی کہ اُمّ ناصر کے مکان میں رہنا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کثرت سے قدم پڑے ہیں اور اس کے صحن میں حضور نے درس بھی دیا ہوا ہے (غالباً حضرت مصلح موعودؓ کا درس ہی مراد ہوگا، واضح نہیں ہے)



۲۰۰۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے ساتھ نور ہستپال کے افتتاح کے موقع پر



جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۶ء کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے



۱۹۹۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی قادیان آمد پر حضور کے ہمراہ



حضرت میاں صاحب ایک دعوت میں تشریف لاتے ہوئے



لکھبیر سنگھ لودھی ننگل ایم ایل اے کو اعزاز دیتے ہوئے



جلسہ سالانہ قادیان 2003ء کے موقعہ پر گولڈ میڈل حاصل کرنے والے طلباء کے ساتھ



حضرت صاحبزادہ صاحب کی دعوت ولیمہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ ایک یادگار تصویر



صاحبزادہ مرزا کلیم احمد صاحب شادی کر کے جب قادیان آئے اس موقعہ پر قادیان میں دارالمسیح کے گیٹ پر استقبال

حضرت میاں وسیم احمد صاحب کی خدمات صدر انجمن کی جائیدادوں کو واگزار کرانے کے لئے بھی بڑی نمایاں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کا ہونے کی وجہ سے، آپ کا پوتا ہونے کی وجہ سے، حکومت نے اس بات کو بھی کنسیڈر (Consider) کیا اور انجمن کی جائیداد واپس ملی ورنہ کئی بہانے ہو سکتے تھے۔ اِس کے لئے آپ نے بڑے بڑے افسران سے رابطے کئے، بلکہ اس زمانے میں وزیر اعظم ہندوستان جواہر لعل نہرو تک سے رابطے کئے اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا، اس کے مثبت نتائج نکلے۔

1963ء میں آپ کی والدہ محترمہ سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کی وفات ہوئی اور بڑی مشکل سے آپ کو پاکستان آنے کی اجازت ملی اور آپ تدفین کے وقت پہنچ سکے۔

پھر 1965ء میں پاکستان بھارت کی جو جنگ ہوئی اس میں رابطے بالکل ختم ہو گئے تھے، ڈاک اور ٹیلیفون وغیرہ کے انڈیا اور قادیان سے سب رابطے ختم تھے اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیماری کی اطلاع بھی ریڈیو پاکستان کی خبروں سے پتہ لگی تھی اور پھر وفات کی اطلاع بھی ریڈیو پاکستان سے ہوئی۔ پھر انہوں نے جماعت سے رابطے کئے اور پھر سری لنکا سے کنفرمیشن ہو گئی۔ تو بہر حال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت بھی یہ قادیان میں تھے۔

اس کے بارہ میں لکھنے والے لکھتے ہیں کہ جب حضرت مصلح موعود کی وفات ہوئی تو انہوں نے تمام درویشان کو مسجد مبارک قادیان میں اکٹھا کیا اور وہاں تقریر کی اور درویشان قادیان کو شدید صدمہ کے وقت صبر اور دعاؤں کی تلقین کی اور پھر فرمایا کہ میری ہمیشہ یہ دعا اور تڑپ رہی ہے کہ اے خدا جب بھی حضرت ابا جان یعنی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وقت آئے تو مَیں ان کے پاس موجود رہوں۔ مگر ایسے حالات میں حضور کی وفات ہوئی ہے کہ میرا جانا ممکن نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سمجھایا کہ قادیان اور ہندوستان کے سارے احمدی افراد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بچوں کی طرح ہی ہیں سب کو جدائی کا یکساں صدمہ پہنچا ہے تم بھی ان کے ساتھ جدائی کا ویسا ہی صدمہ برداشت کرو جیسا کہ وہ کر رہے ہیں اور تمہارا قادیان رہنا ان کے لئے موجب ڈھارس اور تسلی ہوگا۔

پھر 1971ء میں دونوں ملکوں کے حالات خراب ہوئے اور بعض افسران نے قادیان کی احمدی آبادی کو زبردستی قادیان سے نکالنے کی کوشش کی اور چھوٹے افسران نے حکم جاری کیا کہ یہ نکل جائیں اور بہانہ یہ کیا کہ ہم آپ کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں، قادیان میں رہ کر ہم حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لئے محلہ احمدیہ اور دارالمسیح سب چیزیں خالی کرو تا کہ ایک جگہ ہم تم لوگوں کو جمع کر دیں اور وہاں تمہاری حفاظت کر سکیں۔ اصل میں تو حفاظت مقصد نہیں تھا۔ میرا خیال ہے شک کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا، بلکہ خیال کیا، بڑا واضح ہے کہ ان لوگوں کو شک کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔ تو اس موقع پر بھی حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے قادیان کے تمام احمدی احباب کو مسجد مبارک میں جمع کیا اور ایک بڑی پر سوز تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے ہم اس کو قطعاً نہیں چھوڑیں گے۔ اُن کی نیت تو یہ تھی کہ اس طرح یہ خالی کریں گے اس کے بعد ہم جگہوں پر قبضہ کر لیں گے۔ اس تقریر میں آپ نے کہا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے اس کو ہم قطعاً نہیں چھوڑیں گے آج کی ایک رات ہمارے پاس ہے، اپنی دعاؤں کے ذریعہ عرش الٰہی کو ہلا دیں۔ اگر حکومت کا ہمارے بارے میں یہی قطعی فیصلہ ہے تو یاد رکھو ایک بچہ بھی خود سے قادیان سے باہر نہ جائے گا۔ ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن مقامات مقدسہ اور قادیان سے باہر نہیں نکلیں گے۔ نیز فرمایا کہ آپ یاد رکھیں کہ مَیں بھی یہاں سے خود باہر نہیں جاؤں گا اگر حکومت کے کارندے مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جائیں تو لے جائیں لیکن اپنے پیروں سے چل کر نہ جاؤں گا۔ آپ میں سے ہر درویش اور درویش کے بچے کی یہی پوزیشن ہونی چاہئے۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے لے جائیں اور یہ کہیں کہ ہم تمہارے میاں صاحب کو لے گئے ہیں اس لئے تم بھی چلو۔ وہ مجھے لے جاتے ہیں تو لے جائیں۔ آپ نہیں جائیں گے اور ہر فرد جماعت کے منہ سے بس یہی آواز نکلنی چاہئے کہ ہم قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ تو لکھنے والے کہتے ہیں کہ اس رات قادیان کے بچے بچے کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اس رات جس طرح خدا تعالیٰ سے آدمی لپٹ جاتا ہے، لپٹا ہوا تھا۔ مسجد مبارک کا گوشہ گوشہ اور مسجد اقصیٰ کا کونہ کونہ، بہشتی مقبرے میں ہر جگہ دعائیں ہو رہی تھیں اور کہتے ہیں ہر گھر کی دیواریں اس بات کی گواہ ہیں کہ درویشوں کے دلوں سے یہ نکلی ہوئی آہیں اور چیخیں آستانہ الٰہی پر دستک دینے لگیں۔ اُن کی سجدہ

گاہیں تر ہوگئیں، اُن کی جبینیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکی رہیں۔ سینکڑوں ہاتھ خدا تعالیٰ کے حضور اٹھے رہے اور رات اور دن انہوں نے اسی طرح گزار دیا اور آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دیا اور اگلے دن پھر کچھ وفود ملنے گئے، فوجی افسران خود قادیان آئے اور مقامات مقدسہ کا معائنہ کیا، احمدیہ محلہ کا معائنہ کیا اور پھر D.C صاحب وغیرہ کی سفارش پر یہ فیصلہ منسوخ ہوگیا۔

آپ کی دعاؤں کے بارے میں وہاں رہنے والے ہمارے ایک مبلغ نے مجھے لکھا کہ مجھے کچھ عرصہ دارالمسیح میں رہنے کا موقع ملا تو مَیں نے اکثر دیکھا کہ میاں وسیم احمد صاحب رات کو بیت الدعا میں یا اور جگہوں پر جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں کرتے رہے ہیں وہاں دعاؤں میں مشغول ہیں۔

1977ء میں جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ مقرر کیا۔ آپ نے اس لحاظ سے انتظامی خدمات بھی انجام دیں۔

1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ ربوہ نہیں جا سکتے تھے آپ کی دو بڑی بیٹیوں کی تو شادیاں ہو چکی تھیں۔ چھوٹی بیٹی اور بیٹا شاید آپ کے ساتھ تھے تو آپ کی بیٹی امتہ الرؤف کا بیان ہے کہ ابّا کو خلافت سے بے انتہا عشق تھا اور حضور کی وفات کے اگلے روز ایک خط لے کر امّی کے اور میرے پاس لائے کہ اس کو پڑھ لو اور اس پر دستخط کر دو۔ یعنی اپنی اہلیہ اور اپنی بیٹی کے پاس لائے کہ دستخط کر دو۔ اس میں بغیر نام کے خلیفۃ المسیح الرابع کی بیعت کرنے کے متعلق لکھا تھا۔ خلیفۃ المسیح الرابع لکھ کر بیعت تھی کہ یہ مَیں ابھی بھجوا رہا ہوں تو یہ بیٹی کہتی ہیں کہ مَیں نے اس پر کہا کہ ابّا ابھی تو خلافت کا انتخاب بھی نہیں ہوا، ہمیں پتہ نہیں کہ کون خلیفہ بنے گا۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ مَیں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کی بیعت کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو بھی خلیفہ بنائے اس کی مَیں نے بیعت کرنی ہے۔ اس لئے مَیں نے یہ خط لکھ دیا ہے اور مَیں اس کو روانہ کر رہا ہوں تا کہ خلافت کا انتخاب ہو تو میری بیعت کا خط وہاں پہنچ چکا ہو۔ تو یہ تھا خلافت سے عشق اور محبت اور اس کا عرفان۔ اللہ کرے ہر ایک کو حاصل ہو۔

مخالفین کی طرف سے آپ پر بعض جھوٹے مقدمے بھی بنائے گئے۔ بعض اپنوں نے بھی آپ کو بعض پریشانیوں میں مبتلا کیا لیکن بڑے حوصلے اور صبر سے آپ نے ہر چیز برداشت کی۔ بلکہ ان مخالفین میں سے سنا ہے، اب ان کی وفات پر تعزیت کے لئے بھی لوگ آئے ہوئے تھے۔

جشنِ تشکر کے وقت آپ نے سارے بھارت کا دورہ کیا، جماعتوں کو آرگنائز کیا، ان کو بتایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ہوا۔ اس وقت آپ نے ساری انتظامی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ پھر جب 2005ء میں میرا دورہ ہوا ہے اس وقت آپ کی طبیعت بھی کافی خراب تھی، کمزوری ہو جاتی تھی، بڑی شدید انفیکشن ہوگئی۔ جلسہ پہ پہلے اجلاس کی انہوں نے صدارت کرنی تھی اور بیمار تھے، بخار بھی تھا لیکن چونکہ میرے سے منظوری ہو چکی تھی، تو اتفاق سے جب مَیں نے گھر آ کے ایم ٹی اے دیکھا تو صدارت کر رہے تھے، مَیں نے پیغام بھجوایا کہ آپ بیمار ہیں چھوڑ کے آ جائیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے بخار ہے، مَیں بیمار ہوں، بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ سخت کمزوری کی حالت تھی لیکن اس لئے کہ اجلاس کی صدارت کے لئے میری خلیفہ وقت سے منظوری ہو چکی ہے، اس لئے کرنی ہے۔ خیر اس پیغام کے بعد وہ اٹھ کر آ گئے۔ اس حالت میں ہی نہیں تھے کہ بیٹھ سکتے۔ تو انتہائی وفا سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے والے تھے اور پھر مَیں نے دیکھا کہ جہاں ہماری رہائش تھی، وہاں گھر میں بعض چھوٹے چھوٹے کام ہونے والے تھے تو مستریوں کو لا کر کھڑے ہو کر اپنی نگرانی میں کام کرواتے تھے، حالانکہ اُس وقت ان کو کمزوری کافی تھی۔ خلافت سے عشق کی مَیں نے کچھ باتیں بتائی ہیں، کچھ آگے بتاؤں گا۔ پھر ان میں توکّل بڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے بڑا محبت کا تعلق تھا، توکّل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت عشق تھا اور وہی عشق آگے خلافت سے چل رہا تھا اور خلافت سے عقیدت اور اطاعت بہت زیادہ تھی۔ پھر لوگوں سے بے لوث محبت تھی۔ خدمت کا جذبہ تھا۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بے انتہا احترام کیا کرتے تھے، درویشان سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ بلکہ ایک دفعہ کسی نے درویشان کے متعلق بعض ایسے الفاظ کہے جو آپ کو پسند نہیں آئے تو اس پر آپ نے بڑی ناپسندیدگی کا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ حالانکہ طبیعت ان کی ایسی تھی کہ لگتا نہیں تھا کہ کبھی ناراضگی کا اظہار کر سکیں گے۔ لیکن درویشان کی غیرت ایسی تھی کہ اس کو برداشت نہیں کر سکے۔

مہمان نوازی آپ کا بڑا خاصہ تھا۔ رات کے وقت آپ کو کوئی ملنے آجاتا تو بڑی خوشی اور خندہ پیشانی سے ملتے۔ آپ کی بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ عیدین کے موقع پر مجھے خاص طور پر بیواؤں سے ملنے اور انہیں تحفہ پیش کرنے کے لئے بھجواتے تھے۔ اگر کوئی عورت، مرد بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت کے لئے جاتے اور اگر کوئی زیادہ بیمار ہوتا تو اس کو امرتسر ہسپتال بھجوانے کا انتظام کرتے تھے۔ انہوں نے درویشوں کو بالکل بچوں کی طرح پالا ہے۔ مہمان نوازی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ہم تین مہینے باہر رہ کر آئے اور گھر آئے ہیں تو کوئی مہمان آ گیا۔ تو انہوں نے کہا مہمان آیا ہے کچھ کھانے پینے کو بھجواؤ تو مَیں نے کہا ابھی تو ہم اترے ہیں۔ پتہ نہیں گھر میں کوئی چیز ہے بھی کہ نہیں، کیا بھیجوں؟ تو میاں صاحب نے کہا اس قسم کے جواب نہیں دینے چاہئیں۔ تلاش کرو، کچھ نہ کچھ مل جائے گا، خیر بسکٹوں کا ایک ڈبہ مل گیا۔، وہ بھجوایا۔ تو ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھنے والے تھے۔

غیروں سے تعلقات کے پہلے تو یہ حالات تھے پھر یہ تعلقات بھی اتنے وسیع ہوئے کہ ہر کوئی گرویدہ تھا۔ اب جب مَیں 2005ء میں دورے پر گیا ہوں، ہوشیار پور بھی ہم گئے ہیں۔ وہاں رہنے والی بعض اہم شخصیتوں نے آپ کی وجہ سے مجھے بھی اپنے گھروں میں بلوایا اور بڑا محبت کا اظہار کیا۔ سکھوں میں سے، ہندوؤں میں سے، جو بھی غیر ملتے تھے آپ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور آپ کے اخلاق کے معترف تھے۔ اب بھی آپ کی وفات پہ بہت سارے پڑھے لکھے سکھ، ہندو آئے۔ ممبر آف پارلیمنٹ، کاروباری لوگ، وکلاء، غریب آدمی، بلکہ ایک اسمبلی کے سابق سپیکر بھی آئے، سب کی آوازیں مَیں ویڈیو میں سن رہا تھا۔ انتہائی تعریف کر رہے تھے کہ ایسا شخص ہے جنہوں نے مذہب سے بالا ہو کر ہمارے سے تعلق رکھا اور ہمیں بھی یہی سکھایا کہ انسانیت کے ناطوں کو مضبوط کرنا چاہئے، انسانیت کے رشتوں کو مضبوط کرنا چاہئے۔ ہر ایک ان کا گرویدہ تھا۔ بے شمار چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں جو لوگوں نے مجھے تعزیت کے خطوط میں لکھے ہیں۔ مَیں ان کا ذکر کروں تو بہت لمبا قصہ ہو جائے گا۔

پھر حضرت میاں صاحب کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ بڑے نپے تلے انداز میں، بڑے سوچ سمجھ کے بات کیا کرتے تھے، کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو جماعتی روایات سے ہٹ کر ہو۔ کہیں کوئی ایسی

بات نہ ہوجائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو نہ سمجھتے ہوئے ہو، کہیں کوئی ایسی بات نہ ہوجائے جس سے بڑائی کی بُو آتی ہو، جس میں درویشانہ عاجزی کا فقدان ہو اور پھر اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو میری بات دور کردے۔

ایک دفعہ کینیڈا میں کسی نے آپ سے درویشوں کی قربانیوں اور حفاظت مرکز کے کام کو سراہتے ہوئے آپ کی بڑی تعریف کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو امر واقعہ یہ ہے کہ ہم درویشوں نے قادیان کی حفاظت نہیں کی بلکہ قادیان کے مقامات مقدسہ اور وہاں کی جانے والی دعاؤں نے نہ صرف قادیان کی بلکہ اس کے رہنے والوں کی بھی حفاظت کی ہے۔

تو یہ ہے ایک مومن کی سوچ اور ادراک کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے دعا کے مواقع مہیا فرمائے اور اپنے پیارے مسیح کی مقدس بستی کو ہر شر سے محض اپنے فضل سے بچایا۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے مقامات مقدسہ کے ساتھ ہماری بھی حفاظت فرمائی۔ کسی نے ایک تعزیت کا خط لکھا اس میں یہ فقرہ مجھے بڑا اچھا لگا، آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے مجاہدانہ شان سے درویشانہ زندگی گزاری اور حقیقت یہی ہے۔

پھر مالی تحریکات میں بھی حسب استطاعت خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ہر تحریک جو خلیفہ وقت کی طرف سے ہوتی تھی پہلے خود حصہ لیتے، پھر جماعت کو توجہ دلاتے تھے۔ ابھی وفات سے چند دن پہلے مجھے لکھا کہ مَیں نے خلافت جوبلی کے لئے ایک لاکھ روپے کا وعدہ کیا تھا اور میرے ذہن سے اتر گیا کہ اس کی ادائیگی کرنی ہے۔ بڑا معذرت خواہانہ خط تھا اور لکھا کہ الحمد للہ مجھے وقت پہ یاد آ گیا اور مَیں نے آج اس کی ادائیگی کردی ہے اور یہ بھی حساب وفات سے چند دن پہلے صاف کرکے گئے۔ وصیت کا حساب ساتھ ساتھ صاف ہوتا تھا۔ زندگی میں جائیداد کا حساب بھی اپنی زندگی میں صاف کردیا۔ اور 1/9 کی وصیت تھی۔ درویشوں کی خودداری کا واقعہ تو مَیں بیان کرچکا ہوں۔

خلافت سے تعلق کے بارہ میں دوبارہ بتاتا ہوں۔ کوئی حکم جاتا تھا، کوئی ہدایت جاتی تھی تو من وعن انہی الفاظ میں اس کی فوری تعمیل ہوتی تھی۔ یہ نہیں ہوتا تھا، جس طرح بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ اگر کوئی

فقرہ زیادہ واضح نہیں ہے تو اس کی توجیہات نکالنا شروع کر دیں گے۔ جس کے دو مطلب نکلتے ہوں تو اپنی مرضی کا مطلب نکال لیں۔ بلکہ فوری سمجھتے تھے کہ خلیفۂ وقت کا منشاء کیا ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا ہے باوجود بیماری کے خلیفۂ وقت کی طرف سے آمدہ ہدایت پر اگر ضرورت ہوتی تو خود جا کے تعمیل کرواتے۔ گزشتہ دنوں ڈیڑھ سال پہلے جو زلزلہ آیا، اس کی وجہ سے مسجد اقصیٰ کو بھی کافی نقصان پہنچا تھا۔ تو مسجد کی مرمتیں ہو رہی تھیں۔ یہاں سے انجینئر جاتے رہے ہیں۔ وہاں کی زمین کی ٹسٹنگ (Testing) کے لئے کہ مزید کیا جائزہ لینا ہے، کھدائی کر کے دیکھنی تھی۔ یہ کام میاں صاحب کے بغیر بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن خود وہاں موقع پر پہنچے اور اپنی نگرانی میں یہ کروایا اور جو انجینئر یہاں سے گئے، بڑا ہنس کے پھر ان انجینئر صاحب کو میرے متعلق کہا کہ انہیں یہ بتا دینا کہ مَیں وہاں موجود تھا۔ یہ بتا دینا کہ مجھ سے چلا نہیں جاتا تھا لیکن اس کے باوجود مَیں یہاں آ کے کھڑا ہو گیا۔ یہ نہیں کہ کوئی اظہار تھا کہ دیکھو مَیں بیماری کے باوجود یہاں آ گیا ہوں۔ احسان کے رنگ میں نہیں بلکہ اس لئے کہ خلیفۂ وقت کی دعائیں میرے ساتھ ہو جائیں گی ۔ تو یہ تھا ان کا خلافت سے تعلق۔

گزشتہ دنوں چند ماہ پہلے باوجود بیماری کے کشمیر کا بڑا تفصیلی دورہ کیا اور ہر جگہ خلافت سے تعلق کے بارے میں لوگوں کو تلقین کی۔

پھر یہ ہے کہ لوگ آپ کو دعا کے لئے جو خطوط لکھتے تھے، آپ کے نام سے خطوط لکھے جاتے تھے لیکن اگر یہ سمجھتے تھے کہ ایسے خطوط خلیفہ وقت کے پاس جانے چاہئیں تو یہاں بھجوا دیا کرتے تھے تاکہ ان لوگوں کے لئے دعا ہو جائے اور یہاں سے بھی جواب چلا جائے۔ مجھے انہوں نے لکھا کہ پچھلے دنوں میں بیماری کچھ زیادہ ہو گئی تھی صحیح کام نہیں ہو رہا اس لئے کچھ عرصہ کے لئے کسی کو مقرر کر دیں، ایک ذمہ داری سپرد کر دیں۔ اس پر مَیں نے ان کو لکھا تھا کہ کسی کے سپرد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض کام ہیں جس سے چاہے لے لیا کریں، ناظر اعلیٰ آپ ہی رہیں گے۔ اب میرا خیال ہے کہ اس کے بعد اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر بھی یہ کام کرتے رہے ہیں اور ایک معاملے کی رپورٹ ابھی چند دن پہلے مجھے ان کی وفات کے بعد آئی، اس پر ان کے دستخط تھے اور 25/اپریل کی تاریخ تھی۔ یعنی اس وقت بھی جس دن

یہ ہسپتال داخل ہوئے ہیں اور شدید انفیکشن تھی، بخار 05-104 تک پہنچا ہوا تھا۔ لیکن وہ ساری رپورٹ دیکھی اور اس پر دستخط کئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرزند اور آپؓ کی نشانی کے درجات بلند فرمائے جس نے اپنے درویشی کے عہد کو نبھایا اور خوب نبھایا۔ قدرتی طور پر ان کی وفات کے ساتھ مجھے فکرمندی بھی ہوئی کہ ایک کام کرنے والا بزرگ ہم سے جدا ہو گیا۔ وہ صرف میرے ماموں نہیں تھے بلکہ میرے دست راست تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطان نصیر بنایا ہوا تھا۔ تو فکرمندی تو بہرحال ہوئی لیکن پھر اللہ تعالیٰ کے سلوک اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو دیکھ کر تسلی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کی طرح اپنے فضل سے یہ خلا بھی پُر فرمائے گا اور انشاء اللہ پہلے سے بڑھ کر قربانی کرنے والے سلطان نصیر عطا فرمائے گا اور فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ درویشوں کی اولادوں کو اور قادیان کے رہنے والے ہر فرد کو ان قربانی کرنے والے درویشوں کی یادیں زندہ رکھنے کی توفیق دے اور اس وقت جو چند ایک درویشان ان کے پاس رہ گئے ہیں، ان کی خدمت کی بھی ان کو توفیق دے۔ قادیان میں رہنے والا ہر احمدی اس مقام کو سمجھے جو دیارِ مسیح میں رہنے والے کا ہونا چاہئے۔ جب بزرگ اٹھتے ہیں تو نئی نسل کی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں اور جو زندہ قومیں ہیں ان کی نئی نسلیں پھر ان کی ذمہ داریوں کو باحسن نبھانے کی کوشش بھی کرتی ہیں۔

پس مَیں امید رکھتا ہوں کہ قادیان کے رہنے والے سب واقفین زندگی اور عہدیداران پہلے سے بڑھ کر پیار محبت اور بھائی چارہ کا ایک دوسرے سے سلوک کریں گے اور یہ سلوک کرتے ہوئے نیکی اور تقویٰ میں ترقی کریں گے۔ قادیان کا رہنے والا ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اولاد ہونے کے ناطے اس کا حق ادا کرے گا اور جس طرح ہمارے یہ بزرگ اُن جگہوں پر سجدہ ریز ہوئے جہاں مسیح الزمان نے سجدے کئے اور اُن جگہوں کو اپنی دعاؤں سے پر کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے ان جگہوں میں جماعت کی ترقی کے وعدے فرمائے تو یہ لوگ (نئی نسل) جو وہاں رہنے والے ہیں یہ بھی ان جگہوں پہ جائیں گے اور پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں گے، دعائیں کریں گے اور اس

کا فضل حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور مجھے ان فکروں سے آزاد کریں گے کہ قادیان میں نیکی اور تقویٰ پر چلنے والے اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے والوں کی کمی ہو رہی ہے۔ بلکہ یہی خوشی کی خبریں پہنچیں گی کہ تقویٰ میں ترقی کرنے والے بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی توفیق دے۔

دنیا کی جماعتوں پر بھی قادیان کا حق ہے کہ اس بستی کے رہنے والوں کے لئے ہر احمدی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مسیح کی بستی کا حق ادا کرنے والے پیدا فرماتا رہے۔ حضرت میاں صاحب کی بیگم صاحبہ کیلئے بھی دعا کریں۔ وہ بھی بیمار رہتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہمت اور حوصلہ دے اور یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ یہ بھی بڑی بابرکت وجود ہیں۔ انہوں نے جماعت کی خواتین کو، عورتوں کو اکٹھا کرنے میں، Organize کرنے میں، ان سے ہمدردیاں کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے اور کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت سلامتی والی زندگی عطا فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی اپنے بزرگ والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ گو کہ ان میں سے کوئی بھی قادیان میں نہیں ہے۔ بچیاں شادی ہو کے پاکستان چلی گئیں، اب وہ پاکستانی شہریت رکھتی ہیں، بیٹا اُن کا امریکہ میں ہوتا ہے لیکن جہاں بھی ہیں اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں اور ان خصوصیات کے حامل بننے کی کوشش کریں جو ان کے باپ میں تھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ ثانیہ میں فرمایا: جیسا کہ مَیں نے کہا تھا بعض غیر بھی بلکہ بڑی کثرت سے غیر آ کے حضرت میاں صاحب کا افسوس کر رہے ہیں۔ تو قادیان کی انتظامیہ میرا یہ خطبہ سن رہی ہے، میری طرف سے ان سب کا شکریہ ادا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔

(نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی نماز جنازہ غائب پڑھائی)

(ہفت روزہ بدر قادیان، جلسہ سالانہ نمبر دسمبر 2007ء)

میری یادیں

(حضرت سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ مظلہا تعالیٰ)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ یعنی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور باقی رہنے والا ہے تیرا رب! جو جلال اور عزت والا ہے۔

لیکن جو اس دنیا میں رہ کر اپنی زندگی میں نمایاں قربانیاں کرے، جو دین اور دنیا کو فائدہ پہنچانے والی ہوں تو ایسی ہستیاں مرنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں اور اُن کی قربانیوں کو دیکھ کر اگلی نسل اُن کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد مرحوم و مغفور بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے آپ یکم اگست 1927ء کو پیدا ہوئے اور اپنی زندگی وقف کر کے قادیان میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق قربانیاں کرتے ہوئے 29/اپریل 2007ء کو اپنے پیارے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

16/اکتوبر 1952ء کو ان کی شادی خاکسار سے ہوئی۔ یہ رشتہ بھی عجیب طرح طے ہوا کہ ابّا جانؓ (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ) کی وفات سے چند ماہ قبل حضرت اماں جانؓ حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے رشتہ لیکر آئیں۔ ابا جانؓ نے سنکر صرف یہ کہا کہ میری بیٹیاں حضرت خلیفۃ المسیحؓ کے سپرد ہیں جو ان کا منشا ہو میں راضی ہوں اس پر پس اس طرح یہ رشتہ طے ہو گیا۔

پارٹیشن کے بعد حضور کی منشاء کے مطابق آپ قادیان میں آئے اور پھر اکتوبر 1952ء میں پندرہ دن کے پرمٹ پر ربوہ آئے تو شادی ہوئی شادی کے دس دن بعد میرے کچھ کاغذات شیخوپورہ سے حاصل کرنے تھے۔ جس کے لئے ہم شیخوپورہ گئے واپسی پر نصف رستہ میں حضور کی دوسری گاڑی ملی جس میں ان کی والدہ اور بھائی بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کا خط ان کو دیا۔ جس میں تحریر تھا کہ جہاں تمہیں یہ خط ملے واپس لاہور چلے جانا کیونکہ یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہیں یہاں روک لیا جائے گا اس لئے فوراً لاہور پہنچ کر جہاز کی سیٹ کراؤ اگر سیٹ نہ ملے تو چارٹر جہاز کرا کر بھی جانا پڑے تو چلے جانا کیونکہ اگر تم یہاں رہ گئے تو مجھے ڈر ہے کہ قادیان خالی نہ ہو جائے۔ حضور کی چٹھی پڑھ کر اطاعت کے ساتھ فوراً گاڑی مڑوالی اور لاہور کی طرف روانہ ہو گئے ایک غم تھا کہ جاتے ہوئے ابّا جان سے نہ مل سکونگا یہ اُس بیٹے کی محبت تھی جو قربانی کر کے قادیان میں ٹھہرا ہوا تھا اور چند دن کے لئے آیا تھا۔ صبح ہوئی

ابھی دس نہیں بجے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چھوٹی آپا لاہور پہنچ گئے۔حضورؓ نے فوری طور پر میاں مظفر احمد صاحب کو بلایا جب معلوم ہوا کہ یہ صرف افواہ ہے۔میاں مظفر احمد صاحب نے حضور کو تسلی دلائی کہ پانچ دن رہ گئے ہیں اپنے وقت پر قادیان جائیں۔ چنانچہ 25/اکتوبر 1952ء کو یہ واپس قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔حضورؓ خود ایئر پورٹ پر چھوڑنے گئے اور جب تک جہاز جاتا نظر آتا رہا دیکھتے رہے۔معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ کو سکون مل گیا کہ قربانی کرنے والا بیٹا منزل مقصود پر پہنچ گیا ہے۔

خاکسار پاسپورٹ سسٹم جاری ہونے کے بعد آپ کے ساتھ مارچ 1953ء میں قادیان آئی۔ اُس وقت قادیان میں تھوڑی سی عورتیں تھیں آپ نے مجھے پہلی نصیحت یہی کی کہ دیکھو تم سب کو چھوڑ کر آئی ہو اب یہاں کے لوگ سب تمہارے بہن بھائی ہیں۔ان کے ساتھ محبت سے رہنا۔ ہر ایک کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا۔ ہر ایک کے دکھ سکھ میں شامل ہونا الحمدللہ ان کی اس نصیحت پر عمل کیا اور کر رہی ہوں۔آپ کی طبیعت نہایت سادہ تھی اور یہی سادگی اور خاکساری آپ مجھ سے بھی چاہتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار۔ اُس کی عبادت میں شروع سے میں نے ان کو بہت باقاعدہ پایا۔ نماز باجماعت میں بہت باقاعدہ تھے۔ بہت لمبا عرصہ خود نماز باجماعت پڑھاتے رہے۔ رمضان المبارک میں نمازوں کا الگ ہی رنگ ہوتا تھا۔ ہر وقت باوضو رہنے کی عادت تھی۔میرے سامنے ابتداء میں کئی بار مشکلات کے دن آئے لیکن آپ نے مستقل مزاجی سے کام لیا۔ایک موقع پر جب حکومت کا خیال تھا کہ درویشوں کو کالج کے ہوسٹل میں منتقل کر دیا جائے۔مردوں اور عورتوں کو نصیحت کی پھر گھر آ کر کہنے لگے دیکھو ہوسکتا ہے یہ مجھ پر ہاتھ ڈالیں لیکن تم نے ثابت قدم رہنا ہے دعائیں کرنی ہیں رونا دھونا نہیں۔اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ آپ کی اور درویشوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔اس کے علاوہ بھی کئی مشکلات کے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے نظارے میں نے دیکھے۔

نماز باجماعت کے بعد ہمیشہ سنتیں اور وتر گھر آ کر پڑھتے سوائے وفات سے چند سال پہلے کے۔ تلاوت قرآن کریم اور نماز میں قرأت بڑی پیاری آواز سے کرتے۔آخری بیماری میں بھی نماز باجماعت نہیں چھوڑی۔بعض وقت تو مسجد سے آتے تو اتنا تھکے ہوتے کہ نڈھال ہو کر کرسی پر بیٹھ جاتے اور کہتے کہ اب تم کھانا کھلاؤ مجھ میں طاقت نہیں۔سفر میں ہمیشہ میں ساتھ رہی۔ مجھے ساتھ بٹھا کر نماز باجماعت پڑھتے۔جس دن ہسپتال دکھانے لیکر گئے مغرب عشاء کی نماز لیٹے لیٹے ادا کی۔آپ کا طریق تھا کبھی

زیادہ بیمار ہوں اور لیٹے لیٹے نماز پڑھنی ہو مجھے پاس بٹھا لیتے کہ تم تھوڑی تھوڑی دیر بعد اللہ اکبر کہتی رہنا کہیں میں سو نہ جاؤں۔ آخری نماز مغرب عشاء کی اسی طرح ادا کی۔

شادی کے بعد میرا ہر وقت بہت خیال رکھتے تھے۔ کہتے تھے تمہیں نیشنیلٹی مل جائے تو سارے ہندوستان کی سیر کراؤنگا۔ پانچ سال کے بعد جب مجھے نیشنیلٹی مل گئی تو اپنے وعدہ کے مطابق آہستہ آہستہ سارے انڈیا کی سیر کرائی۔ میرے علاوہ تینوں بچیوں کو ان کی شادی سے قبل سارے ملک کی سیر کرا کر ان کو بھجوایا۔ کہتے تھے ان کو یاد رہے کہ ہم کس ملک میں پیدا ہوئے اور کہاں رہے۔

آپ اپنے سب بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور تینوں بیٹیاں شادی ہو کر دوسرے ملک چلی گئیں۔ جب آتیں تو ان کا پیار دیکھنے والا ہوتا۔ پھر بیٹا بھی پڑھنے باہر چلا گیا۔ آخری عمر میں ہمیشہ مجھے بار بار دعا کے لئے کہتے کہ دعا کرو جب میرا آخری وقت آئے میرے چاروں بچے میرے پاس ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ عزیزہ کوکب اسی دن پہنچی جب ہسپتال گئے ہیں۔ ساری دوپہر اُس سے باتیں کیں سب کا حال پوچھا۔ باقی بچے بھی دوسرے دن زندگی میں ہی پہنچ گئے اگرچہ ان کو ہوش نہیں تھا۔ میرے بارے ہمیشہ فکر کا اظہار کرتے الگ الگ بچوں کو نصیحت کی کہ میرے بعد امی کو کوئی تکلیف نہ ہو وغیرہ۔ مجھے بھی یہی نصیحت کی کہ قادیان نہیں چھوڑنا عہد کرلو یہیں رہنا ہے جیسے میرے ساتھ رہی ہو۔

خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ بے ہوش ہونے سے تھوڑی دیر پہلے حضور کا فون آیا۔ خود بات کی حضور نے دوائیاں بتائیں وہ لکھوائیں اس قدر خوش تھے حضور سے بات کر کے۔ پھر مجھے کہنے لگے تمہارے لئے بھی حضور نے دوائی بتائی ہے۔ میرے پوچھنے پر کہ حضور نے خود بات کی ہے۔ خوشی سے کہنے لگے ہاں حضور کا اپنا فون تھا۔

جب جون 1954ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان اور بھارت کی لجنات کا کام خاکسار کے سپرد کیا اور پھر ایسے حالات میں جبکہ پارٹیشن کے بعد تمام جگہوں کا کام بالکل بند ہو چکا تھا۔ میں بہت گھبرائی کہ اتنا بڑا کام کس طرح کروں گی۔ لیکن آپ نے مجھے ہمت دلائی پھر کام کے طریقے آہستہ آہستہ سکھائے۔ یہ احساس نہ ہونے دیا کہ مجھے دفتری کام نہیں آتا۔ قدم قدم پر مجھے کام سمجھا کر میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور ان کے حوصلہ دلانے سے مجھے بھارت کا کام 44 سال کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔

اب جب بیٹی عزیزہ علیم کے سپرد حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پاکستان کی لجنات کا کام کیا۔تو آپ نے بہت دعائیں کیں مجھے بھی دعا کے لئے کہتے رہے۔ کہنے لگے پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے لئے مانگتا تھا۔ اب بیٹی کے لئے دعا کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو اچھے رنگ میں کام سنبھالنے کی توفیق دے۔

مہمان نوازی کا جذبہ بہت تھا۔ مجھے پہلے دن سے ہی تاکید کی جب کوئی مہمان ملنے آئے خواہ مرد ہو یا عورت جو چیز گھر میں ہو بھجوا دیا کرو۔ گرمیوں میں خاص طور پر شربت بنواتے۔ خود شوگر کی وجہ سے نہیں پیتے تھے۔ مگر میرا بنا ہوا شربت پلانے کا شوق تھا۔ شادی کے بعد ابتداء میں پاکستان کا تو رستہ بند تھا غیر ملک سے جو بھی آتا دعوت پر بلاتے تھے اور کہتے کہ کھانا تم نے پکانا ہے۔ جلسہ سالانہ پر بھی غیر ملکی احباب کو کھانے پر مدعو کرتے۔ جب 1992ء میں میری آنکھ کا آپریشن ہوا تو کہنے لگے باہر سے فلاں فیملی آئی ہے تمہیں ڈاکٹر نے چولہے کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ ایسا کرو کچھ پکوا کر مہمانوں کو بھجوا دو۔ الحمدللہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

سالہا سال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامگاہ دارالمسیح کا کام کرنے کی خاکسارہ کو توفیق ملی۔ جلسہ سے قبل جب نیچے دارالمسیح کا بند حصہ کھول کر صبح سے رات تک صفائی کرتی۔ مہمانوں کے لئے بستر رکھتی تو بہت زیادہ کام کرتے دیکھ کر کہتے کہ جلسہ آتا ہے تو تمہیں اتنا کام کرتے دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے کہ طبیعت بیحد سادہ تھی۔ اکثر کہتے میرا کھانا میز پر رکھ دو میں دفتر سے آکر کھالونگا۔ تم جلسہ کا کام کرو لیکن جب کھانا کھانے بیٹھتے تو مجھے بھی کھانے کے لئے اصرار سے بلاتے۔

چندہ جات میں بہت باقاعدہ تھے۔ خصوصیت سے وصیت کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ تھی۔ ہمیشہ خلیفۂ وقت کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی فوراً چندہ ادا کر کے کہتے دعا کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول کرے۔ صدقات کثرت سے دیتے۔ تین چار سال سے روزہ نہ رکھ سکتے تھے۔ لیکن رمضان شروع ہوتے ہی اپنا اور میرا فدیہ ادا کر دیتے، میں کہتی میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزے رکھ رہی ہوں کہتے فدیہ دینے سے اللہ تعالیٰ روزوں کی توفیق دیتا ہے۔

1991ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لائے۔ میں دہلی نہیں جاسکی تھی۔ حضورؒ کا کھانا میں نے تیار کیا۔ جسے حضورؒ نے بہت پسند کیا اس کا اظہار کرتے ہوئے مجھے حضور کے لئے

کچھ کھانا ہر روز تیار کرنے کی ہدایت کی۔حضورؒ میرا پکا ہوا کھانا نہایت شوق سے تناول فرماتے۔

2005ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے اور ماشاء اللہ خاندان مسیح موعودؑ کے افراد بھی کثرت سے تشریف لائے۔کام اور ذمہ داریاں بہت بڑھ گئیں۔حضور انور کا باورچی آیا ہوا تھا لیکن حضور انور بھی یہاں سے گیا ہوا ڈش بہت پسند کرتے تھے۔ حضور انور جب واپس گئے تو ہم دونوں دہلی تک اور ایئر پورٹ تک چھوڑنے گئے۔

سفر پر جب بھی ہم جانے لگتے ان کا طریق تھا گھر میں جو بھی ہوتا سب کو بلا کر دعا کراتے صدقہ دیکر گھر سے نکلتے پھر کار میں بیٹھ کر دعا کراتے۔اپنے کام کی ذمہ داری کو سب سے اہم سمجھتے۔وقت پر دفتر جاتے۔اگر کام ختم نہ ہو تو بعض اوقات تین چار بجے گھر آتے۔ہاتھ میں فائلیں پکڑی ہوتیں اور رات کو بیٹھ کر اپنا کام مکمل کرتے۔شادی کے بعد اپنے پرسنل خطوط حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کو، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ،حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ،حضرت چھوٹی آپا اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو لکھنے کے لئے مجھے دیتے اب جبکہ آنکھ کے آپریشن کے بعد میرے لئے لکھنا مشکل ہو گیا تو ہمیشہ کہتے تھے تم میرا نصف کام بٹاتی تھیں لیکن اب مجبوری ہے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تمہاری بینائی جلد ٹھیک ہو۔

لوگ اپنی امانتیں رکھ جاتے آ کر مجھے کہتے میں بھی گواہ ہوں تم بھی گواہ رہنا فلاں کی یہ امانت ہے تم سنبھالو۔اپنے خاندان والوں کی بیشمار امانتیں رقم کی صورت میں آپ کے پاس تھیں جو کوئی کچھ منگواتا اس کے لفافے میں حساب لکھ کر رکھ دیتے۔وفات کے بعد الحمدللہ ساری واپس کی گئیں۔حساب میں بہت پختہ تھے۔ایک ایک پائی کا حساب لکھ کر رکھتے۔بیوگان اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے۔عید پر ان کے گھروں میں ملنے جاتے ہر ایک کی خوشی غمی میں شریک ہوتے۔

شکار کا بیحد شوق تھا۔شادی کے بعد مختلف جگہوں پر جہاں شکار کو جاتے مجھے لیکر جاتے۔بندوق بھی چلواتے۔جب بچیاں ذرا بڑی ہوئیں تو ان کو بھی ساتھ لیجاتے۔بچوں کو سائیکل چلانا، تیرنا، کار چلانی سب کچھ سکھایا۔خود والی بال کے کھلاڑی تھے۔ابتداء درویشی میں ان کی ٹیم نے کئی جگہ جا کر میچ جیتے۔آخری عمر میں جب خود نہیں کھیلتے تھے تو نماز عصر کے بعد سیر کو نکل جاتے وہاں سے گراؤنڈ میں بیٹھ کر کھیل دیکھتے جس دن لڑکوں کا میچ ہوتا تو بہت شوق سے دیکھنے جاتے۔

جلسہ سالانہ 2006ء کے بعد مجھے ٹھنڈ لگ جانے سے نمونیہ ہوگیا۔ مجھے جالندھر ہسپتال میں داخل کیا۔ میرے پاس عزیزہ کوکب رہی۔ لیکن روزانہ صبح دفتر کا کام ختم کر کے مجھے دیکھنے آجاتے تھے اور شام کو واپس قادیان جاتے تھے۔ میری بیماری کے دوران خود بھی بہت سخت بیمار ہو گئے لیکن بار بار مجھے ہی کہتے تم اچھی ہو جاؤ۔ لیکن اس بیماری کے بعد آپ کی صحت بہت کمزور ہو گئی۔ لیکن باوجود اس کے 2008ء کے کاموں کا آپ کو بہت احساس رہتا تھا۔

وفات سے آٹھ دن قبل پہلے دن کو تیز بخار چڑھا۔ پھر رات کو دوبارہ چڑھ گیا۔ صبح ٹیسٹ کرانے کے لئے امرتسر ہسپتال لیکر گئے۔ صبح سے شام تک ٹیسٹ ہوتے رہے ڈاکٹر نے کہا کہ سب ٹیسٹ ٹھیک ہیں۔ صرف ایک ٹیسٹ رہ گیا ہے۔ جو کل ہوگا لیکن رات آنے سے قبل شدید گھبراہٹ شروع ہو گئی۔ اُسی میں کھانا کھلانے کی کوشش کی لیکن دو لقمے میرے ہاتھ سے بہت مشکل سے کھائے۔ اس کے بعد یکدم شدید ہارٹ کا اٹیک ہوا اور قومہ میں چلے گئے۔ اس کے بعد ہوش نہیں آئی اور ۲۹/اپریل ساڑھے آٹھ بجے شام کو اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ مجھے پتہ چلا تو بے اختیار میرے منہ سے حضرت اماں جانؓ کے سنے ہوئے الفاظ نکلے کہ میرے مولیٰ یہ تو مجھے چھوڑ کر چلے گئے لیکن تو نہ چھوڑیو۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس کے فضل سے بہت صبر کیا۔ صبح ہی میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا بہت پیارا تسلی دینے والا فیکس ملا۔ جس سے دل کو بہت سکون ملا۔ اللہ تعالیٰ حضور کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے جو ہر دم ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ آخر میں حضور ایدہ اللہ کے الفاظ میں جو آپ کی وفات کے موقع پر خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمائے اپنے مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ حضور ایدہ اللہ نے آپ کے اوصاف کا ذکر کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ:

''وہ میرے دستِ راست تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطان نصیر بنایا ہوا تھا۔''

اللّٰھم اغفر لہٗ وارحمہٗ وادخلہُ الجنّۃَ وارفع درجاتہٗ فی اعلیٰ علیین (آمین)

(النصرت 2009ء لجنہ اماء اللہ قادیان صفحہ 30-27)

میرے پیارے چچا جان حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد کی شفقتیں

محترمہ شاہینہ انور صاحبہ بنت سیّد جمال یوسف صاحب راولپنڈی

میں سید جمال یوسف صاحب مرحوم کی بیٹی ہوں اور چچا وسیم صاحب مرحوم میرے ابّا کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ پیارے چچا وسیم کے دینی مقام اور بے پایاں جماعتی خدمات کو تو سب ہی جانتے ہیں۔لیکن میرے خیال میں اپنے خاندان میں رشتہ داریوں کے فرائض نبھانے میں بھی وہ سب سے اعلیٰ و بالا درجہ رکھتے تھے۔ بلکہ میرے ایک چچا صدیق یوسف صاحب آف بحرین کی تو گھر گرہستی ہی پیارے چچا وسیم کے احسان اور شفقتوں سے آباد ہے۔آج میں سوچ رہی ہوں اُن کی یادوں کا سلسلہ کہاں شروع کروں ۔بچپن میں ملنے والی محبتوں سے یا جلسہ سالانہ قادیان کے بابرکت لمحوں سے جہاں پہنچنے والے مہمان قافلوں کے استقبال، الوداع، مسجد مبارک میں نماز فجر، درس اور جلسہ گاہ میں ہر جگہ اُنکا وجود رحمت کے فرشتوں کی طرح سایہ فگن ہوتا تھا۔ 1993ء میں جب ہم پہلی دفعہ جلسہ کیلئے قادیان رات دس بجے استقبالیہ گراؤنڈ میں پہنچے تو چچا جان سخت سردی میں مسیح موعودؑ کے مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے ملے۔ اسی طرح ہر سال، نہ سردی کی پرواہ نہ صحت کی فکر، آپکا سارا وقت جلسہ کے پروگراموں، احبابِ جماعت سے ملاقاتوں اور نمازوں کی امامت و دیگر اہم میٹنگز میں گزرتا۔ اپنی ذات کیلئے کوئی وقت نہ رکھتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری جلسہ پر بھی یہی مصروفیات رہیں اور بعد اوقاتِ جلسہ آپ کے گھر ملاقاتی کمرہ میں پہلے کی طرح احبابِ جماعت آپ سے ملنے کیلئے قطار در قطار آرہے تھے۔ جب میری باری آئی تو آپ بہت بشاشت اور گرمجوشی سے ملے سارے خاندان والوں کا نام بنام حال پوچھا اِسی دوران پیاری چچی جان مدظلہا نے اپنے نواسے کے ساتھ کچھ ہومیو دوائیں آپ کو بھجوائیں اور آپ نے دوائیں کھاتے ہوئے بھی اپنی بیماری یا کمزوری کا ذکر تک نہیں کیا۔اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم نے اپنے بڑے نانا سیّد سرور شاہ صاحب کا گھر بھی جا کر دیکھا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔تو نہایت تاکید سے کہا کہ تم ضرور اُن کے گھر جانا اور وہ کھڑکی بھی ضرور دیکھنا جس سے وہ ڈاک لینے کیلئے رسی کیساتھ ٹوکری نیچے لٹکاتے تھے۔ بلکہ میں تم دونوں کیلئے گاڑی ارینج کر دیتا ہوں جو تم میاں بیوی کو شاہ صاحبؓ کے گھر اور



سکھبنس کور بھنڈر ممبر پارلیمنٹ کا مہمان خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان میں استقبال کرتے ہوئے



چار منزلہ بلڈنگ کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد دُعا کراتے ہوئے



یورپین گیسٹ ہاؤسز کے افتتاح کے موقع کی ایک تصویر



یورپین گیسٹ ہاؤسز کے افتتاح کے موقع کی ایک تصویر



جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۳ء کے موقع پر جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے



جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۱ء کے موقعہ پر انتظامات کا جائزہ لیتے ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ دائیں طرف
مکرم سید فضل احمد صاحب ڈائریکٹر جنرل آف پولیس بہار اور بائیں طرف مکرم منیر احمد حافظ آبادی صاحب ناظر امور عامہ و خارجہ



اپنے آخری دورۂ کشمیر میں گلمرگ کے مقام پر ۲۰۰۶ء میں برفباری کے دوران



مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے تحت منعقد ہونے والے ایک ٹورنامنٹ میں کھلاڑیوں سے مصافحہ کرتے ہوئے

تمہارے چچا صدیق کے تینوں سمدھیوں کے گھر لے جائیگی۔آپ نے نہ صرف گاڑی ہمیں ارینج کر کے دی بلکہ اگلے دن ملاقات میں ہم دونوں سے پوچھا بھی کہ کل تم اپنے بڑے نانا کا گھر دیکھ آئی ہو اور اپنے رشتہ داروں کو مل آئی ہو کہ نہیں؟ میں نے صرف پہلی بار جلسہ سالانہ پر جب چچا کو ملی تو اُن کو بتایا کہ جوڑوں کے درد کی وجہ سے میں زمین پر بیٹھ اُٹھ نہیں سکتی اسلئے میرے لئے چار پائی والے کمرے کا انتظام کروا دیں اور ساتھ ہی دارالمسیح کی فرمائش کر دی کہ اگر دارالمسیح میں کمرہ مل جائے تو بہت احسان ہوگا۔ چچا جان نے اُسی دن مجھے دارالمسیح میں کمرہ دے دیا اور پھر جتنے سال میرا ویزہ لگتا میں چچا جان کو فون کرتی کہ چچا میرا ویزہ لگ گیا ہے اور میں دارالمسیح میں رہنا چاہتی ہوں تو کہتے شاہینہ تم پہنچ جاؤ کمرہ تمہیں مل ہی جائیگا جہاں چاہتی ہو۔اور مجھے ہر دفعہ دارالمسیح میں بابرکت رہائش ملتی رہی بلکہ 2007ء کے جلسہ سالانہ پر بھی پیاری چچی امۃ القدوس مدّظلھا ،اللہ تعالیٰ انکو کامل شفا دے صحت وسلامتی والی لمبی زندگی دے انہوں نے بھی مجھے ہر سال کی طرح دارالمسیح میں جگہ دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اس احسان اور صلہ رحمی کی بہت بڑی جزاء دے ورنہ میں تو شاید جلسہ سالانہ دیکھ ہی نہ سکتی۔ چچا جان کو ہم سے یعنی اپنے ننھیال سے بے حد پیار تھا۔اور ہر گھر کے حالات پر گہری نظر رکھتے تھے۔میرے منجھلے چچا صدیق یوسف صاحب آف بحرین کی بیگم کی وفات کے بعد اُن کے تینوں بچوں کے رشتے بھی آپ نے ہی قادیان میں کروائے اور چھوٹی بیٹی وسیمہ کا نکاح بھی جب اُسکی رخصتی کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ گیا اور ویزے کی رکاوٹ کی وجہ سے رشتے کی بات ختم ہونے لگی تو آپ نے یہ مسئلہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔عزیزم مبارک احمد کو یونان فون کر کے قانونی طریق سمجھائے اور بحرین پہنچنے کا حکم دیا اُدھر میرے چھوٹے چچا سید کمال یوسف صاحب کو بھی ناروے سے بلوایا اور خود بھی مع چچی جان امۃ القدوس مدظلھا کو لیکر بحرین پہنچ گئے اور وسیمہ کا رخصتانہ اپنے ہاتھوں سے کرا کے واپس آئے۔ جماعت کی اتنی بھاری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنے رشتہ داروں کے مسائل کیلئے اتنی تگ ودو اور قربانی، یہ محض چچا جان کے حصے میں ہی آئی تھی اور ہمارے خاندان کیلئے آپ کا وجود ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھا۔ عام حالات میں آپ کا دستور تھا کہ آپ جتنا عرصہ ربوہ میں آ کر قیام کرتے ۔ ہفتے میں ایک بار ضرور

ہمارے گھر (صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹر) تشریف لاتے۔ بچپن سے مجھے یاد ہے کہ آپ ہمیشہ عصر کی نماز کے بعد ہمارے گھر آتے اور ایک آدھ گھنٹہ بیٹھتے اور جس دن قادیان کو واپسی ہوتی تو آپ سفر پر روانگی سے پہلے صبح اذانوں کے بعد الوداعی ملاقات کیلئے آتے۔ اِس ملاقات میں آپ بیٹھتے بالکل نہ تھے۔ (صحن میں ہی کھڑے رہتے) میری امی اور ابا کی خوشی سے بھری آوازیں آتیں کہ اُٹھو بچو اُٹھو، چچا ملنے آئے ہیں۔ جلدی اُٹھو چچا قادیان جا رہے ہیں جلدی سے مل لو۔ ہم باری باری اُٹھتے اور چچا ہمیں اپنے ساتھ لِپٹا لیتے۔ تب مجھے یاد ہے میرا سر اُن کے گھٹنوں تک پہنچتا تھا۔ ساتھ لگا کر ماتھے پر پیار کرتے اور الوداعی ملاقات میں ہر بچے کو پچاس روپے دیکر مٹھی بند کر دیتے۔ آخر میں ابّا سے گلے مل کر روانہ ہو جاتے۔ مجھے یاد ہے گرمیوں میں اسی طرح ایک صبح ملگجی روشنی میں ابّا جان نے جگایا کہ اُٹھو چچا واپس جا رہے ہیں۔ چچا حسب عادت صحن میں ہی کھڑے بچوں کے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے ہم چھ بہن بھائی تھے۔ مجھے اتنا احساس پیدا ہو چکا تھا کہ سو کے اُٹھ کر میرے بال بہت پھولے، بھدے لگتے ہیں میں اُٹھتے ہی کمرے کو دوڑی اور شیشہ لیکر کنگھی کرنے لگ گئی۔ ابھی بالوں سے زور آزمائی کر رہی کہ چچا اندر آئے اور کنگھی کرتے دیکھ کر ہنستے ہوئے مجھے اپنے ساتھ لگا لیا اور کہا بہت اچھی بچی ہے اور میرے سر پر پیار کرکے ایک نوٹ ہاتھ میں تھما کر چلے گئے۔ جب میں کنگھی کر کے باہر نکلی تو چچا جا چکے تھے۔ میرے ابا نے مجھے آہستہ آواز میں (تا کہ ہمسائے نہ جاگ جائیں) خوب ڈانٹا کہ چچا وسیم ملنے آئے تھے اور تم بجائے اُن کو ملنے کے اندر کنگھی کرنے چل پڑی۔ بعد میں مَیں نے ابا کو بتایا کہ وہ تو مجھے کمرے میں آ کر مل گئے تھے۔ انہی برکتوں میں سے ایک عظیم برکت جو مجھے بچپن میں ملی وہ اَلْمُؤْمِنُ یُرَیٰ وَ یُرِیٰ لَہٗ کے مصداق صرف چچا جان کا روحانی مرتبہ ہمیں بتانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچپن میں دو نظارے دکھائے۔ پہلا تو تب دیکھا جب چچا وسیم ہفتہ وار ملاقات کیلئے عصر کے بعد ہمارے گھر ڈرائینگ روم میں آ کر بیٹھے۔ چچا تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے پیچھے مجھے صرف نُور ہی نُور نظر آ رہا تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیوار دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اُن کے پیچھے والی دیوار نظر نہ آتی۔ تین دن تک میں اُس طرف دیکھتی تو دیوار کی جگہ نُور نظر آتا۔ میں حیران ہوتی کہ چونے کے

گرنے کے چٹاخ تک نظر نہیں آتے لیکن یہ بات ذرا بڑے ہو کر سمجھ آئی۔ دوسرا نظارہ چچا جان کی عظمت کا یہ دیکھا کہ ایک بار جب عصر کے بعد وہ ہمارے گھر آئے تو امّی ابا دونوں ابھی سو رہے تھے۔ میری باجی اُن کو جگانے میں اور باجی برآمدے میں کھیل رہی تھیں۔ کمرے میں گئی۔ میں برآمدے میں ہی چچا سے پیار لے کر کھڑی ہو گئی۔ اس وقت چچا دوستونوں کے درمیانی درّے میں کھڑے تھے۔ میں نے دیکھا کہ چچا کے دائیں اور بائیں طرف انسانی ہیولوں کی شکل میں بیس پچیّس لوگ بڑی خاموشی سے کھڑے ہیں اُن کے ہیولے صرف اتنے نظر آ رہے تھے جیسے بھاپ سے کوئی تصویر بن جائے۔ صرف بھاپ کی چمک سے بنے ہوئے ہیولوں میں بھی ایک ادب سا تھا۔ جونہی ابا نے دروازہ کھولا اور چچا درّے سے ہٹے تو یہ نظارہ ختم ہو گیا مجھے اُسی وقت احساس ہو گیا کہ میں نے فرشتے دیکھے ہیں۔ بعد میں عمر کے ساتھ پکا یقین ہو گیا کہ وہ رحمت اور حفاظت کے فرشتے تھے جو ہر وقت اُن کے ساتھ رہتے تھے۔

چچا جان کی انکساری کا یہ حال تھا کہ ایک بار میں نے اپنا یہ تجربہ آپ کو سنانے کی کوشش کی تو آپ نے بات بدل دی۔ دوسری بار بات شروع کی تو پھر آپ نے فوراً موضوع بدل دیا اور کچھ نہ کہنے دیا۔ حالانکہ ویسے آپ جب بھی راولپنڈی آتے، 1991ء سے لیکر 2005ء تک، آپ بہت توجہ سے میری باتیں سنتے کم از کم ایک گھنٹہ ہمارے گھر واقع کمیٹی چوک راولپنڈی ضرور ٹھہرتے بلکہ 1996ء تک میرے میاں کے پاس صرف موٹر سائیکل تھی اور آپ اپنے پنڈی کے پروگرام میں ہر بار مکرم امیر صاحب (ضلع راولپنڈی) فضل الرحمٰن خان صاحب کو لازماً لکھواتے کہ یہاں میری ایک بھتیجی شاہینہ انور رہتی ہے آپ نے اس کے گھر لیجانے کا بندوبست کرنا ہے۔ اور مکرم امیر صاحب چار خداموں کے ہمراہ گاڑی بھجوا دیتے۔ 1997ء میں اپنی گاڑی لینے کے بعد پھر ہم اُنہیں خود لے آتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار میرے چچا صرف دو دن کیلئے راولپنڈی اسلام آباد آئے۔ شام کے وقت آپ حضرت سیّدہ آپا امۃ اللہ صاحبہ کے گھر اسلام آباد پہنچے۔ اگلے دن امیر صاحب راولپنڈی مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب نے آپ سے ملاقات وخطاب کیلئے ایوان توحید راولپنڈی میں آنے کا وقت لے لیا۔ لجنہ، انصار وخدام راولپنڈی کی ساری حلقوں کی عاملہ موجود تھی۔ چار بجے ایوان توحید کے مین ہال میں قنات کی دیوار بنا کر

احباب ولجنہ کامشترکہ ملاقات کا پروگرام شروع ہوا۔ میں اس وقت لجنہ راولپنڈی کی جنرل سیکریٹری تھی اور لجنہ نے سارے پروگرام کی ویڈیو بنانے کا بندوبست بھی کیا ہوا تھا۔ پہلے آپ کے ساتھ مردوں کی طرف مجلس عرفان کی طرز پرسوال وجواب کا سیشن ہوا۔ پھر آپ نے ڈائس پرآ کر احباب ِجماعت ولجنہ سے مشترکہ خطاب کیا۔اس کے بعد نماز عصر اور چھ بجے چائے کی ضیافت تھی۔ جونہی چائے شروع ہوئی چچا جان نے مکرم امیر صاحب ضلع سے کہا میں نے کل ربوہ چلے جانا ہے اور ابھی اپنی بھتیجی شاہینہ انور کے گھر جاؤں گا اس لئے میں چائے سے جلدی فارغ ہونا چاہتا ہوں۔ امیر صاحب مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب نے کہا ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی، میں خداموں کو بھجوادیتا ہوں۔ میرے خاوند میاں صاحب کے قریب ہی بیٹھے تھے، چچا نے انکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ نہیں یہ شاہ صاحب خود ہی مجھے لے جائیں گے اور میرے میاں صاحب کو کہا کہ انور شاہ صاحب آپ جلدی سے چائے پی لیں پھر آپ کے گھر جانا ہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میں پنڈی آؤں اور آپ کے گھر نہ جاؤں۔ آپکی چچی جان تو سیڑھیاں چڑھ نہیں سکتیں اس لئے میں اکیلا ہی جاؤنگا۔ چنانچہ ابھی میں نے معززمہمانان جن سیّدہ آپا امۃ اللہ صاحبہ بیگم پیر صلاح الدین صاحب مکرمہ چچی جان سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ مدّظلہا، آپ امۃ اللہ صاحبہ کی بہو مکرمہ لبنیٰ مطہّر صاحبہ مکرمہ مسز پیر انوار الدین صاحبہ اور دیگر مہمانوں کو چائے پیش کرنی شروع ہی کی تھی کہ میرے میاں صاحب کا پیغام آیا کہ چچا وسیم صاحب چائے پی چکے ہیں ہم گاڑی کی طرف جا رہے ہیں آپ بھی آ جاؤ۔ میرا دل خوشی سے آسمانوں کو چھونے لگا میرے اتنے نصیب کے میرے چچا اتنی مصروفیت میں بھی مجھے نہیں بھولے۔ میں نے چائے سروکرنے کا کام اپنی نائبہ کے حوالے کر کے چپکے سے اپنی صدر صاحبہ کو اصل وجہ بتا کر گھر کا رُخ کیا۔ ایوان توحید کے صحن میں چچا انتظار میں کھڑے تھے۔ میں تقریباً بھاگتی ہوئی انکے پاس پہنچی۔ مجھے گلے لگا کر پیار کیا اور بولے مجھے پتہ تھا اگر میں نہ گیا تو تم مجھے نہیں چھوڑو گی۔ چلو تمہاری چچی کے چائے پینے تک ہم واپس آجائیں گے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کیا انداز تھے محبت وشفقت کے۔ گھر پہنچنے پر میری بیٹی قدسیہ نے انتہائی خوشی اور ادب سے استقبال کیا اُس کی حیرانی اور جوش دیدنی تھا کیونکہ راولپنڈی میں چچا کا قیام ایک دن کا ہی تھا۔ اور سارا دن ہی احباب

جماعت سے ملاقاتوں کا شیڈول بھی ہمیں معلوم تھا۔اس تنگیٔ وقت کے باوجود چچا پورا ایک گھنٹہ ہمارے گھر ٹھہرے۔انہوں نے زیادہ تر باتیں اپنے ننھیال کی سنائیں (یعنی میرا ددھیال) میں نے ایک سوال اپنے پڑ دادا سیٹھ ابوبکر (ابوسعید عرب صاحب) کے متعلق کیا کہ مجھے مکرمہ صالحہ درد صاحبہ نے ایک بار بتایا تھا کہ تمہارے پڑ دادا جب قادیان مستقل آ گئے تھے تو وہ ہر دو مہینے کے بعد ایک ہیرا بیچتے تھے اُس دن وہ پورے قادیان کے احمدیوں کو دعوت کھلاتے تھے اور باقی پیسوں سے وہ دو ماہ گذار لیتے تھے اور آخری دنوں میں بعض حالات کی وجہ سے اُنہیں چپ لگ گئی تھی تو آپ مجھے بتائیں اُنہیں کیا ہوا تھا۔ چچا جان نے انتہائی دلاسہ دیتے ہوئے کہا شاہینہ تم اس بات کا کوئی غم نہ کرو اُنکے حالات انکی پہلی مالی حالت کے لحاظ سے تو دن بدن مخدوش ہی ہو رہے تھے لیکن تم یاد رکھنا کہ حضرت مصلح موعودؓ میرے نانا (ابوسعید عرب صاحب) سے بہت خوش تھے۔اور آپؓ نے ایک بار میرے نانا کے متعلق یہ فرمایا تھا کہ ''آج تک جس نے سب سے بڑی رقم سے میری مدد کی ہے وہ عرب صاحب ہیں۔'' تمہیں پتہ ہے میرے نانا نے ایک بار بائیس ہزار روپے یکمشت حضرت مصلح موعودؓ کو پیش کئے تھے۔اپنے پڑ دادا کے متعلق اتنی بڑی خوشنودی کی سند چچا وسیم کے منہ سے سن کر میرے دل کا وہ سارا غم نکل گیا جو محض میری کم فہمی کی وجہ سے تھا۔اور بھی کئی باتیں میرے ددھیال کے بارے میں بتاتے رہے۔میرے بیٹے سیّد طیّب احمد کا حال، عمر اور حفظ قرآن کا پوچھا (وہ ربوہ میں قرآن حفظ کر رہا تھا) میں نے اُسکی تصویر دکھائی کہ اب اتنا بڑا ہو گیا ہے۔ چچا اُسکی تصویر ہاتھ میں لیکر کافی دیر زیرِ لب دعائیں کرتے رہے۔کئی بار میری بیٹی کے سر پہ ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں اور میری امّی، ابّا اور سارے خاندان کے حال احوال مجھ سے سُنے، چھ بجے کے ایوان توحید سے چلے ہوئے جب ہم ساڑھے سات بجے واپس ایوان توحید پہنچے تو لجنہ کی صرف خاص خاص عہدیدارات پیاری چچی جان اور دیگر معزز مہمانوں کے ساتھ بیٹھی تھیں مکرمہ لبنیٰ مُطہّر صاحبہ نے ہنستے ہوئے کہا کہ مجھے پتہ تھا تم ہی اپنے چچا کو اغوا کر کے لے گئی ہو پھر بھی کچھ دیر چچی امۃ القدوس صاحبہ مجھ سے بات چیت کیلئے بیٹھی رہیں اور پھر یہ سارا وفد اسلام آباد روانہ ہوا۔ میں کیا اور میری اوقات کیا۔ یہ تو سب ان عظیم ہستیوں کے صلہ رحمی و اعلیٰ اخلاق کے نمونے ہیں۔اور ہماری قسمت کہ

میرے ابّا کی وفات پر بھی تدفین سے تین چار دن پہلے چچا جرمنی پہنچ گئے اور ابّا کی نماز جنازہ بھی چچا وسیم نے ہی پڑھائی۔ میری امّی کی وفات کے بھی کچھ دن بعد پاکستان پہنچ گئے۔ وفات سے پہلے مجھے فون پر دلاسہ دیتے رہے اور کہتے بھابھی کو میرا اسلام کہنا میں اُنکے لئے بہت دعا کر رہا ہوں۔ اور وفات کے بعد مجھے گلے لگا کر بہت پیار کیا بہت دعائیں دیں اور کہا کہ تم نے اپنی ماں کی بہت خدمت کی توفیق پائی ہے۔ آخر میں آپکی انکساری اور انداز محبت کا ایک ایسا واقعہ عرض کرتی ہوں جسے یاد کر کے آج بھی آنسو آجاتے ہیں کہ آپ کس کس طرح اپنی محبت کا اظہار کرتے تھے۔ شائد چچا وسیم کا یہ پاکستان کا آخری ٹور تھا۔ محترمہ باجی امۃ العلیم کے گھر پہنچنے پر میں نے پنڈی آنے کا پروگرام پوچھا تو کہنے لگے تمہاری چچی کی صحت ٹھیک نہیں ہے اُن کے لئے دعا کرو۔ وہ سفر نہیں کر سکتیں اس لئے اس بار میں پنڈی نہیں آسکتا۔ تم بھی ربوہ آکر مل لو۔ میں چند دن بعد ربوہ پہنچ گئی اور اپنے چھوٹے چچا صاحبزادہ مرزا نعیم احمد مرحوم کے گھر پہنچ کر چچا وسیم کو فون کیا کہ میں چار بجے یہاں پہنچ گئی تھی اور اب آپ بتائیں آپ کے پاس کب آجاؤں؟ تو چچا نے کہا کہ دیکھو ابھی تو میں کسی کی دعوت پر جا رہا ہوں تم تھکی ہوئی آئی ہو ابھی نہ نکلو میں دعوت سے فارغ ہو کر خود تمہیں ملنے آؤں گا۔ تم فہیم کے ہاں ہی (چھوٹے چچا کے بیٹے) ٹھہرو۔ قریباً دو گھنٹے بعد بیل ہوئی اور فہیم بھیا نے بتایا کہ چچا وسیم آ گئے ہیں میں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ عام طور پر وہی جگہ مہمانوں کیلئے استعمال ہوتی تھی۔ مجھے باہر کی جوتی دروازے سے باہر اُتارنے کی عادت ہے۔ سو میں نے صحن میں اُتاری ہوئی تھی۔ چچا آدھ صحن میں ہی پہنچ کر بولے اوہو میری بھتیجی آئی ہے اور جوتیاں باہر اُتار دی ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میری بھتیجی میرے گھر آئے اور ننگے پاؤں بیٹھی ہو۔ مَیں ابھی کوئی جواب دینے ہی والی تھی کہ چچا نے میری سنڈلز اُٹھا لیں۔ میرے منہ سے صرف چچا، چچا، یہ کیا، یہ کیا کے الفاظ نکل رہے تھے کہ آپ دونوں ہاتھوں میں سینڈلز اُٹھائے لاؤنج کے اندر آئے مَیں کہتی رہی چچا چھوڑ دیں انکو، پھینک دیں انکو، لیکن اُن کی محبتوں کے انداز ہی نرالے تھے مجھے شرم سے پسینہ آرہا تھا لیکن چچا نے سینڈلز لا کر میرے پیروں کے پاس رکھے۔ میرے سر پر ایک چپت لگائی اور کہا میری بیٹی کیوں ننگے پاؤں بیٹھے۔ اور پھر مجھے بعد میں گلے لگایا۔ چچا جان کی کس کس محبت کو یاد کروں۔ کہ وہ کیسے

جتاتے تھے کہ میں تم لوگوں سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ میں جلسہ سالانہ قادیان سے جب واپس آتی تو بجائے اس کے کہ میں اُن کو لکھتی کہ میں خیریت سے گھر پہنچ گئی ہوں۔ چچا کے مجھے دو دو خط میرے لکھنے سے پہلے آجاتے کہ اُمید ہے کہ تم خیریت سے اپنے گھر پہنچ گئی ہوگی۔ مجھے خوشی ہے کہ تم دارالمسیح میں بہت خوش رہی ہو کہ (دونوں مسجدیں ساتھ ساتھ ہیں) اپنی چچی کی صحت کیلئے دعا کیا کرو وغیرہ وغیرہ۔ ہر خوشی کے موقع پر اُنکی ٹیلیگرام اور سلامی کا تحفہ ہمارے گھر ربوہ پہنچ جاتا۔ ہر غم کے موقع پر وہ خود ہمارے سروں پر ہاتھ رکھنے آپہنچتے، چاہے وہ جرمنی کا ملک ہو۔ بحرین ہو یا پاکستان۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر ہزار ہار حمتیں نازل فرمائے اور انکے درجات کو بلند سے بلند تر کرتا رہے حتّٰی کے حوض کوثر پر جا بسیں۔ اور ان کی اَولاد میں بھی اُنکی نیکیاں قائم رکھے اور اُنہیں اپنے والد کے اُسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار شاہینہ انور بنت سیّد جمال یوسف اہلیہ سید انور احمد۔ راولپنڈی

(ہفت روزہ بدر جلسہ سالانہ نمبر دسمبر 2007ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی یاد میں......!

سوئے جنت چل دیا محمودؓ کا لختِ جگر
عاشقِ دینِ محمدؐ احمدیت کا گُہر

دین کا سچا مجاہد وہ ولی درویش تھا
دارِ مہدی میں گزارے جس نے سب شام وسحر

جان و دل سے وہ خلافت پر فدا تھا ہر گھڑی
وہ خلافت کی حمایت میں رہا سینہ سپر

مونس وغم خوار تھا وہ سب غریبوں کے لئے
ہر کسی کے واسطے اُس کا کھلا رہتا تھا دَر

قادیاں کے باسیوں کے واسطے اِک ڈھال تھا
باپ کی مانند شفقت کی تھی ہر اِک پر نظر

اس کی رحلت پر امامِ وقت نے خطبہ دیا
سب بتائے اس کے اوصاف حمیدہ کھول کر

رشک کرتے ہیں فرشتے ایسے نیک انجام پر
تجھ پہ لاکھوں رحمتیں ہوں اے خلیفہ کے پسر

ہے دُعا مومن کی مولیٰ دے انہیں اعلیٰ جزا
اپنی رحمت سے عطا کر دے انہیں جنت میں گھر

(خواجہ عبدالمومن اوسلو۔ ناروے)

میرے ماموں
حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

(ماجد احمد خان صاحب۔ ربوہ)

29 اور 30 اپریل 2007ء کی درمیانی شب پچھلے پہر کا وقت تھا۔ چند گاڑیوں کا ایک قافلہ بٹالہ سے ہوتا ہوا قادیان کی بستی میں داخل ہونے کو تھا۔ کار میں ساتھ بیٹھی بچیوں کے وجود بکھرنے لگے تھے۔ گاڑی کی روشنی میں قادیان کے گھر نظر آنے لگے۔ اور پھر لوگوں کا ہجوم، اس قدر خاموشی، زندگی گویا تھم گئی ہو۔ یہ سب اپنے بزرگ اور غمگسار کے استقبال کے لئے سر جھکائے کھڑے تھے۔ ان کا غمگسار، دکھ سکھ کا ساتھی آج ان سے جدا ہو گیا تھا۔ ذہن کو کچھ تسلی تو تھی کہ اپنے پیارے کے پاس چلا گیا ہے۔ لیکن اس دل کا کیا کرتے جو سنبھالے نہ سنبھلتا تھا۔

اگلے دو روز بھی اسی کیفیت میں گزر گئے۔ میں نے سِکّھوں کو بھی روتے دیکھا اور ہندوؤں کو بھی۔ لوگ بھی کیا کرتے، شہزادہ جو تھا۔ مسیح آخر الزماں کی نسل کا۔ جو تمام عمر بلا لحاظ مذہب لوگوں کی دلداری کرتا رہا۔ پھر وہ گھڑی بھی آن پہنچی جب ایک جمِ غفیر اس شخص کے جسدِ خاکی کو کندھا دیئے اس کو آخری سفر پر لے چلا۔ روح کے موسم کی شدت مئی کی گرمی کو ٹھنڈا کئے دیتی تھی۔ جنازے پر کیا مسلمان، کیا سکھ، کیا ہندو سب موجود تھے۔ اب وقت تھا کہ مسیح آخر الزماں کے شہزادے کو اُسی کے قدموں میں دفنا کر امانت واپس کر دی جائے جو تمام عمر چہرے پر مسکراہٹ سجائے سب کے غم بانٹتا رہا۔

خاکسار کی شادی جنوری 1979ء میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی منجھلی بیٹی سے ہوئی۔ شادی سے پہلے وہ ہمارے قادیان والے ماموں تھے اُن کے قریب رہنے کا موقع ملا تو وہ رشتے کے ماموں سے ہمارے ماموں لگنے لگے۔ پھر یہ تعلق اتنا بڑھا کہ آج اس بے ترتیب سی تحریر کا عنوان بھی میرے ماموں کے سوا کچھ نہ سوجھا۔ ایسے بچے کی طرح جو اپنی محبت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

60 سال پہلے قرعہ نکلنے پر یہ 20 سالہ نوجوان قادیان گیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کا حکم تھا کہ میرے تمام بیٹے اپنی باری پر قادیان میں تین ماہ کا وقت گزاریں گے۔ جب اس نوجوان کے قادیان میں تین ماہ

پورے ہونے لگے تو ایک رات جائے نماز اُٹھا کر قصرِ خلافت کے ایک کمرے میں چلا گیا۔ کئی گھنٹے گریہ وزاری میں گزار دیئے۔ خدا سے قادیان مانگ رہا تھا۔ اے خدا مجھے قادیان سے نہ جانے دینا۔ دعا سے سر اُٹھایا تو تسلی ہوئی۔ اگلے روز ہی بھارت اور پاکستان میں قافلوں کا آنا جانا رک گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد موصول ہوا کہ تم اب قادیان میں ہی رہو۔ وہ قادیان کا ہو چکا تھا اور قادیان اُس کا۔

ماں باپ نہ بہن بھائی کچھ بھی تو یاد نہ رہا۔ خدا نے دُعا سن لی تھی۔ مسیح الزماں کی اولاد میں سے مصلح موعودؓ کے اس بیٹے کو اپنی تمام زندگی اس بستی میں رہنے کی سعادت عطا ہوئی۔ چند سال ہوئے ایک محفل میں کسی نے پوچھا کہ آپ اپنی والدہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، فرمانے لگے جب قادیان میں اکیلا تھا تو والدہ بہت یاد آتی تھیں۔ مَیں نے ذکر کرنا ہی چھوڑ دیا تا کہ اتنی یاد نہ آیا کریں۔ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگے کہ پھر یہ عادت سی ہو گئی۔

اپریل 1952ء کا واقعہ ہے۔ ماموں کی شادی کو ابھی چار پانچ روز ہی گزرے تھے کہ ممانی کو لے کر کسی کام سے شیخو پورہ گئے۔ کام کے بعد واپس ربوہ کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں ربوہ سے ایک اور گاڑی آتی ہوئی نظر آئی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی جانب سے یہ حکم آیا تھا کہ وسیم ابھی اور اسی وقت واپس قادیان چلا جائے، حالات اب ٹھیک نہیں ہیں۔ اس حکم کو سنتے ہی گاڑی واپس لاہور کی جانب موڑ لی گئی۔ ممانی بتاتی ہیں کہ اس وقت ماموں کو صرف اس بات کا افسوس تھا کہ ابا جان (حضرت مصلح موعودؓ) سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔ لاہور پہنچنے پر اطلاع ملی کہ حضور خود لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ حالات میں کچھ بہتری آنے پر ماموں کو چند روز لاہور میں مزید قیام کا موقع مل گیا۔ حضور بھی اُس وقت تک لاہور میں رہے جب تک ماموں قادیان کے لئے رخصت نہ ہو گئے۔ رخصت کرنے حضرت مصلح موعود خود ائیر پورٹ تشریف لے گئے اور جب تک جہاز نظروں سے اوجھل نہ ہوا اُسے دیکھتے رہے۔ فرض اور محبت میں فیصلہ اس مرد خدا کے لئے کچھ مشکل بات نہ تھی۔ دل تو باپ کا تھا لیکن خدا نے اسے بہت بڑے کاموں کے لئے چنا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ماموں کو قادیان کے لئے رخصت کیا تو نصیحت فرمائی کہ جماعت سے خرچے کے لئے کبھی کچھ نہ لینا خدا تمہارا انتظام کرے گا۔ بعد میں حضرت مصلح موعودؓ ایک لمبا عرصہ یہ انتظام خود فرماتے

رہے۔قادیان میں شروع کے دن بہت تنگ دستی کے تھے لیکن ماموں کو یہ نصیحت ہمیشہ کے لئے یاد ہو چکی تھی۔ساری زندگی اس پر عمل کرتے رہے اور جماعت سے کوئی وظیفہ قبول نہیں کیا۔اپنی آخری بیماری میں امرتسر علاج کے لئے روانہ ہونے لگے تو ممانی سے فرمایا کہ پیسے کچھ زیادہ رکھ لینا۔ماموں کی وفات کے بعد جب ہسپتال کے بل ادا کرنے کا وقت آیا تو اُس لفافے میں اتنی ہی رقم تھی جتنا کہ ہسپتال کا بل۔ خدا تعالیٰ کو آپ کی اپنا خرچ خود ادا کرنے کی ادا کچھ ایسے بھا گئی کہ کسی اور کو حصہ ڈالنے کا موقع نہ ملا۔

بیواؤں اور یتیموں پر ہر وقت شفقت کی نگاہ رہتی تھی۔بہانے کی تلاش میں رہتے کہ کوئی موقع ملے۔ ہر خوشی کے موقع پر دستور تھا کہ قادیان کی ہر بیوہ اور یتیم کے گھر جاتے اور چپکے سے لفافہ پکڑا دیتے۔ ماموں کی وفات کے بعد کئی لوگوں نے گھر پر اس کا ذکر کیا۔ایک خاتون روتے ہوئے کہنے لگیں مَیں تو اپنا بل میاں صاحب کے دفتر کی میز پر چھوڑ آتی تھی کبھی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ میاں صاحب کو ملا بھی کہ نہیں۔اور کبھی ایسے نہیں ہوا کہ بل کی ادائیگی نہ ہوئی ہو۔

وفات کے چند روز بعد ماموں کی ذاتی الماری کھولی گئی۔ایک خانہ میں لاتعداد لفافے پڑے تھے۔ہر لفافے پر امانت رکھوانے والے کا نام اور رقم درج تھی۔حتیٰ کہ ایک لفافہ ایسا بھی تھا جس میں 10 روپے تھے اور امانت رکھوانے والے کا نام لکھا تھا۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے دونوں بچوں کے نکاح 2005ء کے جلسہ قادیان کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائے۔نکاح کے بعد خاکسار نے ایک دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ماموں نے ایک بڑی رقم کا لفافہ خاکسار کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ دعوت کے انتظام کے لئے ہے۔مَیں نے عرض کی ماموں یہ تو بہت زیادہ ہیں۔کچھ بولے نہیں صرف مسکرا دیئے۔دعوت کے اخراجات کی ادائیگی کے بعد ایک بڑی رقم بچ گئی جو خاکسار نے ماموں کو لوٹا دی۔اس وقت بھی کچھ نہ بولے اور صرف مسکرا دیئے۔دو ماہ بعد پاکستان تشریف لائے تو واہگہ بارڈر پر کار میں بیٹھتے ہی وہی رقم کا لفافہ مجھے پکڑا کر کہنے لگے کہ اپنی امانت سنبھالو جو تم میرے پاس چھوڑ آئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اس قدر تھا کہ تمام زندگی اپنی جلسہ سالانہ کی تقریروں کا موضوع

صرف سیرت النبیؐ اور ذکر حبیب رکھا۔ ماموں کی چھوٹی بیٹی نے اپنی پہلی تقریر کے لئے موضوع کے حوالہ سے استفسار کیا تو فرمانے لگے کہ تقریر صرف ذکرِ حبیب پر کرنا۔ اپنے بچوں کو حدیث پڑھاتے تھے بچے کہتے ہیں کہ ہمیں یاد نہیں کہ رسول اللہ کا ذکر آیا ہو اور ماموں کی آواز رندھ نہ گئی ہو۔

ہمسائیوں کے تعلق کے حوالہ سے ماموں کی چھوٹی بیٹی (امتہ الرؤف) ایک واقعہ بیان کرتی ہیں۔ چھوٹا ہونے اور زیادہ عرصہ ساتھ ہونے کی نسبت سے یہ باقی اولاد سے کچھ زیادہ لاڈلی تھیں۔ کہتی ہیں ایک روز رات کو 10 بجے کے قریب مَیں اپنے کچن کی کھڑکی سے حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ کی بیٹی سے باتیں کر رہی تھی۔ اس وقت حضرت مولوی صاحب کے گھر سے کچھ کوٹنے کی آواز آئی۔ مَیں نے اپنی دوست سے کہا یہ کیا تمہارے گھر سے کوٹنے کی آواز آ رہی ہے۔ دوسرے کمرے میں ماموں موجود تھے جنہوں نے یہ بات سن کر یکدم اتنی زور سے ڈانٹا کہ وہ تمہارے ہمسائے ہیں نہ جانے کس ضرورت کے تحت کچھ کوٹ رہے ہوں گے۔ امتہ الرؤف کہتی ہیں مَیں نے ابا کو کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا۔ یہ خود گھبرا کر نماز پڑھنے لگیں۔ اور رو رو کر اللہ سے معافی مانگی کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ابّا نے مجھے اتنا ڈانٹا ہو مجھ سے کوئی بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔

ممانی کہتی ہیں کہ دسمبر کے مہینہ میں پاکستان کے لوگوں کے ہاتھ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی جانب سے فرمائشیں موصول ہوتی تھیں۔ جلسے پر کام کا بھی بہت رش ہوتا تھا۔ کہنے لگیں ایک دن میں نے کاموں سے گھبرا کر ماموں کو کہا کہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے اتنی مصروفیت ہے۔ ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ماموں نے میرے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر آگے بات کرنے سے منع کر دیا۔ کہنے لگے آگے کچھ نہ کہنا، یہ نہ ہو کہ تمہارے کہے گئے کسی لفظ سے خدا مجھے خاندان مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت سے محروم کر دے۔

نومبر 1965ء میں اپنے عظیم باپ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات کی خبر ریڈیو پاکستان سے ملی۔ نہ کوئی بہن بھائی پاس اور نہ ہی کوئی اور رشتہ دار کہ غم بانٹ سکیں۔ گھر افسوس کے لئے آنے والوں سے بھر گیا۔ لوگوں سے فرمانے لگے کہ یہ وقت افسوس کا نہیں جاؤ اور جا کر دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ یہ وقت جماعت پر آسان کر دے۔ پھر جون 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات ہوئی۔ باہر سے

آئے کچھ لوگ پاکستان جارہے تھے کہ جنازہ میں شامل ہوسکیں۔خود ویزہ نہ ہونے کی وجہ سے تشریف نہیں لاسکتے تھے۔ بیعت کی بھی بہت جلدی تھی کہ کہیں پیچھے نہ رہ جاؤں۔خلافتِ رابعہ کا انتخاب ابھی ہوا نہ تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ (بغیر نام لکھے) کے نام بیعت کا خط لکھا۔اپنے اوراپنے اہلِ خانہ کے دستخط کروائے اور پاکستان بھجوادیا کہ جس کا انتخاب ہو اس کا نام لکھ کر دے دینا۔

خلافت سے عقیدت اور محبت کا واقعہ گو کہ تکلیف دہ ہے لیکن اپنے اندر بیشمار جذبے سمیٹے ہوئے ہے۔ 1986ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے کسی شخص کی دفتری معاملے کی شکایت پر ماموں کو تین ماہ کے لئے خدمات سے سبکدوش کردیا۔ممانی کہتی ہیں کہ میرا ان کے ساتھ 55 سال کا ساتھ تھا لیکن مَیں نے ان کو کبھی اتنا پریشان نہیں دیکھا۔دنوں ہفتوں میں وزن گر کر آدھا رہ گیا۔دل میں جانتے تھے کہ بیگناہ ہوں لیکن اپنے آپ کو گناہگار سمجھ کر خلیفۃ المسیح سے معافی کے طلبگار رہے۔جماعتی جلسوں میں شرکت کرتے تو سر جھکا کر ایک طرف بیٹھ جاتے۔گھنٹوں سجدے میں پڑے رہتے وجود پگھل پگھل کر بہتا رہتا۔حضرت خلیفۃ المسیح کا دل بھی اپنے اس درویش بھائی کی خاطر نہ جانے کس حال میں ہوگا۔لیکن خلافت کے منصب نے انصاف کے تقاضے پورے کرنا تھے۔اور خلافت کا یہ پیروکار معافی مانگتا رہا۔ایسی مثال مسیح آخرالزماں کی جماعت کے علاوہ روئے زمین پر کہیں نہیں مل سکتی۔ بالآخر شکایت غلط ثابت ہوئی اور خدا تعالیٰ نے بریت کے سامان کردیئے۔

2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بھی قادیان جلسہ کے لئے تشریف لائے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ماموں کے سارے بچے بھی اکٹھے موجود تھے۔ایک دن طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ایک بچی کو بلا کر کہنے لگے کہ دُعا کرو کہ اگر میرا وقت آچکا ہے تو ابھی پورا ہوجائے تا کہ حضور میری نمازِ جنازہ پڑھائیں اور تمام بچے شامل ہوسکیں۔ کہتے تھے کہ تمام عمر اکیلا رہا ہوں میری خواہش ہے کہ جب موت آئے تو سارے بچے میرے پاس ہوں۔ماموں کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ خواہش بھی پوری کر دی۔وفات سے پہلے تمام بچے پہنچ چکے تھے۔

قادیان کی رونق آج کل ہمارے گھر ہے۔چند ماہ سے ممانی پاکستان آئی ہوئی ہیں۔اس باہمت اور

حوصلہ مند خاتون کو دیکھ کر ہمیں حوصلہ ہوتا ہے۔خرابی صحت اور عمر زیادہ ہونے کے باوجود زندگی سے قریب تر ہیں۔کبھی چپکے سے ہماری آنکھ بچا کر گرتے ہوئے آنسوؤں کو سنبھال لیتی ہیں۔جو اندر گرتے ہوں گے وہ نظر نہیں آتے۔

(ہفت روزہ بدر قادیان، جلسہ سالانہ نمبر دسمبر 2007ء)

خوش بخت جاں نثار

(حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے وصال پر)

باغِ احمد کا گل عذار گیا
قوم کا ایک شہسوار گیا
ہر خلیفہ کا دستِ راست رہا
اور خلافت پہ جان وار گیا
کر کے الدّار کی نگہبانی
کامیاب ایک پہریدار گیا
قابل رشک اس کی درویشی
زندگی عجز سے گزار گیا
ہر کسی کو گلے لگاتا تھا
غم کے ماروں کا غمگسار گیا
جو بھی آیا مسیح کا مہماں
لطف سے اس کے زیر بار گیا
اس کی رحلت پہ ہر زباں پر تھا
کیسا خوش بخت جاںنثار گیا
برزبانِ حضور ذکر اس کا
ہے گواہی کہ کامگار گیا

(عطاء المجیب راشد لندن)

پروفیسر سیّدہ نسیم سعید صاحبہ، لاہور

(i) حضرت میاں صاحب بہت خوبیوں کے حامل تھے

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو اپنے عظیم دادا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تبلیغ ورثہ میں ملی تھی جس کو خلفاء کی سرپرستی، رہنمائی اور دعائیں مزید سے مزید صیقل کرتی رہیں اور آپ کی وفات تک بھارت میں تقریباً سات کروڑ احمدی ہو چکے ہیں۔ الحمدللہ۔ آپ تبلیغ کا کوئی موقع جانے نہیں دیتے تھے۔

(ii) نظام جماعت کی پابندی

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی شفقتیں اور محبتیں اور رشتہ داریاں اپنی جگہ لیکن ہر کام نظام جماعت کے تابع کرتے۔ ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب کی بڑی بیٹی سارہ برکات جس نے نیویارک یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ رشتے کے سلسلہ میں ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب نے اپنی بہن سیّدہ نسیم سعید کو خط لکھا۔

الفضل میں حضور کی ناسازی طبع کی وجہ سے ملاقاتیں بند ہونے کی اطلاع شائع ہو چکی تھی۔ بھائی کی ایک اہم ذمہ داری کے پیش نظر دعائیں کرتی جب راولپنڈی سے ربوہ قصر خلافت پہنچی۔ حضرت بیگم صاحبہ کی خدمت میں اجازت کیلئے درخواست کا خط دیا کہ آپ حضور کی خدمت میں پیش کر دیں میں کل پھر حاضر ہو جاؤں گی حضرت بیگم صاحبہ نے فرمایا ٹھہرو میں پوچھ کر بتاتی ہوں دو ہی منٹ میں حضرت بیگم صاحبہ نے مجھے اندر بلا لیا۔ حضور تشریف لائے اور فرمایا میں نے اُن کے خط پر اجازت لکھ دی ہے پڑھ لو اور ابھی ناظر درویشانِ قادیان کے دفتر جا کر اجازت نامہ لے لو اور ابھی برکات صاحب کو اجازت کا تار دے دو۔ ناظر صاحب کی طرف سے بھی صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو اجازت کا تار مل گیا۔

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے سارہ کا نکاح قادیان میں پڑھایا۔ شادی اور ولیمے کے تمام انتظامات قادیان میں صاحبزادہ صاحب نے خود کروائے۔ حضرت میاں صاحب کی بیگم صاحبہ محترمہ آپا امۃ القدوس صاحبہ نے دلہن کو غرارے اور جوڑے پر گوٹا دلہن کی والدہ کے ساتھ ملکر لگایا۔ محترمہ بیگم

صاحبہ اور آپ کی صاحبزادی نے سارہ کو دلہن بنایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گول کمرے کو سجایا اور دولہا دلہن کو ٹھہرایا۔ آپ کی یہ شفقت اور محبت ہمیشہ یاد رہے گی۔

مکرم حضرت مرزا وسیم احمد صاحب خود صائب الرائے ہونے کے باوجود اچھی تجاویز کا بھی خیر مقدم کرتے تھے۔

(iii) ایک فکر مند دل

مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خاندان مسیح موعودؑ کی نمائندگی کے طور پر واقف زندگی کی حیثیت سے 5 مارچ 1948ء کو قادیان بھیجا اور پھر آپ نے تاوفات اس عہد درویشی کو نہایت تقویٰ کی اعلیٰ راہوں پر چلتے ہوئے گزارا۔

آپ ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان تھے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب وزیر خارجہ پاکستان سرکاری کام سے نومبر 1950ء میں بھارت آئے اور قادیان بھی گئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے بھی ملاقات میں حالاتِ حاضرہ پر بات چیت ہوئی حضرت میاں صاحب کو ایک فکر مند حساس دل ورثہ میں ملا تھا۔ آپ نے حضرت چوہدری صاحب سے کہا دہلی میں جماعت بہت مختصر رہ گئی ہے ان سے ضرور ملیں تا کہ ان کا حوصلہ بلند ہو۔ اور مکرم مولانا بشیر احمد صاحب امیر جماعت دہلی اور نائب امیر سید برکات احمد صاحب کو پیغام بھیجا کہ حضرت چوہدری صاحب آئے ہوئے ہیں فلاں تاریخ کو احمدیوں کو لیکر اُن سے ملنے جائیں۔ چنانچہ چوہدری صاحب تمام احمدیوں سے ملکر بہت خوش ہوئے سب سے فرداً فرداً ان کا اور ان کے عزیزوں کا حال پوچھا۔ سب احمدی بھی اس ملاقات سے خوش تھے اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کیلئے دعا گو کہ انہوں نے اس ملاقات کا موقع فراہم کروایا۔

(یہ روایت پروفیسر سیّدہ نسیم سعید نے ارسال کی جو اُن کے بھائی ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب نے سنائی)

(iv) حضرت میاں صاحب بے حد حساس اور قدر دان تھے

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بہت ہمدرد، دعا گو قدر دان عالی پایہ کے منتظم اور دور اندیش

تھے۔ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب جو کینسر سے بیمار تھے میاں صاحب ہمیشہ انہیں تسلی اور دعاؤں کے خط لکھتے۔ سید برکات احمد صاحب زندگی کے آخری مہینے میں نیو یارک سے ہمدرد وقف کے گیسٹ ہاؤس دہلی میں آ گئے تھے۔صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب انکی وفات سے دس روز پہلے عیادت کیلئے آئے۔ بعد میں بتایا کہ برکات صاحب کا دماغ اُسی طرح تیزی سے کام کر رہا تھا لیکن حالت بہت نازک تھی۔ جس کے پیش نظر مشنری انچارج دہلی کو آخری وقت کیلئے ضروری ہدایات دے گئے۔

(۷) آپ عزت افزائی فرماتے

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کی بہت سی خوبیوں سے وافر حصہ پایا جن میں سے چند کا ذکر جن کا مجھے خود تجربہ ہے تحریر کر رہی ہوں۔

میرے والد ڈاکٹر سیّد شفیع احمد محقق دہلوی صحابی۔حضرت اماں جان کی پھوپھی کے بیٹے تھے۔حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ہم سب بہنوں بھائیوں سے رشتہ داری نبھاتے تھے۔آپ کے حسن اخلاق کی چند مثالیں تحریر ہیں:

میرے میاں محمد سعید احمد صاحب انجینئر کی پوسٹنگ راولپنڈی میں تھی۔جنوری 1987ء میں ہم نے اپنے دوسرے بیٹے طارق سعید کی شادی کی حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔شادی سے ایک دن پہلے شام کو ٹیلیفون کی گھنٹی بجی میں نے ٹیلیفون اُٹھا کر ہیلو کہا دوسری طرف سے آواز آئی ''السلام علیکم میں وسیم احمد بول رہا ہوں'' میں ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ کون وسیم احمد کہ انہوں نے کہا ''چھوٹی آپا آپ کے بیٹے کی شادی میں آ رہی تھیں میں نے سوچا میں بھی چلتا ہوں آپ نے تو مجھے نہیں بلایا۔کیا میں آ جاؤں؟ میں خوشی اور حیرت کے ملے جلے لہجے میں بولی زہے قسمت میاں صاحب آپ ضرور تشریف لائیں یہ تو ہمارے لئے دوہرے اعزاز کی بات ہے ہم آنکھیں فرش راہ کئے ہوئے ہیں۔ پھر سب کی خیریت پوچھتے رہے۔ سید صاحب کہیں گئے ہوئے تھے۔آئے تو میں نے بتایا یہ اور گھر کے تمام افراد بے حد خوش۔



۲۰۰۱ء میں مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ کے افتتاح کے موقع پر نتھا سنگھ دالم ایم ایل اے کے ہمراہ



۲۰۰۱ء میں گجرات میں آئے زلزلہ کے بعد ریلیف کا سامان روانہ کرتے ہوئے



جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۵ء میں معائنہ کارکنان کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ساتھ



حضرت صاحبزادہ صاحب کے جی ہولی ہارٹ پبلک اسکول پھیرومان پنجاب کی تقریب تقسیم انعامات میں بحیثیت مہمان خصوصی



پنجاب کانفرنس میں حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کا استقبال



تربیتی کیمپ نومبائعین پنجاب ہماچل و ہریانہ کے اختتامی اجلاس میں حضرت میاں صاحب بچوں کو انعامات تقسیم کرتے ہوئے



2001ء میں صوبہ ہماچل کے چمبہ شہر میں پریم کمار دھومل چیف منسٹر ہماچل
اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب غرباء کو امداد تقسیم کرتے ہوئے



20 اکتوبر 1999ء کانفرنس تھراج کے موقعہ پر پادری صاحب کو اعزاز دیتے ہوئے

بارات کی روانگی سے قبل حضرت سیّدہ چھوٹی آپا، حضرت میاں صاحب مع بیگم صاحبہ ہماری کوٹھی تشریف لے آئے اور آپ کی سربراہی میں دعا سے بارات سروسز کلب روانہ ہوئی۔ شادی میں تلاوت، نظم اور امیر صاحب کی مختصر تقریر کے بعد حضرت میاں صاحب نے دعا کروائی اور دلہا کو سلامی بھی دی۔

دوسرے دن ولیمے میں بھی شرکت کرنی تھی لیکن اچانک فون آ گیا اور ربوہ کسی ضروری کام سے جانا پڑ گیا۔ آپ کی اچانک شرکت نے سب احمدیوں کے دل میں آپ کی نہایت درجہ قدر و منزلت بڑھا دی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ آمین۔

(vi) آپ خود ملنے تشریف لے آتے

جس طرح حضرت اماں جانؓ قادیان سے باہر جب کہیں تشریف لے جاتیں۔ وہاں رہنے والے اپنے عزیزوں اور قریبی ملنے والوں کے گھر خود ملنے تشریف لے جاتیں اور قادیان میں رہنے والے ان کے حال احوال تفصیلاً بتاتیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا بھی یہی طریقہ اور دستور تھا۔

دسمبر 1988ء میں ہم راولپنڈی سے لاہور چھاؤنی اپنے ذاتی بنگلے میں آخر مستقل رہائش پذیر ہو گئے اور میاں صاحب کو لاہور آنے پر سعید صاحب نے دعا کیلئے دعوت پر بلایا اور بہت سے احباب بھی بلائے۔ حضرت میاں صاحب مع بیگم صاحبہ تشریف لائے۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ سب ہی مہمان حضرت میاں صاحب کی ایمان افروز باتوں سے فیضیاب ہوئے۔ بعد میں آپ نے لمبی دعا کروائی۔

پھر ہمیشہ ہی جلسہ قادیان کے بعد جنوری کبھی فروری میں صاحبزادہ میاں صاحب مع بیگم صاحبہ اپنے بھائیوں بہنوں عزیزوں سے ملنے لاہور اور ربوہ کچھ عرصہ کیلئے آتے لاہور پہنچتے ہی دوسرے روز ٹیلیفون کرتے میں وسیم احمد بول رہا ہوں کیا حال ہے فلاں وقت ملنے آؤں گا۔ سعید صاحب عرض کرتے ہم حاضر ہو جاتے ہیں آپ فرماتے نہیں میں آؤں گا۔ سعید صاحب ملاقات پر قادیان کی بچپن کی باتیں یاد کراتے اور آپ فرماتے آپ کو خوب یاد ہیں کبھی دعوت الی اللہ کے ایمان افروز واقعات بتاتے۔

حضرت میاں صاحب ہمارے گھر تشریف لا رہے تھے۔ ہم نے سوچا کہ حضرت میاں صاحب سے

برکت اور دعا کیلئے اپنے بڑے پوتے باسل سعید کی آمین بھی کروا لیتے ہیں۔آپ تشریف لائے تو سعید صاحب نے بتایا کہ اگر چہ ہم بڑے پیمانے پر باسل کی آمین کر چکے ہیں لیکن آپ سے برکت اور دعا کیلئے ہم دوبارہ آمین کرنا چاہتے ہیں آپ نے ہنس کر فرمایا ہاں میری آمین بھی دو مرتبہ ہوئی تھی۔ پھر آپ نے باسل سعید سے قرآن کریم کا کچھ حصہ اور تینوں قل پڑھوائے۔

اور لمبی پرسوز دعا کروائی۔ اور اپنے ہاتھ سے برکت کیلئے لڈو باسل کو کھلایا اور سو سو روپئے کے تین نوٹ باسل کو دیئے۔آمین کی ایک تصویر شامل ہے۔

(vii) آپ کی عاجزی اور وضع داری

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب میں بہت عاجزی اور وضع داری تھی۔ مخاطب کو ہمیشہ عزت سے بلاتے تھے۔ میرے والد ڈاکٹر سید شفیع احمد صاحب محقق دہلوی حضرت اماں جانؓ کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے تھے گویا حضرت میر ناصر نواب صاحب کے بھانجے اس طرح آپ کے رشتہ دار بھی تھے ہر لحاظ سے مجھ سے بڑے تھے لیکن مجھے آپا کہہ کر بات کرتے تھے اگر چہ میں لحاظ کے مارے پردے کے پیچھے سے بات کرتی تھی۔ دہلی میں آپ کی ملاقات اگر میرے بھائی ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب مرحوم کی بیوی یا بیٹی۔ بیٹے سے ہوئی ہوتی تو ضرور ان کا حال احوال بتاتے اُن کا آپ کے پاس کوئی خط آتا یا کوئی مسئلہ ہوتا سب کچھ بتاتے۔ آپ میں یہ بڑی خوبی تھی کہ ملنے والے سے اُس کی دلچسپی کی بات کرتے جس سے دلوں میں آپ کی عزت اور مقام پہلے سے بھی بڑھ جاتا۔

جب آپ کینیڈا تشریف لے گئے وہاں میرے بھائی سید مبشرات احمد صاحب حضرت میاں صاحب سے جلسے پر ملے۔ میاں صاحب بہت شفقت اور محبت سے ملے اور بتایا کہ آپ کے بہنوئی محمد سعید احمد صاحب نے اپنے بنگلے میں توسیع کر لی ہے جس کیلئے مجھے مدعو کر کے دعا بھی کروائی۔ ایک بڑا گیسٹ روم بھی بنایا ہے اور بہ اصرار مجھے کہتے تھے کہ اب آپ اور بیگم صاحبہ لاہور آنے پر میرے گھر بھی قیام کیا کریں۔ اور بہت سی اور باتیں بھی بتائیں۔ بھائی کا کینیڈا سے فون آیا انہوں نے مجھے حضرت میاں صاحب کی باتیں بتائیں میں تو خوشی اور حیرت سے گنگ ہوگئی کہ کمال ہے حضرت میاں صاحب لوگوں

کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں میں کیسے شریک ہوتے ہیں۔

(viii) علم کے قدردان

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب خود عالم تھے اور علم کے قدردان اور اس کی ترویج میں کوشاں رہتے۔

میرے بھائی سید حسنات احمد صاحب ایڈیٹر اخبار ''نیو کینیڈا'' میرے والد ڈاکٹر سید شفیع احمد محقق دہلوی کی علمی تبلیغی اور تحقیقی کتب کو دوبارہ شائع کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ سب ناپید ہو چکی تھیں حتّٰی کہ ہمارے پاس بھی نہیں تھیں۔ تقسیم ملک کے وقت ہم بمشکل اپنی جانیں بچا کر پاکستان پہنچے تھے۔ چنانچہ بھائی سید حسنات احمد صاحب نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے خط میں درخواست کی کہ خلافت لائبریری قادیان میں ڈاکٹر سید شفیع احمد محقق دہلوی کی جو کتابیں بھی ہیں وہ براہِ کرم مجھے کینیڈا بھجوا دیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان کی فوٹو اسٹیٹ کروا کے خلافت لائبریری قادیان کو واپس کردوں گا۔ حضرت میاں صاحب کو اس علمی، تحقیقی اور تبلیغی کام کی اہمیت کا علم تھا ایک مرتبہ آپ نے میرے میاں، محمد سعید احمد صاحب سے ان کتابوں کی دوبارہ اشاعت کا بھی فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے علم کی قدردانی کرتے ہوئے موجود کتابیں سید حسنات احمد صاحب کو کینیڈا بھیج دیں جو فوٹو اسٹیٹ کروا کے حسب وعدہ حضرت میاں صاحب کو واپس قادیان بھیج دی گئیں جن کی باری باری اب اشاعت ہو رہی ہے۔ اور یہ حضرت میاں صاحب کا پوری شفیع فیملی پر ایک بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے دارین عطا فرمائے۔ آمین۔

(ix) خلافت کے انتہائی فدائی

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب خلافت کے انتہائی فدائی تھے۔ 1991ء کے جلسہ قادیان پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لے گئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے یقیناً رات دن ایک کر کے تمام انتظامات کئے ہوں گے پھر بھی دیکھنے والے یہ دیکھ رہے تھے کہ میاں صاحب بے چین فکرمند کبھی ادھر کے انتظامات دیکھنے جا رہے ہیں ذرا دیر کو اسٹیج پر آ کر حضور کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں پھر کچھ دیکھ کر کسی کام کسی انتظام کیلئے ہدایات دینے چلے جاتے ہیں۔

اِسی طرح جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 2005ء میں بھارت تشریف لے گئے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی طبیعت خراب تھی اُس کے باوجود آپ نے نہایت اعلیٰ انتظامات کئے دہلی امرتسر اور قادیان میں فقید المثال تاریخی استقبال ہوئے کہ MTA دیکھنے والے خود کو بھی وہاں شامل سمجھ رہے تھے۔ جلسے کے دوران میاں صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی پھر بھی آپ حضور کی معیت کیلئے اسٹیج پر آ گئے بلکہ حضور نے فرمایا کہ آپ جائیں آرام کریں۔ قادیان میں حضور کے معائنے میں ساتھ ساتھ رہے۔ غیروں کی تقریبات میں حضور کے ساتھ رہے۔ پھر واپسی میں دہلی اور امرتسر ہر جگہ میاں صاحب حضور کے ساتھ ساتھ رہے۔ خلافت کی اطاعت و محبت گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ وہ حضور کے ساتھ نہ چلیں۔ چھڑی کے سہارے چلنے کی پوری کوشش کرتے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ رک کر آپ کا انتظار کرتے حضور کچھ پوچھتے تو آپ سراپا اطاعت و محبت بن کر عاجزی سے مؤدب ہو کر جواب دیتے۔ حالانکہ آپ رشتے میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماموں تھے لیکن یہاں تو خلیفۂ وقت اور ایک مؤدب وفا شعار خادم کا تعلق تھا حضرت میاں صاحب سراپا شمع خلافت کے دیوانے اور پروانے تھے۔ الغرض ؎

وہ مقاماتِ مقدس کا محافظ پہلواں　　ناز ہی کرتا رہے گا اُس پہ تو دارالاماں
سختیاں، تنہائیاں، کٹھنائیں سب جھیل کر　　ہر فرض اُس نے نبھایا اپنی جاں پہ کھیل کر
یہ اطاعت صبر کی قربانیوں کی داستاں　　کیسے ہوں اوصاف اُس کے چند لفظوں میں بیاں

(ہفت روزہ بدر قادیان، جلسہ سالانہ نمبر دسمبر 2007ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی حسین یادیں

(عبدالرشید آرکیٹیکٹ، لندن)

امسال خاکسار مارچ کے پہلے ہفتے سے لے کر اپریل کے پہلے ہفتے تک قادیان میں جماعتی کاموں کے لئے گیا ہوا تھا۔ 2/اپریل کو لندن واپس آنے کے لئے قادیان سے روانہ ہوا۔ آخری دن میاں وسیم احمد صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔ معمول کے مطابق بیت الدعا کے ساتھ جو بیٹھنے والی جگہ ہے۔ وہاں بیٹھ کر 10/15 منٹ تک مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ جب جانے کے لئے اجازت مانگی تو آپ نے اُٹھ کر معانقہ کیا پھر اپنے سادہ مخصوص انداز میں کہنے لگے۔ چوہدری صاحب قادیان میں بہت کام کرنے والے ہیں۔ جلد واپس آنے کی کوشش کرنا۔ کیا علم تھا کہ میری یہ میاں وسیم احمد صاحب سے آخری ملاقات ہوگی۔ واپس لندن آ کر خاکسار ہفتے میں ایک بار ضرور میاں وسیم احمد صاحب سے خیریت پتہ کر لیتا تھا۔ 24/اپریل بروز منگل جب میاں صاحب کو فون کیا تو کہنے لگے طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ ہلکا سا بخار ہے۔ اس لئے دفتر کا کام گھر لے آیا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ میاں صاحب کام ہوتے رہیں گے۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے اور اپنا خاص خیال رکھیں۔ دُعا کی درخواست کرتے ہوئے بات چیت ختم ہوگئی۔ کیا پتہ تھا کہ میاں وسیم احمد صاحب سے یہ میری آخری بات چیت ہوگی۔

25/اپریل بروز بدھوار شام کو مکرم برادرم منصور احمد صاحب چیمہ کا قادیان سے فون آیا کہ میاں صاحب کی حالت اچانک خراب ہوگئی تھی۔ صبح ان کو امرتسر میں ہسپتال میں داخل کروا دیا تھا۔ لیکن طبیعت اب بہت خراب ہوگئی ہے۔ اور coma کی حالت طاری ہے۔ حالت تشویشناک ہے۔ ان کے لئے دعا کی درخواست کی۔ یقین نہیں آتا تھا۔ ابھی ایک دن پہلے ان سے ٹیلیفون پر بات ہوئی تھی۔

30/اپریل بروز سوموار مکرم برادرم چوہدری عبدالواسع صاحب نے قادیان سے فون پر بتایا کہ میاں وسیم احمد صاحب کل رات (29 اپریل) امرتسر ہسپتال میں وفات پا گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خاکسار کی پہلی ملاقات میاں وسیم احمد صاحب سے 1966ء میں ہوئی۔ جب خاکسار ربوہ کے جلسہ

سالانہ میں شمولیت کے بعد دو دن کے لئے قادیان بھی چلا گیا۔ واہگہ بارڈر کراس کر کے بس کے ذریعہ امرتسر سے ہوتا ہوا عصر کے قریب قادیان پہنچا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن صاحب جٹ ؓ ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی تھے۔ ان سے ملاقات کے بعد میاں وسیم احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اگلے دن واپسی کی وجہ سے بیت الدعا میں نوافل ادا کرنے کے لئے کوئی ٹائم سیٹ نہیں ہو رہا تھا۔ میاں صاحب سے اس مشکل کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے۔ آپ فکر نہ کریں۔ آپ کی رہائش کا انتظام بیت الذکر میں کر دیتا ہوں۔ آپ وہیں آرام بھی کریں اور دعائیں بھی کریں۔ اگلے دن قادیان سے لاہور کے لئے جلدی نکلنا تھا۔ کیونکہ واہگہ بارڈر ان دنوں جلدی بند ہو جاتا تھا۔ روانگی سے قبل مہمان خانہ سے خاص روٹیوں کا انتظام کروایا تا کہ تبرک کے طور پر رشتہ داروں کے لئے بھی لے جاؤں۔ پھر امرتسر تک جانے کے لئے کار کا انتظام بھی کروا دیا۔ پہلی ملاقات اتنی شفقت اور محبت، یہ محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ میں کسی غیر ملک میں ہوں بلکہ ایسا لگتا تھا کہ میری میاں وسیم احمد صاحب سے مدت سے واقفیت ہے۔ بہت ہی پیار کرنے والے انسان تھے۔

پھر 20 سال کے لمبے وقفہ کے بعد 1986ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خاکسار کو دہلی مسجد کی تعمیر کے لئے ہندوستان بھجوایا۔ پنجاب میں فسادات کا دور تھا۔ اس لئے باوجود کوشش کے قادیان کا ویزا نہ مل سکا۔

دہلی میں مسجد مکمل ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے قادیان میں عمارات کا ایک نیا دور شروع کیا۔ خاکسار ان پراجیکٹس کے ڈیزائن اور تعمیر کی دیکھ بھال کے لئے لندن سے سال میں دو دفعہ اور بعض دفعہ تین بار بھی جاتا رہا۔ اس وقت سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس طرح پچھلے 20 سال سے مسلسل مجھے وسیم احمد صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ بہت ہی خوش اخلاق اور ملنسار انسان تھے۔

1987ء میں ایک لمبے وقفے کے بعد جماعتی کاموں کے لئے قادیان گیا۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔ میاں وسیم احمد صاحب نے خاکسار کو اپنے پاس پہلی منزل پر اس کمرہ کے ساتھ والے کمرے میں رکھا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی تصنیف فرمائی تھی۔ لندن واپس آ کر جب

خاکسار نے اپنے رہائشی کمرہ کے متعلق حضور کو بتایا۔ تو حضور نے فرمایا۔ یہ تو میرا کمرہ ہوا کرتا تھا۔ میرے لئے ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور شام کا کھانا سب گھر سے میاں صاحب تیار کر کے بھجواتے۔ دن میں ایک بار ضرور خود آ کر پوچھتے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟

1989ء میں صد سالہ جشن کا موقع تھا۔ اس سال مہمانوں کی بڑی تعداد غیر ممالک سے قادیان جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے آئی۔ اس سال میاں وسیم احمد صاحب نے خاکسار اور میری اہلیہ حلیمہ رشید صاحبہ کی رہائش کا انتظام از راہِ شفقت بیت الریاضت میں کیا۔ یہ وہ کمرہ ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 8/9 ماہ روزے رکھے تھے۔

یہ ہماری بہت خوش قیمتی اور ایک بڑا اعزاز تھا۔ جو میاں وسیم احمد صاحب نے ہمیں دیا۔ جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

1989 میں غیر ملکی مہمانوں کے غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے بہت سارے نئے بستر اور دوسرا سامان جلسہ سالانہ کے لئے خریدنا پڑا۔ یہ سامان امرتسر سے خریدا جاتا تھا۔ یہ ساری خرید مکرم میاں وسیم احمد صاحب خود کرتے تھے۔ اکثر خاکسار کو بھی ساتھ لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ میاں صاحب امرتسر کی چھوٹی چھوٹی گلیوں میں گھنٹوں پیدل جماعت کے لئے سستا سامان خریدنے کے لئے صرف کرتے۔ بہت محنت اور تکلیف صرف جماعت کے مفاد کے لئے برداشت کرتے اور معاملہ میں جماعت کا مفاد مقدم رکھتے۔ رقم کے لین دین اور حساب رکھنے میں بہت ماہر تھے۔ ایک رجسٹر رکھا ہوا تھا۔ جس میں آمد اور خرچ خود اپنے ہاتھوں سے درج کرتے۔ غلطی کا کوئی امکان ہ تھا۔ جو حساب کتاب کا ایک Perfect نظام میاں وسیم احمد صاحب نے رکھا ہوا تھا۔ وہ ایک Chartered Accountant بھی نہیں رکھ سکتا۔

میں نے اپنی کتاب ''میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان'' میں وہ ایسے واقعات درج کئے ہیں جن کی نشاندہی میاں وسیم احمد صاحب نے کروائی۔ بٹالہ اور قادیان کے درمیان بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیدل سفر کیا کرتے تھے۔ ان دونوں قصبوں کے درمیان ایک مقام ہے جہاں ایک برگد کا درخت

ہوتا تھا اور نلکا بھی لگا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سفر کے دوران بعض دفعہ ظہر یا عصر کی نماز یہاں ادا فرمایا کرتے تھے۔ مکرم میاں صاحب نے اس جگہ کی نشاندہی کرواتے ہوئے یہاں فوٹو بھی بنوائی جس کو کتاب میں ریکارڈ کر لیا گیا۔

حضرت اماں جانؓ کی رہائش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد بیت الذکر میں رہی۔ مسجد مبارک کے نیچے جو گلی مسجد اقصیٰ کو جاتی ہے۔ وہاں دیوار پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جب مسجد اقصیٰ سے نماز سے فارغ ہو کر گھر جاتے۔ تو یہاں دیوار پر اپنی چھڑی مارتے اور اوپر حضرت اماں جانؓ آواز سن کر فرماتیں کون؟ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جواب میں عرض کرتے آپ کا خادم نورالدین۔ مکرم میاں وسیم احمد صاحب نے یہ قصہ خاکسار کو بتایا۔ اور کتاب میں ریکارڈ کر لیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ دیوار پر چھڑی اس لئے مارتے کہ اگر حضرت اماں جانؓ کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔ تو بتادیں۔

آپ مہمانوں کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ جب بھی خاکسار قادیان آتا۔ میرے لئے واہگہ بارڈر پر کار بھجوا دیا کرتے تھے۔ پھر ان کو اندازہ تھا کہ کتنے وقفے کے بعد مہمان دارالضیافت میں پہنچ جائے گا اس کے مطابق ناظم ضیافت سے ٹیلیفون پر مہمان کی آمد تک پتہ کرتے رہتے۔ ایک موقعہ پر جب خاکسار قادیان کے لئے روانہ ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاکسار کو فرمایا کہ اس دفعہ آپ آرکیٹیکٹ کی حیثیت سے ہی نہیں قادیان جا رہے آپ میرے نمائندہ کے طور پر بھی کام کریں گے اور کچھ زائد کام کے متعلق ہدایات فرمائیں۔ میرے اس زائد کام کے متعلق فیکس میاں وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ کو چلی گئی۔ اس دفعہ جب خاکسار واہگہ بارڈر سے قادیان میں مہمان خانہ میں پہنچا۔ ابھی کمرہ میں اپنا سامان وغیرہ سیٹ کر رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں نے جب دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ باہر میاں وسیم احمد صاحب اور ملک صلاح الدین صاحب کھڑے ہیں۔ میں دیکھ کر حیران ہو گیا۔ میں نے اندر آنے کی درخواست کی۔ فرمانے لگے۔ پتہ کرنا تھا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتادیں۔ میں نے کہا کمرہ میں ہر چیز موجود ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ پھر اتنا کہہ کر کہ آپ لمبا سفر کر کے آئے ہیں۔ تھک گئے ہونگے۔ اب آپ آرام کریں۔ بعد میں میں سوچتا رہا کہ میاں وسیم احمد صاحب کو اس بار

میرے آنے پر مہمان خانہ میں میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی۔غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ چونکہ خاکسار اس دفعہ خلیفۃ المسیح کے نمائندہ کی حیثیت سے بھی تھا۔اس لئے میاں وسیم احمد صاحب نے یہ ضروری خیال کیا کہ پہلی فرصت میں خاکسار کو خود مہمان خانہ میں ملنے کو آئے۔یہ تھا جماعتی نظام کی وفاداری اور خلیفہ وقت کے ارشاد کی فوری اطاعت کا اعلیٰ نمونہ جو آپ نے پیچھے چھوڑا ہے۔

ہندوستان کی تقسیم کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو قادیان میں رہنے کا حکم فرمایا۔اس وقت آپ نوجوان تھے۔ ہر قسم کی مالی تنگی قبول کر کے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر عزیز واقرباء کی محبت اور صحبت کو چھوڑ کر نصف صدی سے زیادہ عرصہ صبر اور استقلال سے آپ نے قادیان میں گزارا۔جب کبھی 1947ء کے بعد کے حالات کے متعلق پوچھا جاتا تو کہتے حالات کیا بتائیں۔اس وقت ہر رات ہماری آخری رات ہوتی تھی۔غیر مسلم ہر وقت ہمیں قتل کرنے اور قادیان سے نکالنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔اور اگر خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہمارے ساتھ نہ ہوتی تو ہمارے لئے ایک دن بھی زندہ رہنا محال تھا۔اب خدا کے فضل سے حالات میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے۔اب جب کبھی درویشوں کی دعوت کی جاتی تو ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ جب معدہ نوجوان تھا تو پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ اب معدہ بوڑھا ہو چکا ہے اتنا کھا نہیں سکتے اور آپ شاندار کھانے ہمارے سامنے رکھ دیتے ہو۔ جمعہ کے دن حضور کا خطبہ سننے کے لئے ہر پروگرام ملتوی کر دیتے۔اور ہر صورت میں Direct خطبہ کو ترجیح دیتے۔ایک دفعہ خاکسار نے رمضان کے مہینے میں درویشوں کی افطاری کا انتظام کیا۔جب ہم افطاری کا انتظام کر چکے تو آخری وقت میں میاں صاحب کا پیغام آگیا کہ وہ نہیں آسکتے۔میں نے وجہ دریافت کروائی تو پتہ چلا کہ عین افطاری کے وقت MTA پر حضور کا Live خطبہ آ رہا ہے۔جب خاکسار نے میاں صاحب کو پیغام بھجوایا کہ افطاری کے ساتھ Live خطبہ سننے کا بھی انتظام ہے تو تب افطاری پر تشریف لائے۔

نظام خلافت اور خلیفہء وقت کے ساتھ گہری محبت رکھتے تھے۔خلیفہ وقت کی طرف سے اگر کوئی ارشاد آتا تو فوراً اس پر عمل کی ہدایت کرتے۔مزید اس پر بحث کا دروازہ سختی سے بند کر دیتے۔ایک دفعہ خاکسار کو

دارالمسیح میں ایک چھوٹے سے کام کے لئے اندازہ خرچ تیار کرنے کو فرمایا۔ جب یہ اندازہ خرچ تیار ہو گیا۔تو حضورانور کی منظوری کے لئے لندن بھجوادیا۔ جب لندن سے Fax کے ذریعہ منظوری آ گئی تو وہ فیکس میاں صاحب نے خاکسار کو بغیر کسی نوٹ کے بھجوادی۔ میں یہ فیکس لے کر میاں صاحب کے پاس گیااورعرض کیا کہ یہ فیکس آپ کی طرف منسوب ہے۔آپ اس پر مجھ کو مارک کر کے کام شروع کروانے کی ہدایت کر دیں۔میاں صاحب کہنے لگے کہ اس فیکس پر حضور کے دستخط ہو چکے ہیں۔اس لئے حضور کے دستخطوں کے بعد میں مزید اس پر کچھ نہیں لکھ سکتا۔ میں نے کہا میاں صاحب حضور نے اندازہ خرچ منظور فرمایا ہے۔ مجھے کام شروع کروانے کی ہدایت نہیں کی۔اور میں نے حضور یا آپ کی اجازت کے بغیر کام شروع کروادیااور بعد میں انکوائری ہوگئی تو میں کیا جواب دونگا۔تاہم وہ فیکس ایک معمولی سے Clarification کے لئے دوبارہ لندن بھجوادیا۔دودِن کے بعداس پر حضورانور کاارشادموصول ہوا گیا کہ کام شروع کرنے میں دیر کیوں کر رہے ہیں۔میاں صاحب یہ فیکس مجھے مسکراہٹ کے ساتھ دیتے ہوئے کہنے لگے۔چوہدری صاحب اب کام شروع کرنے کی اجازت بھی آ گئی ہے۔

نمازعصر کے بعداکثر احمدیہ گراؤنڈ میں والی بال نٹ کے پاس کرسی پر بیٹھ کروالی بال کا کھیل بڑی دلچسپی سے دیکھتے۔ ہر Point کے ہارنے یا جیتنے پراپنے خیالات کا اظہار ضرور کرتے۔اس دوران چائے کا تھرماس اورابلے ہوئے چنے کھانے کے لئے رکھتے۔ جب کبھی خاکساراس طرف سے گزرتا تواپنے ساتھ کرسی پر بیٹھنے کو کہتے۔ چائے اور چنے پیش کرتے اور ساتھ یہ بھی کہتے مجھے پتہ ہے آپ کوشوگر ہے۔ اس چائے میں شوگرنہیں اس لئے بغیرفکر سے پی لیں۔

شکار کا آپ کو بہت شوق تھا۔خدام کی ایک خاص ٹیم آپ نے تیار کی ہوئی تھی۔ان کواپنے ساتھ شکار پر لے جاتے۔ ہر بارایک دوجانورشکار کر کے لے آتے۔ تیرا کی کے بھی بہت ماہر تھے۔ایک دفعہ گرمیوں کے دنوں میں کوئی دس خدام کے ساتھ تقریباً 5 میل دورنہر پرنہانے کے لئے خاکسار کو بھی ساتھ لے گئے۔دوپہر کے کھانے کے لئے پلاؤ کاانتظام کروایا۔اورموسم کے لحاظ سے کافی آم رکھوائے۔نہر پر میاں صاحب پل پر سے چھلانگ لگاتے اورکافی دیر تیرتے رہتے۔خدام کے ساتھ اس

طرح Picnic کر کے بہت لطف اندوز ہوتے تھے۔

خاکسار کے ساتھ میاں وسیم احمد صاحب بہت محبت اور پیار سے پیش آتے۔ جب خاکسار اکیلا قادیان جاتا تو ہمیشہ فرماتے کہ بیگم صاحبہ کو ساتھ لایا کریں ان کی غیر حاضری میں آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا۔ مجھے وقفے وقفے کے بعد گھر سے مختلف قسم کے کھانے تیار کر کے بھی بھجواتے رہتے۔

پچھلے 20 سال سے متواتر لندن سے جا کر قادیان میں میاں وسیم احمد صاحب کے ساتھ کام کرنے کی توفیق ملی اس دوران متعدد بار آپ کی تقاریر سننے کا موقعہ ملا۔ طرز بیان بہت سادہ لیکن رعبدار رکھتا ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر عام ہوتی تھی۔ سامعین کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیتے تھے۔ آپ پر جو ذمہ داری بھی نظام جماعت نے ڈالی اسے خوش اسلوبی سے نبھایا۔ ہندوستان میں اپنے عمل، قول سے، اپنی حرکات اور سکنات سے بڑے احسن رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کی نمائندگی کی اور اسلام احمدیت کی ترجمانی کی۔ دوسروں کا درد دُور کرنے والے عظیم انسان تھے۔ اختلاف کی صورت میں اپنا جائز حق بھی چھوڑ دیتے۔ دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل سے میاں صاحب کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرماوے اور خود ان کا نگہبان ہو۔ (آمین)

(ہفت روزہ بدر قادیان، جلسہ سالانہ نمبر دسمبر 2007ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ ایک یادگار سفر

صدیق اشرف علی، زعیم انصار اللہ موگرال، کیرالہ

ماہ فروری 2004ء کی بات ہے۔ جب حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب رحمہ اللہ کیرالہ تشریف لائے تھے اور آپ کے ہمراہ آپا جان محترمہ امۃ القدوس صاحبہ سلمہا بھی تھیں۔ لمبے وقفہ کے بعد آل کیرالہ کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ کیرلہ کے سارے احمدی احباب بہت خوشی محسوس کر رہے تھے کہ اُن کو حضرت میاں صاحب کو قریب سے دیکھنے ان کی باتیں سننے اور آپ سے ملاقات کا موقعہ ملنے والا ہے۔ کیرالہ کے اکثر احمدی احباب یہی محسوس کرتے تھے کہ حضرت میاں صاحب ان کے قریبی ہیں۔ ان کے ہم و غم میں شریک ہیں ان کے حقیقی خیر خواہ ہیں۔ حضرت میاں صاحب بھی کیرالہ کے احمدی احباب کو اپنے دل کے قریب محسوس کرتے تھے۔ اور وہ اکثر کیرالہ تشریف لاتے تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے کیرالہ کے ایک دوست احمدی مکرم جناب اے کیو مسلم صاحب سے گہرے تعلقات تھے۔ آپ کی فیملی کے سبھی افراد بھی ان سے بخوبی واقف تھے۔ ایک وجہ اس کی یہ بھی تھی کہ جناب اے کیو مسلم صاحب بیس پچیس سال تک صوبہ کیرلہ کے جنرل سیکریٹری کے عہدہ پر کام کرتے چلے آئے تھے اور میاں صاحب مرحوم کے کیرالہ کے سارے پروگرام وہی ترتیب دیا کرتے تھے۔ خصوصاً پُر فضا پہاڑی مقامات اور Wild life sanctuary کی سیر وغیرہ کو ترتیب دینے میں اُن کو خاص مہارت حاصل تھی۔ اس لئے جب کبھی حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کیرالہ تشریف لاتے یا آپ کے خاندان کے افراد کیرالہ آتے ان کی سیرت و سیاحت کا سارا انتظام کرنا مسلم صاحب کے ہی حصہ میں آتا اور میاں صاحب مرحوم کی وفات تک یہ دیرینہ تعلقات قائم رہے۔ آپ کی وفات کی خبر ملنے پر مسلم صاحب باوجود علالت کے ذریعہ ہوائی سفر کر کے قادیان پہنچے اور آپ کے آخری سفر میں شرکت کی۔

سن 2004ء کے موقعہ پر بھی جب حضرت میاں صاحب مرحوم آپا جان سلمہا اللہ کے ہمراہ کیرالہ تشریف لائے تو اپنی پرائیویٹ سیر و سیاحت کے لئے دو دن کا سفر مسلم صاحب کے ساتھ کرنا طے کیا تھا اور

قادیان سے روانگی سے قبل اسکی اطلاع ان کو کر دی تھی۔حضرت میاں صاحب کی اجازت سے مسلم صاحب نے خاکسار کو بھی اپنے ہمراہ شریک کر لیا تھا۔

مسلم صاحب اپنی کار خود ہی ڈرائیو کر رہے تھے اور پچھلی سیٹ پر حضرت میاں صاحب مرحوم محترمہ آپا جان کے ہمراہ تشریف فرما تھے اور خاکسار (صدیق اشرف علی) مسلم صاحب کے بائیں جانب اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔دونوں بزرگ ہستیاں (پچھلی سیٹ پر) وائناڈ کے خوشنما مناظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔(وائناڈ کا علاقہ جو کالیکٹ سے شمال مشرق میں واقع ہے) چائے کے باغات کا سلسلہ تھا جو حد نظر تک ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا ایسا لگتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے پہاڑوں پر سبز رنگ کی مخملی اور خوبصورت قالین بچھا رکھی ہو۔اور ان چائے کے باغوں کے درمیان دور دور تک پھیلی ہوئی اور بل کھاتی ہوئی پگڈنڈیاں گویا سبز قالین پر سیاہ رنگ سے کھینچی ہوئی لکیروں کی مانند دکھائی پڑتی تھیں اور جیسے مساوی طور پر بانٹ کر خوبصورتی سے سجائی گئی ہوں۔

جوں جوں گاڑی آگے بڑھ رہی تھی خوشنما نظاروں کی خوبصورتی دوبالا ہوئی جاتی تھی۔ایسے میں یہ بزرگان ان نظاروں سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہے تھے اور خدا کی حمد میں کھوئے ہوئے تھے۔اس پُرسکون ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلم صاحب نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے ایک سنجیدہ سوال کرنے کا ارادہ کیا اور ملیالم زبان سے اردو میں ترجمہ کرنے کا کام میرے سپرد کیا۔

چنانچہ انٹرویو کا آغاز کرتے ہوئے پہلا سوال جو حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا وہ یہ تھا کہ:۔

مرکز احمدیت قادیان کی حفاظت اور درویشی کی سعادت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادگان میں سے آپ کو ہی کیوں منتخب کیا۔اور آپؓ کی نظر انتخاب آپ پر ہی کیوں پڑی؟

حضرت میاں صاحب کا جواب تحریر کرنے سے قبل بہتر معلوم پڑتا ہے کہ قارئین کرام کے سامنے مختصراً وہ پس منظر پیش کیا جائے جو 1947ء میں قادیان میں پیش آئے۔انڈیا و پاکستان کے لوگوں کے لئے 1947ء کا سال بڑی اہمیت کا حامل ہے۔یہ وہی سال ہے جب انڈیا و پاکستان دو الگ الگ آزاد مملکتوں کی شکل میں معرض وجود میں آئیں لیکن ساتھ ہی ہندو پاک کی سرحدوں پر ہندو مسلم فساد کا

نہایت دردناک منظر دیکھنے میں آیا۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بھی یہ کوئی کم اہمیت کا سال نہ تھا۔ قادیان میں رہنے والے احمدیوں کو بھی اپنے دائمی مرکز قادیان سے ہجرت کرنی پڑی۔ سارا پنجاب مسلم آبادی سے خالی ہو چکا تھا ایسے مخدوش حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خدائی منشاء کے ماتحت ایک اہم فیصلہ فرمایا کہ ایک معین تعداد میں احمدی حضرات مرکز احمدیت قادیان کی آبادی کا اہم فریضہ بجالائیں گے۔ چاہے اس کیلئے ان کو اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے اور کسی طور سے بھی مقامات مقدسہ اور مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بہشتی مقبرہ کی آن کو آنچ آنے نہیں دیں گے۔

جو لوگ اس وقت کے پنجاب کے حالات کو جانتے ہیں ان کیلئے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بغیر خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت کے عمل میں لانا ممکن نہیں تھا۔ آپ نے غزوہ بدر کی سنت پر یہ فیصلہ فرمایا کہ تین سو تیرہ (313) جان نثار درویش اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس فریضہ کو بجالائیں گے اس اہم فریضہ کے لئے آپ نے اپنی نرینہ اولاد میں سے ایک کو اپنی نمائندگی اور درویشی کا شرف بخشا۔

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم وہ خوش قسمت وجود ہیں جن کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ عظیم شرف حاصل ہوا۔

چنانچہ جب خاکسار نے حضرت میاں صاحب سے یہ سوال کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی نظر انتخاب آپ پر ہی کیوں پڑی؟ تو پہاڑی سفر کے اس پرسکون ماحول میں آپ اس سنجیدہ سوال کے لئے تیار نہ تھے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جب حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پروقار اور پرسکون انداز میں جواب دینا شروع کیا تو ایسا لگ رہا تھا اب وہ سوال کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور جواب کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جس کیلئے انہیں گہرائی سے سوچنے کی ضرورت پڑتی۔

چنانچہ آپ نے فرمایا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بچوں کی تعداد اس وقت (یعنی 1947ء میں) 22 تھی۔ 13 صاحبزادگان اور 9 صاحبزادیاں تھیں۔ آپ نے اپنی نرینہ اولاد میں سے درویشی

کے اہم فریضہ سپرد کرنے کے لئے خود انتخاب کرنے کے بجائے فیصلہ خدائی تقدیر پر چھوڑ دیا ہوا تھا۔ آپ نے اس کے لئے دو گروپ بنائے ایک گروپ میں صرف اپنی اولاد کے افراد کو شامل کیا اور دوسرے گروپ میں اپنے بھائی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور حضت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کی اولاد کو شامل فرمایا اور ہر دو گروپ میں قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک ایک نمائندہ کو منتخب کرنا طے پایا۔ چنانچہ پہلی بار قرعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی اولاد میں سے حضرت مرزا خلیل احمد صاحب اور دوسرے گروپ میں سے حضرت مرزا مظفر احمد صاحب (ابن حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ) کو قادیان میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس خدمت کے لئے تین ماہ کا عرصہ بھی مقرر فرمایا۔ تین ماہ کا عرصہ گزرنے پر دوبارہ قرعہ ڈالا گیا تو خدا تعالیٰ نے یہ شرف مجھے عطا فرمایا۔ اور آپ کے ساتھ دوسرے گروپ میں قرعہ کے مطابق مکرم عبدالوہاب صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ قادیان آئے۔ متذکرہ پہلے دو بزرگان یعنی مرزا خلیل احمد صاحب اور مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم اُسی ٹرک سے براستہ واہگہ بارڈر لاہور واپس چلے گئے جس میں نئے دو منتخب افراد قادیان آئے تھے۔ بعد میں ہم دونوں میں سے مکرم عبدالوہاب صاحب بعض وجوہات کی بناء پر واپس لوٹ گئے۔

اور اس طرح خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانب سے حضرت میاں صاحب مرحوم اکیلے نمائندہ کے طور پر قادیان مقیم رہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ آپ کی آمد قادیان کی تاریخ 5 مارچ 1948ء ہے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ دونوں ممالک کے درمیان بذریعہ ٹرک ملٹری کی حفاظت میں لوگوں کا آنے جانے کا سلسلہ قائم تھا۔

جب محترم حضرت میاں صاحب مرحوم کے قیام قادیان پر بھی تین ماہ کا عرصہ گذر گیا اور نئے نمائندگان کے منتخب ہو کر آنے کا وقت قریب آیا تو حضرت میاں صاحب نے انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا میرے دل میں قادیان میں ہی رہنے کی خواہش گہری ہوتی چلی گئی اور میری بے چینی بڑھتی چلی گئی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اب میں قادیان سے واپس جاؤں۔ آپ فرماتے ہیں چنانچہ میں نے رو رو کر دعائیں کرنی شروع

کردیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دن میں نے اپنے آپ کو قصر خلافت کے ایک کمرہ میں بند کرلیا اور دس بجے دن سے لیکر ساڑھے بارہ بجے تک مسلسل اسی دعا میں لگا رہا اور مجھے لگا کہ خدائے ذوالقدیر نے میری دعائیں سن لی ہیں۔ الحمدللہ۔ چنانچہ جلد ہی یہ اطلاع ملی کہ دونوں ملکوں کے درمیان آزادانہ آمدو رفت کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے اس طرح خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق درویشی کا یہ اعزاز آپؒ کے حصہ میں آیا۔ آپ نے بتایا اُس وقت آپ کی عمر 20 برس تھی۔ اور یہ بھی فرمایا آپ کی تاریخ پیدائش 8/جنوری 1927ء ہے۔

جب آپ سے عرض کیا گیا کہ درویشی کے اس مبارک دَور کو آج (یعنی 2004ء میں) 55 سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اس طویل عرصہ میں بے شمار تبدیلیاں قادیان میں رونما ہوئیں اور آپ کے ذمہ ایک ایک کر کے بڑی بڑی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے بڑے عزم اور استقلال سے ان فرائض کو نہایت احسن رنگ میں اور عمدگی سے ادا کرنے کی توفیق بھی پائی اور خلفاء کرام کی بے شمار دعائیں بھی آپ کے حصہ میں آئیں کیا آپ کو درویشی کے ابتدائی دَور میں اس بات کا احساس تھا کہ آگے چل کر اس قدر ذمہ داریاں آپ پر آن پڑیں گی۔

اس سوال کے جواب میں محترم حضرت میاں صاحب مرحوم کافی دیر تک خاموش رہے یوں لگ رہا تھا گویا آپ کے دماغ میں اس پچپن سالہ دَور کے واقعات ایک ایک کر کے گذر رہے ہوں۔ اور اس طویل عرصہ کے نشیب و فراز پر آپ نظر دوڑا رہے ہوں اور آپ کی یہ خاموشی پچپن سال پر محیط ہوگئی ہو۔ آپ کی اس خاموشی کو دیکھ کر ہم نے بھی خاموشی کو ہی بہتر سمجھا اور ہم بھی تاریخ کے واقعات ایک ایک کر کے یاد کرنے لگ گئے۔ قادیان کے وہ ابتدائی ایام جب حضرت میاں صاحب کو اپنے درویش بھائیوں کے ہمراہ ایک محدود ماحول میں محصور ہو کر دن گذارنے پڑے تھے پھر جب احمدیوں کی آبادی میں اضافہ اور آہستہ آہستہ حضرت میاں صاحب کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپ نے ناظر تعلیم، ناظر امور عامہ، ناظر دعوۃ و تبلیغ اور ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی قادیان، صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان جیسے اہم اور اعلیٰ عہدوں کی ذمہ داریاں احسن رنگ میں نبھائیں علاوہ ازیں صدر مجلس خدام الاحمدیہ،

صدر مجلس انصار اللہ بھارت کی حیثیت سے سارے ہندوستان کی نگرانی کی اور پھر ہندوستان کے مختلف صوبہ جات کا کئی کئی بار دورہ کرنا، مختلف صوبوں کے سالانہ کانفرنسوں وجلسوں میں شرکت کرنا یہ سب آپ ہی کے حصہ میں آیا۔ نیز آپ کے شانہ بشانہ حضرت آپا جان سلمھا اللہ تعالیٰ بھی آپ کے ہمراہ رہیں۔ اور پھر خلفاء کرام کی ہدایات کی روشنی میں آپ نے ہندوستان کے باہر مختلف ممالک کا دَورہ بھی فرمایا اوران کے سالانہ جلسوں میں شرکت کی خطاب فرمایا۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ انگلینڈ، جرمنی، ماریشس وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر 1991ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان میں تشریف لائے اور 2005ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تشریف لائے دونوں موقع پر بطور ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی قادیان سارے ہندوستان کی جانب سے ہر دو خلیفہ کے استقبال کا اعزاز آپ کو حاصل ہوا۔ اسی طرح خلافت خامسہ کی عالمی بیعت کے تاریخی موقعہ پر حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر سارے ہندوستان کے احمدیوں کی جانب سے بیعت کرنے کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں کے نتیجہ میں آپ کو عطا ہوئے۔

اتنے میں ہم نے محسوس کیا کہ حضرت میاں صاحب ہمارے سوال کے جواب دینے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ آپ کا جواب بہت مختصر مگر نہایت جامع تھا اور وہ بھی قرآن کریم کی ایک آیت پڑھ کر **وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ** (سورہ اعراف: آیت 189) یعنی اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو اپنے لئے خیر ہی خیر جمع کر لیتا۔

گویا آپ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا محض احسان ہے کہ کہ اس نے مجھ پر بے شمار فضل فرمائے اور مجھے خدمتِ دین کے بے انتہا مواقع فراہم کئے لیکن اگر مجھے ان ذمہ داریوں کے بارے میں غیب کا علم ہوتا تو شاید خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اس سے بھی بہتر رنگ میں ان کو پورا کرنے کی کوشش کرتا۔

حضرت آپا جان سلمھا اللہ تعالیٰ بھی ہمیشہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں۔ ہر دینی کام میں آپ کا ہاتھ بٹاتی رہیں۔ قادیان اور بھارت کی عورتوں کی عمدہ رنگ میں قیادت اور رہنمائی فرمائی اور عرصہ دراز تک صدر

لجنہ اماء اللہ بھارت کے عہدہ پر فائز رہیں۔

آخر میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دعائیہ کلمات تحریر خدمت ہیں آپ فرماتے ہیں:۔

''وہ (حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم۔ناقل) صرف میرے ماموں نہیں تھے بلکہ میرے دست راست تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطان نصیر بنایا ہوا تھا۔''

''ان کی خدمت اوران کی قربانیوں اوران کی خوبیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کی گئی دعائیں یقیناً اللہ کے حضور اگلے جہان میں ان کے درجات کی بلندی کا باعث بنیں گی......انشاء اللہ۔انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے گا۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی زندگیاں خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اوراس کے دین کی خدمت کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی یقیناً ایسے لوگوں میں سے ہی ایک تھے۔اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔آمین۔''

''حضرت میاں صاحب کی بیگم صاحبہ کے لئے بھی دعا کریں وہ بھی بیمار رہتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہمت اور حوصلہ دے اور یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے یہ بھی بڑی بابرکت وجود ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مئی 2007ء بحوالہ اخبار بدر 12 /جولائی 2007ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی حسین یادیں۔ حسین باتیں

(وحید الدین شمس نائب ناظر تعلیم قادیان)

خاکسار کا تعلق ایک ایسی فیملی سے ہے جو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دیرینہ خادم ہے۔ میرے والد صاحب مرحوم کی پھوپھی مکرمہ عائشہ بیگم صاحبہ حضرت اماں جانؓ کی خدمت کیا کرتی تھیں اور حضرت اماں جانؓ نے انکو بیٹی بنایا ہوا تھا۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں اماں عائشہ کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ خاندان مبارک کے افراد ان کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

خاکسار بچپن سے ہی اپنی والدہ کے ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کے گھر جایا کرتا تھا اور جو بھی کام سپرد ہوتا وہ اللہ کی دی ہوئی طاقت اور صلاحیت کے مطابق کرتا اور یہ سلسلہ الحمد للہ ابھی تک جاری ہے۔ گویا بچپن سے ہی خاکسار حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں رہا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ جڑی ہوئی بہت سی حسین یادیں ہیں جن میں سے کچھ ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

نمازوں کی پابندی:

حضرت میاں صاحب کو نمازوں سے بہت عشق تھا۔ پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی باجماعت کیا کرتے تھے اور بعض اوقات بیماری کے باوجود مسجد مبارک میں نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لاتے۔ اور اگر زیادہ بیماری کی وجہ سے مسجد تشریف نہ لا سکتے تو گھر میں ہی اذان کے بعد اپنے خادموں میں سے کسی کو فرماتے نماز پڑھاؤ۔ گویا کہ نماز باجماعت اور نماز وقت پر ادا کرنے کا وصف آپ میں نمایاں پایا جاتا تھا۔ چونکہ خاکسار کو حضرت میاں صاحب کے ساتھ اکثر سفر پر جانے کا موقع ملا اور میری یاد میں کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہو اور آپ نے نماز ادا نہ کی ہو۔ کسی بھی گاڑی میں ہوتے نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرتے۔

چنانچہ جس رات آپ کو دل کی تکلیف ہوئی اور قومہ میں چلے گئے اس دن بھی ظہر عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں آپ نے باجماعت ادا کیں۔ حضرت میاں صاحب جب صحت کی حالت میں نماز پڑھاتے تو خاکسار اور خاکسار کے ہم عمر دوستوں نے آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کی ہیں۔ دل کی عجیب کیفیت ہو جایا کرتی تھی۔ آپ کی تلاوت مسحور کر دیتی تھی۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ قرآن کریم کے جس حصہ کی تلاوت کر رہے ہیں اس کے نفس مضمون کی گہرائی میں پہنچے ہوئے ہیں۔ تلاوت قرآن کریم کے دوران اکثر آپ پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ چونکہ آخری عمر میں آپ قادیان میں کرسی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور امامت نہ کروا سکتے تھے اس لئے جب کہیں سفر پر جاتے تو سواری میں خاکسار آپ سے مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھانے کے لئے عرض کرتا تھا تا کہ آپ کی تلاوت سننے کا موقع مل جائے تو آپ مان جایا کرتے تھے۔

خلافت سے محبت:

خلافت سے محبت حضرت میاں صاحب کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خلافت کا احترام جو آپ کی نظر میں تھا وہ دوسروں کے لئے نمونہ تھا۔ چنانچہ جب 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے تو خاکسار کو خاندان مبارک کی خدمت کی توفیق ملی۔ باوجود اس کے کہ میاں صاحب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بھائی تھے لیکن جب کبھی حضور میاں صاحب کے گھر تشریف لاتے تو حضرت صاحبزادہ صاحب آپ کو دیکھتے ہی یکدم بجلی کی رفتار سے کھڑے ہو جاتے۔ جب تک حضور قادیان میں رہے میاں صاحب نے مکمل آرام نہیں کیا۔ رات رات بھر بیٹھ کر اونگھ لیتے کہ حضور اگر یاد فرمائیں تو مجھے پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے۔

سن 2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی قادیان آمد پر حضرت میاں صاحب نے افسر جلسہ سالانہ سے کہا کہ وحیدالدین شمس صاحب بچپن سے میرے ساتھ اٹیچ ہیں۔ میں اور بیگم صاحبہ کمزور ہیں اور بہت سے مہمان تشریف لا رہے ہیں اس لئے حضور سے درخواست کی جائے کہ وحیدالدین شمس کو صرف نائب افسر جلسہ سالانہ مہمان نوازی دارالمسیح مقرر کر دیا جائے۔ اس پر حضور انور نے از راہِ شفقت منظوری مرحمت فرما دی۔

جب حضور تشریف لائے تو میاں صاحب کی صحت دن رات بے آرامی کی وجہ سے کمزور تھی۔لیکن باوجود بیماری اور کمزوری کے جب حضور پر نظر پڑتی آپ فوراً کھڑے ہو جاتے۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ گھر کے چھوٹے دفتر میں جو کہ بیت الدعا کے ساتھ ملحق ہے بیٹھے ہوئے تھے اور خاکسار کو کسی ضروری کام کے سلسلہ میں ہدایات دے رہے تھے کہ اچانک حضور انور اپنی رہائش گاہ مکان حضرت سیدہ ام طاہر سے بیت الریاضت جانے کے لئے تشریف لا رہے تھے جوں ہی حضرت میاں صاحب کی نظر پڑی آپ باوجود گھٹنوں میں شدید درد کے اور کمزوری کے، برق رفتاری سے کھڑے ہو گئے جیسے ایک نوجوان کھڑا ہوتا ہے اس وقت حضور انور نے فرمایا میاں صاحب بیٹھے رہا کریں۔ کیونکہ حضور انور آپ کی صحت کے بارہ میں جانتے تھے۔ اللہ اللہ! کیا احترام تھا خلیفہ وقت کا آپ کی نظر میں۔ حضرت میاں صاحب ہر جمعہ کے دن خضاب لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضور انور تشریف لائے تو جب تک حضور انور رہے آپ کو خضاب لگانے کا وقت نہ ملا۔ اور آپ کی داڑھی میں سفیدی آ گئی۔ چنانچہ جب حضور انور تشریف لے گئے تو دو تین دن کے بعد خاکسار نے عرض کیا کہ میاں صاحب آپ کی داڑھی سفید ہو رہی ہے۔ آپ ہمیں کالی داڑھی میں بہت اچھے لگتے ہیں۔ اور مجھے بہت سے لوگوں نے کہا کہ میاں صاحب سے عرض کرو کہ خضاب لگائیں۔ اس پر ہنس کر کہنے لگے کہ اب سردی بہت ہے لیکن اس حقیر خادم کی بات رکھی اور اگلے ہی دن خضاب لگا لیا اور فرمانے لگے اب ٹھیک ہے؟

سنت نبویؐ پر عمل پیرا شخصیت:

حضرت میاں صاحب جب بھی مسجد میں تشریف لاتے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض کرتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے صرف السلام علیکم ہی کہا ہو اس طرح جب آپ باہر سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو سلام کرنے میں پہل آپ کی طرف سے ہوتی چاہے کوئی عمر میں آپ سے چھوٹا ہوتا یا بڑا۔ اسی طرح گھر سے نکلتے اور گھر میں داخل ہوتے ہوئے اونچی آواز میں سلام کرتے۔ سنت نبوی پر آپ سختی سے عمل کیا کرتے تھے۔ چاہے وہ سلام کی عادت ہو چاہے کپڑوں کے پہنتے وقت اور اتارتے وقت دائیں اور بائیں کا لحاظ۔ ہمیشہ آپ پہلے دایاں پاؤں جوتے میں ڈالتے۔ گھٹنوں میں درد اور کمزوری کی

وجہ سے اگر خدام پہلے بایاں جوتا ڈالنے کی کوشش کرتے تو سمجھاتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق یہ تھا کہ پہلے دایاں اور پھر بایاں جوتا پہنا جائے۔

ہمدردی مخلوق کے پیکر:

مخلوق کی ہمدری اور مدد میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ اگر مسجد میں باقاعدگی سے آنے والوں میں سے کوئی دو تین دن نمازوں میں حاضر نہ ہوتا تو آپ کو فکر ہوتی اور فرماتے کہ دیکھو فلاں شخص کی طبیعت کیسی ہے۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی اختلاف رکھتا تو اس کی بھی آپ پوری فکر کیا کرتے تھے۔ اور ایسے شخص کے بارے میں آپ فرماتے کہ اس کی حالت پوچھو کیسی ہے؟ صحت کیسی ہے کیونکہ آپ کو ایک تڑپ تھی کہ فلاں شخص نمازوں میں باقاعدگی سے حاضر ہوتا ہے اب اچانک ایک دو روز سے نہیں آرہا تو اس کی کیا وجہ ہے۔

آپ بیوگان اور مساکین کا بہت خیال رکھتے۔ جب بھی کوئی اپنی بات کہتا تو پہلے پوری بات سنتے اور پھر جواب دیتے اور مدد کرتے اگر کوئی آپ کے آرام کے وقت گھر کوئی بیوہ آجاتی تو آرام کا خیال چھوڑ دیتے اور اس کی بات سنتے۔ آپ کی وفات پر بیوگان پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں کیونکہ ان کو اس بات کا احساس تھا کہ ہمارا ایک بڑا ہمدرد اس دنیا سے چلا گیا۔

آپ کے ساتھ بہت سے دَوروں میں جانے کا موقعہ ملا آپ جس جماعت میں جاتے دریافت کرتے تھے کہ کون کون دوست بیمار ہیں جو ملاقات کے لئے نہیں آسکتے ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور شرف ملاقات بخشتے۔ جماعتوں میں بھی غرباء کی مدد فرماتے۔ جن جماعتوں میں قادیان کی بچیاں ہوتیں ان سے ملتے حال دریافت فرماتے اور مستحق غریب بچیوں کی مدد فرمایا کرتے۔ دوروں میں جماعتی عہدیداروں سے دریافت کرتے کہ قریب میں کون کون سے احباب کی وفات ہوگئی ہے۔ ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کے اقرباء سے تعزیت کرتے۔ جب بھی کوئی اپنے گھر آنے کی دعوت دیتا تو باوجود بیماری کے دعوت کو قبول کرتے۔ ہر شادی کے موقع پر حاضر ہوتے اور رونق بڑھاتے۔

مالی قربانی میں پیش پیش:

حضرت میاں صاحب مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ کسی بھی چندے کی تحریک ہوتی آپ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ آپ کو چندوں کی ادائیگی کا اس قدر خیال رہتا کہ ایک مرتبہ دورے کے دوران ایک شخص نے آپ کو بند لفافہ نذرانہ کے طور پر دیا اور وہ کہیں گم ہو گیا۔ آپ کو بہت شدید اضطراب اور بے چینی ہوئی۔ ایک جماعتی عہدیدار کو بلوایا اور کہا کہ اپنے طور پر معلوم کرو کہ اس کے اندر کتنی رقم تھی۔ کیونکہ اس کے مطابق مجھے وصیت کا چندہ دینا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس شخص پر یہ ظاہر نہ ہو کہ لفافہ گم ہو گیا ہے۔

آپ کا جب بھی بیگم صاحبہ کے ساتھ سیر و تفریح کے لئے سفر پر جانے کا پروگرام ہوتا تو خاکسار کو بلا کر پروگرام کرتے اور ہر چیز کو لکھواتے جس کی بیگم صاحبہ کو سفر کے دوران ضرورت پیش آنی ہو۔ اور جب سارا پروگرام تیار ہوتا تو فرماتے اب بی بی کو پروگرام دکھا لیں۔ بیگم صاحبہ پروگرام کو دیکھ کر اگر کوئی ترمیم کرواتیں تو ترمیم فرمایا کرتے تھے۔ سفر میں نکلنے سے پہلے گھر پر بیگم صاحبہ اور موجودہ افراد کے ساتھ ملکر دعا کرواتے اور پھر مسجد مبارک کے نیچے موجود افراد کے ساتھ دعا کرتے۔ سفر پر جانے سے قبل صدقہ ضرور نکلواتے۔ اگر کوئی مستحق نظر نہ آتا تو کسی معتبر شخص کو دے دیتے کہ صدقہ دے دیں۔

خادموں کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت میاں صاحب اپنے خادموں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے اور ہمیشہ ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ سفر کے دوران بھی آپ اپنے خدام کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے اور دعوت وغیرہ میں خدام کا خاص خیال رکھتے۔ کئی مرتبہ آپ اپنے ذاتی خطوط ڈکٹیٹ کرواتے۔ بعض اوقات کسی لفظ کو لکھا نہ جاتا یا لکھنا مشکل ہوتا تو خاکسار پوچھ لیتا کہ میاں صاحب یہ لفظ کس طرح لکھنا ہے تو آپ بتا دیتے۔

امانت دار شخصیت:

حضرت میاں صاحب لین دین میں بہت کھرے تھے اور قرآن مجید کے حکم کے مطابق لین دین کا حساب لکھ لیا کرتے تھے۔ چاہے حساب کتنا ہی چھوٹا ہو اور امانت داری میں آپ کا جواب نہیں تھا۔ ایک مرتبہ آپ مع بیگم صاحبہ ایک لمبے عرصہ کے لئے امریکہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے خاکسار کو فون کیا

کہ اپنی والدہ سے گھر کی چابی لیکر الماری میں کسی کی امانت رکھی ہے وہ اس تک پہنچا دیں۔ غرض کہ امانت وقت پر دینا ہرگز نہ بھولتے تھے۔

بیمار پرسی:

حضرت میاں صاحب بیماروں کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے۔ بیماری کے ایام میں خود بیمار پرسی کے لئے نہ جا سکتے تو خاکسار کو ارشاد فرماتے کہ فلاں شخص بیمار ہے اس کا میری طرف سے حال پوچھ کر آؤ۔ یہ ان لوگوں کا حال ہوتا جن کا حال پوچھنے والا کوئی نہ ہوتا اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ بعض لوگ اپنے عزیز یا بزرگ کی بیماری پر دعا کے لئے آپ کو کہتے اور دوبارہ بیمار کی حالت آپ کو نہ بتاتے تو آپ کو بہت بے چینی ہوتی اور پھر ان کو فرماتے کہ دعا کے لئے کہتے ہو تو دوبارہ مریض کا حال بھی بتایا کرو۔

بارعب شخصیت:

حضرت میاں صاحب کی شخصیت بہت بارعب اور دل کو لبھانے والی تھی۔ جو ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرتا وہ دوبارہ آپ سے ملنے کا شائق رہتا۔ خاکسار جب بھی آپ کے ساتھ سفر پر ہوتا اکثر لوگ آپ کی شخصیت کو دیکھ کر آپ کے بارہ میں پوچھتے کہ یہ کون ہے؟ چنانچہ جب خاکسار آپ کے بارہ بتاتا تو لوگ بہت ادب اور احترام کے ساتھ ملتے۔ آپ ایک مرتبہ گاڑی سے دہلی جا رہے تھے خاکسار آپ کے ساتھ تھا۔ میاں صاحب کی سیٹ گاڑی کے بیچ راستہ سے دوسری طرف تھی۔ میرے ساتھ ایک معزز ہندو بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ تعارف پر معلوم ہوا کہ ریٹائرڈ ریلوے افسر ہیں۔ وہ شخص بار بار گہری اور دلچسپی بھری نگاہوں سے میاں صاحب کو دیکھ رہا تھا ان کے پوچھنے پر خاکسار نے میاں صاحب کا تعارف کروایا۔ اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میاں صاحب کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بڑے احترام سے دبانے لگا اور اپنا سر میاں صاحب کے ہاتھوں میں رکھ دیا اور کہنے لگا کہ میرے والد پارٹیشن کے وقت قادیان ریلوے اسٹیشن کے ماسٹر تھے۔ آپ کے ابا حضور ہمارے والد کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور حالات کی خرابی کے وقت خدام کو ہماری حفاظت کے لئے متعین کرتے اور گاہے بگاہے ہمارے حالات دریافت فرماتے رہتے اور مدد کیا کرتے تھے۔ جب تک گاڑی دہلی نہیں پہنچی وہ شخص احتراماً کھڑا

رہا۔قادیان میں لوگ زیارت کے لئے آتے تو آپ سے مل کر بہت خوش ہوتے۔اور آپ کی شخصیت کی ایک چھاپ ان کے دل پر ہوتی۔

قوت حافظہ:

آپ کا قوت حافظہ بہت تیز تھی۔ بھارت کے تقریباً سبھی خاندانوں کو آپ اچھی طرح جانتے تھے۔جلسہ سالانہ یا عام دنوں میں جب لوگ آپ سے ملتے تو آپ ان کے خاندانوں کو جتنی اچھی طرح جانتے تھے اتنا وہ خود بھی نہ جانتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا حافظہ آخری دم تک قائم رہا۔

مہمانوں سے ملاقات کا طریق:

حضرت میاں صاحب کا طریق تھا کہ جب تک کوئی مہمان آپ سے ملاقات ختم نہ کرتا تو اس وقت تک آپ ملاقات ختم نہ کرتے۔ جب تک مہمان خود اجازت نہ لیتا۔بعض مرتبہ کئی وفود کئی کئی گھنٹے آپ کے پاس بیٹھے رہتے اور کبھی یہ محسوس نہیں کیا گیا کہ آپ ذرہ بھر بھی اکتائے ہوں۔ چنانچہ مارچ 2007ء میں لاہور سے ایک وفد قادیان آیا۔آپ نے انہیں ملاقات کا شرف بخشا اور تقریباً دو گھنٹے تک آپ ان کے ساتھ بیٹھے رہے انکے سوالات کے جوابات دیتے رہے اور ایمان افروز واقعات سناتے رہے۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آیا کہ آپ نے اپنے آخری سفر حیدرآباد سے مورخہ 5/اپریل 2007ء کو واپس آنا تھا اور مورخہ 4/اپریل 2007ء کو رات بارہ بج گئے اور مہمان بیٹھے رہے۔آپ ان سے گفتگو فرما رہے تھے۔خاکسار محسوس کر رہا تھا کہ آپ بہت تھک گئے ہونگے اس لئے آپ کو آرام کرنا چاہئے کیونکہ صبح سفر بھی کرنا تھا اور خاکسار نے ایک دو مرتبہ آپ کے کان میں جا کر کہا کہ میاں صاحب صبح سفر کرنا ہے اس لئے کچھ دیر آرام کرلیں۔لیکن آپ میری بات سن کر ان سنی کر دیتے رہے۔تھوڑی دیر بعد خاکسار نے تھوڑا اونچی آواز میں کہا تا کہ مہمان بھی سن لیں۔اس پر میاں صاحب خاکسار اور مہمانوں کی طرف مسکرا کر دیکھنے لگے اور فرمایا وحید صاحب حکم کر رہے ہیں کہ آرام کروں آپ دوستوں کا کیا خیال ہے۔اس پر مہمانوں کو بھی احساس ہوا کہ واقعی بہت دیر ہوگئی ہے اور اس طرح حیدرآباد کی جماعت کے ساتھ یہ آخری ملاقات تھی۔

ہمدرد خاوند:

حضرت میاں صاحب بیگم صاحبہ کا ہمیشہ خیال رکھتے اور جب کبھی بیگم صاحبہ بیمار ہو جاتیں تو آپ بے چین ہو جایا کرتے۔ ڈاکٹروں کو فون کر کے بلاتے۔ حیدرآباد تک ڈاکٹروں سے رابطہ کرتے کیونکہ وہاں بیگم صاحبہ کا علاج چل رہا تھا۔ اس لئے آپ حیدرآباد کے ڈاکٹروں کو بھی فون کرتے کہ اس تکلیف کا آنکھوں پر اثر تو نہیں ہوتا۔ اور جب تک بیگم صاحبہ کی تکلیف میں افاقہ نہ ہوتا آپ کرسی پر پاس ہی بیٹھے رہتے۔

دین کے لئے غیرت:

حضرت میاں صاحب دین کے لئے بہت غیرت رکھتے تھے اور ہمیشہ اور ہر اس موقع پر آپ نے دینی غیرت اور جوش دکھایا جہاں ضرورت پیش آئی۔ آپ کی زندگی کے آخری چند ماہ میں خاکسار کا معمول تھا کہ ناشتہ کے وقت دفتر جانے سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ کو علم تھا کہ خاکسار اخبار پڑھ کر آیا ہے یا ٹی وی سے خبریں سن کر آیا ہے۔ آپ فرماتے کہ آج کی خبریں سناؤ۔ چنانچہ خاکسار خاص خاص خبریں سناتا جب کبھی بھی عالم اسلام یا مسلمانوں پر ظلم کی خبر سناتا تو آپ بہت رنجیدہ ہو جاتے اور اللہ رحم کرے اللہ رحم کرے فرماتے رہتے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک اگلی خبر نہ شروع ہو جاتی۔

حضرت میاں صاحب سلسلہ کے کاموں کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے۔ چاہے طبیعت کتنی ہی خراب ہو مگر آپ سلسلہ کے کاموں کو اولیت دیتے تھے۔ آخری تین چار ماہ میں جب آپ کو کمزوری بہت زیادہ ہو گئی تھی بیگم صاحبہ نے خاکسار کو ارشاد فرمایا تھا کہ روزانہ پونے بارہ بجے جا کر میاں صاحب کو دفتر سے گھر لیکر آؤں تا کہ آپ گھر پر چائے وغیرہ پی لیا کریں اور تھوڑا آرام کر لیا کریں کیونکہ آپ جب ظہر کے وقت دفتر سے آتے ہیں تو تھک جاتے ہیں اور نماز ظہر کے بعد دوپہر کا کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھا پاتے چنانچہ خاکسار روزانہ دفتر میں حاضر ہو جایا کرتا تھا حالانکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ میں کس لئے آیا ہوں مگر پھر بھی پوچھتے کیا ہے؟ خاکسار عرض کرتا کہ حضرت گھر چلیں چائے وغیرہ لے لیں اور کچھ آرام کر لیں۔ اس پر آپ فرماتے کہ ابھی کام ہے چائے دفتر میں ہی لے آؤ۔ اس پر خاکسار عرض کرتا

اور ضد کرتا نہیں حضرت چائے گھر پر ہی لینی ہے کیونکہ خالہ جان نے بھی یہی کہا ہے۔اس طرح خاکسار کھڑا رہتا اور پھر دس پندرہ منٹ بعد مسکرا کر فرماتے کہ چلنا ہی پڑے گا۔حالانکہ آپ کا دل کام چھوڑ کر جانے کو بالکل نہیں کرتا تھا۔ پھر جب آپ گھر پہنچتے تو بیگم صاحبہ بھی خوش ہو جاتیں۔آپ سلسلہ کے کاموں کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ آپ نے مورخہ 25/اپریل 2007ء کو بھی جس دن آپ نے امرتسر جانا تھا اور آپ کی طبیعت خراب تھی ڈاک ملاحظہ فرمائی اور ہدایات دیں۔

الحمدللہ کہ آخر وقت تک حضرت میاں صاحب باہوش رہے۔25/اپریل رات ساڑھے آٹھ بجے مکرم مولانا محمد انعام غوری صاحب جو اس وقت قائمقام ناظر اعلیٰ تھے کا فون خاکسار کے موبائل پر آیا کہ حضرت میاں صاحب کو بتادیں کہ حضور انور کو آپ کی صحت کے بارے میں جو اطلاع بھجوائی گئی تھی اس کا جواب حضور کی طرف سے آیا ہے۔مضمون بیان کرنے لگے تو خاکسار نے عرض کیا کہ میاں صاحب! غوری صاحب کا فون ہے۔حضرت میاں صاحب نے غوری صاحب سے فرمایا کہ میری طرف سے حضور کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے جزاکم اللہ عرض کر دیں نیز یہ کہ ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ آج رات یہیں رکوں کیونکہ کچھ ٹیسٹ ہونے ہیں۔اسی رات 10 بجے آپ کو دل کی تکلیف ہوئی اور آپ قومہ میں چلے گئے اور مورخہ 29/اپریل 2007ء کو اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

الغرض حضرت میاں صاحب ایک ایسے انسان تھے جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والے وجود تھے جہاں آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور نمازوں اور دعاؤں میں دوسروں کے لئے نمونہ تھے وہیں غریبوں اور یتیموں اور بیواؤں سے ہمدردی کرنے میں بھی آپ بہت آگے تھے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں حضرت میاں صاحب کے اوصاف کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

(ہفت روزہ بدر قادیان جلسہ سالانہ نمبر دسمبر 2007ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب درویش مرحوم ومغفور

(ادارہ، ہفت روزہ بدر قادیان، درویشان قادیان نمبر دسمبر 2011ء)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت ام وسیم محترمہ عزیزہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے فرزند ارجمند، سابق ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان، دارالمسیح کے مکین و امین حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب گلدستہ درویشان کے ان خوش نما پھولوں میں سے تھے جنہیں تقسیم ملک کے پر آشوب موقع پر درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ نے 21 سال کی عمر میں درویشانہ زندگی کا آغاز کیا۔ مورخہ 5 مارچ 1948ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم کے مطابق آپ شام ساڑھے سات بجے پاکستان سے 14 افراد کے ساتھ قادیان پہنچے۔ درویشان قادیان کے لئے وہ زمانہ انتہائی صبر آزما اور غایت درجہ ابتلاء کا زمانہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک موقع پر آپ کے بارے میں فرمایا کہ مَیں نے اپنا ایک بیٹا اس وادی غیر ذرع میں بسا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کام کی توفیق دے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب عین جوانی میں بطور نمائندہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ، قادیان میں تشریف لائے اور تا وفات اپنے اس فرض کو خوش اسلوبی اور اولوالعزمی سے نبھایا۔

آپ کی قادیان آمد کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مورخہ 6 مارچ 1948ء کو پاکستان تشریف لے گئے۔ محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب پہلے ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے تھے۔ ان کے پاکستان جانے کے بعد 1948ء میں حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب جٹؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان مقرر ہوئے اور آپ کی وفات (21 جنوری 1977ء) کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان مقرر کئے گئے۔ درمیان میں کچھ عرصہ کیلئے (12 فروری 1986ء تا 28 جولائی 1986ء) محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ آپ کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم دوبارہ ناظر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تا وفات اسی عہدہ پر خدمات سلسلہ بجالاتے رہے۔

محترم حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ انتظامی

صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی اور اس کے ساتھ ہمّت و حوصلہ اور وسیع القلبی بھی آپ کی صفاتِ حسنہ میں شامل تھی۔ آپ واقفِ زندگی تھے اور ہمہ وقت سلسلہ کی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ میں ناظر دعوۃ وتبلیغ ناظر تعلیم وتربیت، صدر مجلس خدام الاحمدیہ، صدر و ناظم انجمن وقف جدید، صدر انجمن تحریک جدید، صدر قضاء بورڈ، صدر مجلس کارپرداز۔ صدر اصلاحی کمیٹی نیز صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان و ناظر اعلیٰ اور امیر جماعت احمدیہ قادیان اور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن و طاہر فاؤنڈیشن بھارت جیسے متعدد جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے اور اپنی خداداد ذہانت، فراست اور اصابتِ رائے سے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کا بھی نہایت سہل حل نکال لیتے تھے۔

آپ کی پیدائش یکم اگست 1927ء کو قادیان میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ آپ نے بزرگ اساتذہ سے خاص انتظام کے ماتحت دینی علوم حاصل کئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی یادداشت عطا فرمائی تھی۔ بھارت کی احمدی جماعتوں میں شاذ ہی کوئی احمدی خاندان ہوگا جس کے تفصیلی حالات سے آپ واقف نہ تھے اور جن کے ساتھ آپ کا ذاتی تعلق نہ ہو۔ بھارت کے اکثر احمدی احباب بلکہ غیر مسلم بھی آپ سے ذاتی اور خاندانی امور میں مشورہ لیتے تھے اور آپ کے مشورہ اور دعا سے ان کو سکینت اور رہنمائی ملتی تھی۔ قادیان اور بیرون قادیان آپ کو غیروں کی طرف سے بھی بے انتہا عزت اور احترام حاصل تھا وہ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کی بزرگی اور حسنِ اخلاق کے مداح تھے۔

خلیفۂ وقت سے محبت اور اطاعت خلافت میں آپ ایک مثالی مقام رکھتے تھے۔ آپ بھارت میں دارالمسیح کے علاوہ خلافت احمدیہ کے بھی امین تھے۔ آپ نے افراد جماعت میں اتحاد اور یکجہتی کو قائم رکھنے اور ان کے خلافت سے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لئے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔

آپ نے 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور 2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا آپ کی قادیان آمد کے موقع پر احباب جماعت کے ساتھ فقید المثال استقبال کیا اور ان کی خدمت کے لئے سرگرم رہے۔

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کی چند خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے منجھلے داماد

مکرم ماجد احمد خان صاحب ربوہ بیان کرتے ہیں کہ جب ''حضرت مصلح موعودؓ نے ماموں کو قادیان کے لئے رخصت کیا تو نصیحت فرمائی کہ جماعت سے خرچ کے لئے کبھی کچھ نہ لینا خدا تمہارا انتظام کرے گا۔ بعد میں حضرت مصلح موعودؓ ایک لمبا عرصہ یہ انتظام خود فرماتے رہے۔ قادیان میں شروع کے دن بہت تنگ دستی کے تھے لیکن ماموں کو یہ نصیحت ہمیشہ کے لئے یاد ہو چکی تھی۔ ساری زندگی اس پر عمل کرتے رہے اور جماعت سے کوئی وظیفہ قبول نہیں کیا۔ اپنی آخری بیماری میں امرتسر علاج کے لئے روانہ ہونے لگے تو ممانی سے فرمایا کہ پیسے کچھ زیادہ رکھ لینا۔ ماموں کی وفات کے بعد جب ہسپتال کے بل ادا کرنے کا وقت آیا تو اُس لفافے میں اتنی ہی رقم تھی جتنا کہ ہسپتال کا بل۔ خدا تعالیٰ کو آپ کی اپنا خرچ خود ادا کرنے کی ادا کچھ ایسے بھا گئی کہ کسی اور کو حصہ ڈالنے کا موقع نہ ملا۔

بیواؤں اور یتیموں پر ہر وقت شفقت کی نگاہ رہتی تھی۔ بہانے کی تلاش میں رہتے کہ کوئی موقع ملے۔ ہر خوشی کے موقع پر دستور تھا کہ قادیان کی ہر بیوہ اور یتیم کے گھر جاتے اور چپکے سے لفافہ پکڑا دیتے۔ ماموں کی وفات کے بعد کئی لوگوں نے گھر پر اس کا ذکر کیا۔ ایک خاتون روتے ہوئے کہنے لگیں مَیں تو اپنا بل میاں صاحب کے دفتر کی میز پر چھوڑ آتی تھی کبھی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ میاں صاحب کو ملا بھی کہ نہیں۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بل کی ادائیگی نہ ہوئی ہو۔

وفات کے چند روز بعد ماموں کی ذاتی الماری کھولی گئی۔ ایک خانہ میں لاتعداد لفافے پڑے تھے۔ ہر لفافے پر امانت رکھوانے والے کا نام اور رقم درج تھی۔ حتیٰ کہ ایک لفافہ ایسا بھی تھا جس میں 10 روپے تھے اور امانت رکھوانے والے کا نام لکھا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اس قدر تھا کہ تمام زندگی اپنی جلسہ سالانہ کی تقریروں کا موضوع صرف سیرت النبیؐ اور ذکر حبیب رکھا۔ ماموں کی چھوٹی بیٹی نے اپنی پہلی تقریر کے لئے موضوع کے حوالہ سے استفسار کیا تو فرمانے لگے کہ تقریر صرف ذکرِ حبیب پر کرنا۔ اپنے بچوں کو حدیث پڑھاتے تھے بچے کہتے ہیں کہ ہمیں یاد نہیں کہ رسول اللہ کا ذکر آیا ہو اور ماموں کی آواز رندھ نہ گئی ہو۔

ہمسائیوں کے تعلق کے حوالہ سے ماموں کی چھوٹی بیٹی (امتہ الرؤف) ایک واقعہ بیان کرتی ہیں۔ چھوٹا ہونے اور زیادہ عرصہ ساتھ ہونے کی نسبت سے یہ باقی اولاد سے کچھ زیادہ لاڈلی تھیں۔ کہتی ہیں ایک روز رات کو 10 بجے کے قریب مَیں اپنے کچن کی کھڑکی سے حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ کی بیٹی سے باتیں کر رہی تھی۔ اس وقت حضرت مولوی صاحب کے گھر سے کچھ کوٹنے کی

آواز آئی۔ مَیں نے اپنی دوست سے کہا یہ کیا تمہارے گھر سے کوٹنے کی آواز آرہی ہے۔ دوسرے کمرے میں ماموں موجود تھے جنہوں نے یہ بات سن کر یکدم اتنی زور سے ڈانٹا کہ وہ تمہارے ہمسائے ہیں نہ جانے کس ضرورت کے تحت کچھ کوٹ رہے ہوں گے۔ امتہ الرؤف کہتی ہیں مَیں نے ابا کو کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا۔ یہ خود گھبرا کر نماز پڑھنے لگیں۔ اور رو رو کر اللہ سے معافی مانگی کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ابّا نے مجھے اتنا ڈانٹا ہو مجھ سے کوئی بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔

ممانی کہتی ہیں کہ دسمبر کے مہینہ میں پاکستان (سے جلسہ پر آنے والے) لوگوں کے ہاتھ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے بعض افراد کی جانب سے فرمائشیں موصول ہوتی تھیں۔ جلسے پر کام کا بھی بہت رش ہوتا تھا۔ کہنے لگیں ایک دن میں نے کاموں سے گھبرا کر ماموں کو کہا کہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے اتنی مصروفیت ہے۔ ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ماموں نے میرے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر آگے بات کرنے سے منع کر دیا۔ کہنے لگے آگے کچھ نہ کہنا، یہ نہ ہو کہ تمہارے کہے گئے کسی لفظ سے خدا مجھے خاندان مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت سے محروم کر دے۔"

(بحوالہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 26 مارچ 2001)

آپ مورخہ 29/اپریل 2007ء بروز اتوار رات پونے نو بجے امرتسر ہسپتال میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ اِنّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 80 سال تھی۔ یکم مئی شام ٹھیک چھ بجے آپ کی نماز جنازہ مکرم ومحترم مولانا حکیم محمد دین صاحب نے پڑھائی۔

زمانہ درویشی میں آپ کی شادی محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ صاحب سے ہوئی۔ نکاح 26 دسمبر 1951ء کو ہوا۔ محترمہ سیدہ موصوفہ بفضلہٖ تعالیٰ ہم میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی والی لمبی زندگی سے نوازے۔

محترمہ بیگم صاحبہ کے علاوہ لواحقین میں آپ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆ محترمہ صاحبزادی امۃ العلیم عصمت صاحبہ اہلیہ محترم نواب منصور احمد خان صاحب پاکستان۔
☆ محترمہ صاحبزادی امۃ الکریم کوکب صاحبہ اہلیہ محترم کیپٹن (ر) ماجد احمد خان صاحب، پاکستان۔
☆ محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ اہلیہ محترم ڈاکٹر سید ابراہیم منیب احمد صاحب پاکستان۔
☆ محترم صاحبزادہ مرزا کلیم احمد صاحب ورجینیا امریکہ۔ مع بیگم محترمہ فوزیہ بیگم صاحبہ و بچی۔

ایک محبوب شخصیت حضرت میاں صاحب

(محترم مولانا محمد انعام غوری صاحب۔ ناظر اعلیٰ قادیان)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور واقعی ایک درویش صفت انسان تھے۔ باوجود یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس اور دینی و دنیاوی لحاظ سے پُر وجاہت خاندان کے چشم و چراغ تھے اور حضور علیہ السلام کے پوتے اور حضرت المصلح الموعودؓ کے فرزند ارجمند تھے اور جہاں عظیم المرتبت باپ دادا کی طرف سے فارسی النسل تھے وہاں سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کے بطن سے ہونے کے باعث ننھیال کی طرف سے عرب خون آپ کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔

اس قدر ذی وجاہت حسب ونسب کے علی الرغم سادگی کا یہ عالم تھا کہ جہاں آپ کو بٹھایا جاتا وہاں بیٹھ جاتے بلکہ بعض اوقات مسند کو ایک طرف رکھ کر عام فرش پر ہی بیٹھ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ نظارہ خاکسار کو آج تک یاد ہے جب وادی کشمیر کے ایک سفر میں بانڈی پورہ والوں نے ایک بڑے کمرے میں جیسا کہ وہاں رواج ہے قالین وغیرہ سے فرش کو مزین کر کے دیوار کے ساتھ ساتھ تکیے لگا رکھے تھے۔ اور درمیان میں گدیلہ اور تکیوں سے خوبصورت مزین مسند حضرت میاں صاحب کے لئے تیار کر رکھی تھی۔ آپ جب تشریف لائے تو مسند چھوڑ کر دیوار کے ساتھ لگے تکیہ سے ٹیک لگا کر سب ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے کچھ دیر بعد ہمارے ایک سینئیر مولانا تشریف لائے جو بے شک حضرت میاں صاحب سے عمر میں بڑے تھے اور بے تکلف تھے السلام علیکم کہہ کر کمرے میں داخل ہوئے اور سیدھے مسند پر جا بیٹھے۔ بہر حال ان کی بے تکلفی کا بھی ایک رنگ تھا لیکن حضرت میاں صاحب کی کمال سادگی کا بھی ایک رنگ تھا۔ نوعمر خدام بھی سفر یا کسی پکنک وغیرہ کے دوران آپ کی شخصیت سے مرعوب ہو کر دور جا کر بیٹھے چھپتے نہ پھرتے تھے بلکہ آپ کی نرم خو طبیعت اور مزاح سے محظوظ ہونے کے لئے قریب سے قریب تر رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

خاکسار 1962ء میں حیدر آباد سے مدرسہ احمدیہ میں حصول تعلیم کی غرض سے قادیان آیا جبکہ اس وقت حضرت میاں صاحب ناظر تعلیم تھے اور اپریل 2007ء میں آپ کی وفات تک جب کہ آپ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے منصب پر فائز تھے گویا کہ 45 سال تک آپ کی رہنمائی دعاؤں اور الطاف کریمانہ کا مورد بننے کا موقع ملتا رہا۔

تعلیمی دور میں گرمی کے دن تھے مسجد مبارک کی چھت پر مغرب کی نماز کے انتظار میں حضرت میاں صاحب چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ خاکسار پنکھا جھل رہا تھا۔ ان دنوں میری صحت کچھ زیادہ ہی کمزور ہوگئی تھی۔ مجھے دیکھ کرفرمایا کہ کیا بات ہے کچھ زیادہ ہی کمزور لگ رہے ہو۔ پھر گھر بلایا تفصیل پوچھی احتیاطی تدابیر بتائیں ادویات گھر سے لا کر دیں۔ کچھ عرصہ بعد ایک اور دوائی دے کر فرمایا یہ انتڑیوں کی تکلیف کے لئے مفید ہے میں نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے۔ حالانکہ اس وقت میں ایک 20/21 سال کا ادنیٰ طالب علم تھا۔ پھر جب آپ ناظر دعوت وتبلیغ مقرر ہوئے تو بطور نائب صدر اور پھر جب آپ ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے تو بطور ناظر دعوۃ وتبلیغ اور متعدد مرتبہ بطور قایم مقام ناظر اعلیٰ وامیر مقامی خدمت کے دوران مختلف حیثیتوں سے آپ کے رابطہ میں رہا۔ اور آپ کے اخلاق کریمانہ وسعت حوصلہ، عالی ظرفی اور ستاری وچشم پوشی سے فیضیاب ہونے اور بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ۔

کئی سفروں میں آپ کے ساتھ رہنے کا موقع ملتا رہا۔ قادیان کی حدود سے باہر نکلتے ہی کسی نہ کسی بہانے سب سے پہلا کام یہ کرتے کہ تکلف اور حجاب کو بڑی حکمت سے دور فرمادیتے جس کے نتیجہ میں سفر کے تمام ساتھی بعض دفعہ اس قدر بے تکلف ہوجاتے کہ آپ کے عالی منصب کا بھی خیال نہ رہتا۔ اور جب سفر سے واپس آجاتے تو پھر وہی ادب واحترام کا خیال غالب آجاتا۔ ستاری اور چشم پوشی کا وصف تو بہت ہی غیر معمولی تھا توجہ بھی دلاتے تو بڑی نرمی اور آہستگی کے ساتھ۔ تاکہ کام کرنے والوں کو اپنی غلطی کا احساس نتائج سے ہو نہ کہ زور زبردستی سے۔ اور یہ وصف کمزور کارکنوں کی ٹریننگ اور تربیت میں ممدومعاون ثابت ہو۔ کیونکہ نہایت حوصلہ کے ساتھ عہدہ داروں کو اپنے کام کو کرنے کا موقعہ دیا کرتے اور بار بار ٹوکنے کی عادت نہ تھی اور یوں لگتا تھا کہ بغیر ڈوری کے تالاب میں پھینک دیا ہے۔ تاکہ خود ہی اپنے زور بازو سے تیرنا سیکھیں اور جب کوئی ڈوبتا نظر آتا تو ڈوری کھینچتے تب پتہ چلتا کے ڈوری کا سرا آپ کے ہاتھ میں ہے۔

خلافت سے وابستگی اور اطاعت کا بھی مثالی رنگ تھا حالانکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ آپ کے والد ماجد تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ آپ کے بڑے بھائی تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بھی آپ کے بھائی تھے لیکن عمر میں کچھ چھوٹے تھے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز رشتہ میں آپ کے بھانجے ہیں اور حضور انور بھی ذاتی خطوط میں ''پیارے ماموں'' سے یاد فرماتے ۔۔۔لیکن کیا مجال کہ دربار خلافت میں غائبانہ یا حاضری میں بے ادبی تو دور کی بات ہے بے تکلفی کا بھی رنگ پایا جاتا ہو۔

1991 کی بات ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ قادیان تشریف لائے تو اس وقت اطاعت اور خلافت کے رعب سے آپ کی کمر دہری ہوئی جارہی تھی آپ اس وقت ناظر اعلیٰ کے ساتھ ناظر دعوۃ وتبلیغ بھی تھے۔ جلسہ گاہ میں حضورؒ کے خطاب کے وقت بجلی چلی گئی اور جنریٹر چلانے میں ذرہ سی دیر ہوگئی۔ خاکسار نائب ناظر دعوت وتبلیغ بھاگا پھر رہا تھا لیکن ساتھ دیکھا کہ حضرت میاں صاحب مرحوم بھی میرے ساتھ ہی نہایت متفکر اور دعا گو کھڑے ہیں الحمدللہ کہ تھوڑی دیر میں یہ پریشانی دور ہوگئی۔

2005ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے تب بھی آپ کی حالت قابل دید تھی 1991ء میں تو آپ کی صحت اچھی تھی لیکن 2005ء میں عمر کے لحاظ سے ضعف آچکا تھا۔ چلنے پھرنے میں دقت تھی لیکن حضور انور جہاں بھی تشریف لے جاتے پیچھے پیچھے آپ بھی اپنے آپ کو گھسیٹے ہوئے لئے چلے جاتے اور جہاں کوئی استفسار حضور انور فرماتے تو فوراً وضاحت کے لئے آگے تشریف لے آتے۔

حضور انور اس موقعہ پر مکان حضرت اُم طاہر کے بالا خانہ میں تشریف فرما تھے اور حضرت میاں صاحب کی رہائش مشرقی جانب مکان حضرت اُم ناصر میں تھی درمیان میں بس ایک ڈیوڑھی اور صحن تھا۔ خاکسار نے ایک معاملہ میں فوری رہنمائی کے لئے عرض کی کہ آپ ذرہ حضور انور سے پتہ کر کے بتادیں۔ آپ نے بتایا کہ میں تو اس حصہ میں بلا اجازت نہیں جاتا، البتہ پیغام بھجوادوں گا۔ اس قدر حد ادب کا لحاظ تھا۔

حضور انور جب خطاب کے لئے جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو آپ کو بخار تھا اس کے باوجود استقبال کے لئے صف بستہ کھڑے رہے۔ حضور انور کے دست مبارک کو جھک کر بوسہ دیا تو حضور انور نے خلافت کی مشفقانہ شان اور ساتھ ہی محبت سے آپ کے کوٹ کے بٹن کو بند کرتے ہوئے فرمایا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کو نہیں آنا چاہیے تھا۔۔۔ پھر اس جلسہ میں آپ باوجود بخار کے تقریر کیلئے آمادہ و تیار تھے۔ حضور انور نے حکماً روک کر تقریر دوسرے کے سپرد فرمائی۔ گویا خلافت کے ہاتھوں میں آپ مٹی کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض کہ بہت خوبیوں کے جامع وجود تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں آپ کے نیک نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ آپ کی روح مبارک ہماری طرف سے شادماں رہے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ☆

میرے پیارے میاں صاحب کی یادیں

از ڈاکٹر اعجاز احمد نائک، سرینگر کشمیر، انڈیا

عجیب اتفاق ہے کہ ماہ مارچ 2007ء کے اوائل میں خاکسار دہلی مشن ہاؤس میں پر اپنے ذاتی کام کے سلسلہ میں مقیم تھا ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ خاکسار کو کوشش کے باوجود نیند نہ آئی اور پھر اس صورت میں کافی دیر تک کروٹیں بدلتا رہا پھر مناسب یہی سمجھا کہ کوئی کتاب پڑھ لوں رات کے تقریباً ایک بجے کا وقت تھا آفس میں چند کتابیں موجود تھیں تو خاکسار نے سوانح حضرت مسیح موعودؑ پڑھنا شروع کیا۔دوران مطالعہ حضرت حسان بن ثابتؓ کا وہ شعر جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر کہا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ نے اِن اشعار کو دہراتے ہوئے جس تڑپ کا اظہار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ کاش یہ اشعار ہم نے کہے ہوتے اور حضور بہت اشکبار ہوئے تھے اور مسجد کے ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف ٹہل رہے تھے۔آنکھیں اشک باراں تھیں۔اس تذکرہ کو پڑھ کر خاکسار کے بھی آنکھوں کے سامنے یہ منظر آ گیا دل بیقرار ہو گیا اور رب میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ کیا میری زندگی میں کوئی ایسی روحانی شخصیت ہے جو اگر خدانخواستہ فوت ہو جائے تو میری بھی یہی حالت ہوگی جو حسّان بن ثابت کی تھی۔تو فوراً حضرت میاں صاحب میرے سامنے آ گئے۔اور میرے جسم وجاں کے ذرّے ذرّے نے یہ گواہی دی ہاں ہاں یقیناً میری حالت یہی ہوگی اگر میری زندگی میں حضرت میاں صاحب فوت ہو گئے۔

حضرت میاں صاحب کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اور ہر ایک سے حضرت بہت محبت کرتے تھے اور بہت خیال رکھتے تھے اور حضرت کی یہ شان تھی کہ ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ حضرت ہم سے ہی زیادہ محبت کرتے تھے۔میرا حضرت سے تعلق اس زمانے سے ہے جب میں بہت چھوٹا تھا۔اس وقت میں تقریباً چالیس سال سے تجاوز کر چکا ہوں۔میرے بچپن میں حضرت میاں صاحب کشمیر آئے مجھے یاد ہے میں اپنے والد کے ساتھ اُن سے ملا تھا۔والد صاحب مرحوم نے اپنے سامنے مجھے رکھا اور قطاروں میں لوگ حضرت میاں صاحب کا استقبال کرتے تھے۔یہ غالباً ستر 70 کی دہائی تھی اُس وقت اس کم سن عمر میں

خاکسار اُن کا شیدائی ہوا۔ اور جوں جوں عمر بڑھی محبت بھی بڑھتی گئی اور ہر وقت میں اُن کا گرویدہ رہا۔ ہمارے والد صاحب بچپن میں ہم سب بچوں کو دعا کی تلقین کرتے رہتے تھے اور حضرت خلیفہ الثانیؓ کے واقعات بتاتے رہتے تھے۔ چونکہ ہمارے والد صاحب کچھ عرصہ کیلئے فرقان فورس میں بھرتی ہوئے تھے اس لحاظ سے اُس وقت خلیفہ وقت حضرت مصلح موعودؓ کے زیر نگرانی کام کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس قسم کا تذکرہ جب ہمارے والد صاحب ہمارے سامنے دہراتے تھے تو مجھے بہت لطف آتا تھا۔ چونکہ حضرت میاں صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد میں سے تھے اس لحاظ سے خاکسار کے دِل میں حضرت کی محبت گہرائی کے ساتھ موجزن تھی۔

ایک بار حضرت میاں صاحب کشمیر کے دورے پر آئے ہوئے تھے یہ سال 1986ء کا عرصہ تھا اور حضرت میاں صاحب ہماری آبائی جماعت (آسنور) بھی آگئے۔ خاکسار نے بارہویں جماعت پاس کر کے انٹرنس کا امتحان دیا ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے نماز عصر کے بعد ہم حضرت میاں صاحب کے ساتھ سیر کیلئے مشرقی جانب نکل پڑے اور اس طرح تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر دور اپنے گاؤں کی دوری کراس کر کے واپس لوٹ گئے جوں ہی اپنے گاؤں میں واپس داخل ہو گئے حضرت میاں صاحب ایک پل پر جو کہ گاؤں کے تقریباً بیچ میں واقع ہے پر بیٹھ گئے اور خاکسار سے پوچھا کہ میرے لئے پینے کا پانی لاؤ۔ پاس میں ایک بہت غریب گھرانا رہتا تھا اور تھوڑی سی دوری پر میرے چچا کا مکان تھا میں نے پانی لانے کے واسطے اپنے چچا کے مکان کی طرف رُخ کیا تو حضرت نے پیچھے سے آواز دی کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا اپنے چچا کے گھر پانی لانے کیلئے۔ فرمایا نہیں۔ پاس یہ گھر ہے وہیں سے لاؤ۔ چونکہ وہ موچی کا کام کرتے تھے اس وجہ سے خاکسار نے مناسب نہیں سمجھا تھا وہاں سے پانی لاتا لیکن حضرت کے اصرار پر وہیں سے پانی لایا جب حضرت پی کر کے سیر ہو گئے تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے یہ گھر بہت قریب میں تھا آپ آگے کیوں بڑھ رہے تھے میں نے عرض کی حضرت یہ اس طرح کا کام کرتے ہیں میں نے سمجھا شاید آپ کے لئے یہ مناسب نہ ہو۔ کہنے لگے تو کیا یہ انسان نہیں ہیں؟ سبحان اللہ۔ یہ واقعہ میرے لئے ایک بہت بڑا سبق تھا جو مجھے پوری زندگی یاد رہے گا۔

ابتداء میں خاکسار تقریباً ہر مہینے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں دعا کی غرض سے خط روانہ کرتا تھا جب سے موبائل فون عام ہوئے تو تقریباً پندرہ دن میں ضرور ایک بار حضرت سے فون پر بات ہوتی تھی جو کچھ مجھے ملا وہ سب حضرت کی دعاؤں کی برکت ہے اور اُن کی رہنمائی ہے۔ ہر کام کرنے سے قبل حضرت میاں صاحب سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ کامیابی کی صورت میں خاکسار اوّلین فرصت میں اُن ہی کو اطلاع کرتا تھا۔

کشمیر کا آخری دورہ

کشمیر کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے حضرت میاں صاحب کافی عرصہ سے کشمیر نہ آ سکے۔ ہر وقت میں جب خاکسار حضرت سے ملاقی ہوتا تھا تو کشمیر آنے کی بہت خواہش کا اظہار فرمایا کرتے تھے کئی بار اس طرح کہا اپنے امیر صاحب سے مشورہ کر کے اطلاع کر دوں کیا کوئی صورت نکل سکتی ہے؟ خاکسار نے بھی بڑی کوشش کی اور مجھے بھی شدید خواہش تھی کہ حضرت کشمیر تشریف لا سکیں۔ لیکن کوششوں کے باوجود دورہ ممکنات کے باوجود ملتوی ہوا جسکا بہتر علم ہمارے امرائے کرام کو ہی ہے لیکن بہر حال خدا کی قدرت ماہ نومبر 2006ء میں حضرت میاں صاحب کا دورہ ممکن ہوا۔ اور آپ 9 نومبر کو سرینگر پہنچے اور مورخہ 10 نومبر کو برطرف ناصر آباد روانہ ہوئے اور 17 نومبر کو حضرت میاں صاحبؓ نے سرینگر مشن ہاؤس میں از خود خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ سرینگر میں قیام کے دوران حضرت میاں صاحب میرے Clinic پر بھی تشریف لائے دانتوں کے معائنے کے واسطے۔ اس دوران حضرت سے میں نے عرض کیا کہ میں fix دانت لگانا چاہتا ہوں لیکن چونکہ آپ کی واپسی جلدی ہے اس لئے ممکن نہیں۔ انشاء اللہ اگلے سال جب آپ تشریف لائیں گے تو انشاء اللہ فکس دانت لگاؤں گا۔ حضرت میاں صاحب نے میری طرف نظر اُٹھا کر دیکھ لیا اور مسکرائے اور خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ دیا۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا حضرت نے انشاء اللہ تعالیٰ نہیں کہا اور نہ دوبارہ آنے کی خواہش کی یہ کیا ماجرا ہے۔ کہیں یہ الوداع تو نہیں ہے۔ اس وقت میں نے حضرت میاں صاحب کے چہرہ کی طرف دیکھا آپ کی آنکھیں بند تھیں۔ میں نے دِل ہی دِل میں دعا کی اے اللہ اِس وجود کو ابھی موجود رکھ ہم یہ جُدائی برداشت نہیں کر سکتے۔

سرینگر میں قیام کے دوران خاکسار سے دریافت کیا کہ مجھے چند ٹوپیاں خریدنی مطلوب ہیں کسی دوکان پر لے چلیں۔ خاکسار نے ایک دوکاندار جو کہ خود ٹوپیاں بناتا اور میری اُن سے واقفیت ہے کو مطلع کیا کہ ہم دوکان پر آرہے ہیں۔ شام کے اوقات میں ہم دوکان پر پہنچ گئے۔ بہت ساری ٹوپیاں دیکھیں ایک ٹوپی سرخ رنگ Camel کی تھی جوں ہی آپ نے اپنے سر پر رکھ لی۔ ماشاء اللہ آپ پر بہت جچ گئی۔ ہم سب نے جتنے بھی ہمراہ تھے عرض کی میاں صاحب یہ ٹوپی آپ پر بہت جچ رہی ہے آپ ضرور اس کو پہن لیں۔ کہنے لگے سرخ Camel رنگ کی ٹوپی میں نے کبھی نہیں پہنی ہے اور یہ رنگ مجھے پسند نہیں لیکن ہم سب نے اصرار کیا کہ حضرت یہ تو بہت جچ رہی ہے۔ ماشاء اللہ اس لئے آپ ضرور اس ٹوپی کو پسند فرمالیں۔ ہم سب کے اصرار پر یہ ٹوپی لے لی۔

ہم مغرب کے بعد Boulevard روڈ بطرف ڈل جھیل قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے میری کار حضرت کی کار سے آگے تھی۔ ایک جگہ ہم رُک گئے اور حضرت میاں صاحب نے بلوایا اور کہنے لگے۔ ذرا آہستہ آہستہ کار چلائیں۔ مجھ کو تسلّی سے نظارہ کرنے دیں کافی عرصہ کے بعد آیا ہوں۔ میرے دل میں یہ خیال گذر رہا تھا کہ کہیں حضرت کے یہ الوداعی الفاظ تو نہیں ہیں۔ دورے کے دوران بہت خوش وخرم نظر آئے۔ ایک دن شام کی دعوت پر ہم سب حضرت میاں صاحب کے ہمراہ ڈاکٹر ممتاز الدین صاحب کے گھر پر موجود تھے دوران طعام حضرت میاں کلیم صاحب (حضرت کے صاحبزادے) نے امریکہ سے فون کیا۔ حضرت نے لمبی بات میاں کلیم صاحب سے کی اور کھانا گویا چھوڑ ہی دیا۔ دوران گفتگو حضرت میاں صاحب نے میاں کلیم صاحب سے پوچھا کہ سننے میں آیا ہے کہ حضور اس سال 2007ء میں قادیان تشریف لانا چاہتے ہیں۔ ذرا پتا کر کے مجھ کو بتادو۔ بہت خوش نظر آرہے تھے حضور دورہ کرنے والے ہیں۔ حضرت میاں صاحب کے دل میں خلافت سے جو محبت اور عقیدت تھی۔ بہت کم لوگوں میں نظر آتی ہے۔ اپنی پوری زندگی خلافت کے روبرو ایک کم سن بچے کی طرح گذاری۔ ہر حکم کی تابعداری کی اور جماعت کو تابعداری کی تلقین کرتے رہے اور باوجود خرابی صحت کے آخری سانس تک اس عہد کو خوب نبھایا اور ہمارے دِلوں میں اور زیادہ وقت کے ساتھ اپنی محبت اور احترام بڑھایا۔ اللہ

تعالیٰ کرے کہ آپ پر ہزاروں ہزار رحمتوں کا نزول ہو۔آمین۔

کشمیر کے دورے کے بعد حضرت کی صحت ٹھیک نہ رہی جس کی مجھے بہت فکر رہتی تھی۔اور خاکسار اکثر و بیشتر حضرت سے فون پر حال پوچھتا رہتا تھا۔میری عادت تھی کہ جب حضرت سے بات ہوتی تھی تو پہلے حضرت آپا جان کا حال پوچھا کرتا تھا اور پھر آپکی صحت کے بارے میں دریافت کرتا تھا۔

اِیک خواب اور الوداع

ایک رات مئورخہ 23/اپریل 2007ء کو خاکسار نے خواب دیکھی کہ گویا حضرت میاں صاحب ہمارے گھر کی طرف آرہے ہیں جوں ہی گھر کے قریب پہنچے تو سامنے سے ایک چھوٹا سا پرنالہ تھا جس کی اوپر ایک لکڑی پڑی تھی یہ پار کرنے کے واسطے گویا استعمال ہوتی تھی جوں ہی حضرت میاں صاحب پل پر پہنچے تو لکڑی کو اُٹھا کے دوسری طرف رکھ دیا او اُلٹے پاؤں لوٹ گئے مجھے احساس ہوا حضرت ہمارے گھر کی طرف آرہے تھے روٹھ کر واپس لوٹ گئے تو بے ساختہ آپ کے پیچھے دوڑ پڑا اور خاکسار اونچی آواز سے پکارتا رہا۔میرے پیارے میاں صاحب میرے پیارے میاں صاحب۔آخر کافی کوشش کے باوجود کسی قدر دوری پر میں اُن کو پکڑ لیا اور اپنے کندھے پر اُٹھا کر واپس لایا اور جوں ہی اپنے گھر کے چوکھٹ پر پہنچ گیا وہاں پر میرے بڑے بھائی منظور الحق موجود تھے میں نے اُن کو کہا دروازہ کھولو انہوں نے دروازہ کھولا۔جوں ہی میں نے حضرت کو کندھے پر سے اُتارا۔آپ ہوش میں نہیں تھے یا گویا آپ سو گئے تھے۔اس کے معاً بعد میں جاگ گیا۔رات کے تقریباً چار بجے کا وقت تھا۔خاکسار نے اُٹھ کر نماز ادا کی اور حضرت کی صحت یابی کے لئے دُعا کی اور اگلے دن حال پوچھنے کیلئے قریباً چار پانچ بجے کے قریب فون کیا۔کافی دیر گھنٹی بجی لیکن حضرت نے نہ اُٹھایا اس واسطے میں گھبرا گیا۔فون جاری رکھا اور دیر کے بعد حضرت میاں صاحب نے فون اُٹھایا۔سلام سے ہی پتا چلا کہ حضرت ٹھیک نہیں ہیں۔کہنے لگے کیا حال ہے میں نے عرض کی جی میں تو ٹھیک ہوں آپ فرمائیں آپا جان کیسی ہیں اور آپکی صحت کیسی ہے۔کہنے لگے آپا جان تو ٹھیک ہیں پر مجھے رات بھر شدید بخار رہا 102 ڈگری بخار تھا۔میں نے عرض کی میاں صاحب ڈاکٹر نے کیا کہا۔کہنے لگے ڈاکٹر دیکھ رہے ہیں کل امرتسر جانے کا فیصلہ کیا ہے

یہ سن کر میں نے کہا اللہ آپ کو شفا عطا کرے میاں صاحب مجھے آپ کی بہت فکر ہے یہ کہہ کر میں نے فون رکھ دیا اور دُعا میں مشغول ہو گیا حضرت کی صحت کے واسطے۔ ایک طرف اپنی خواب ستا رہی تھی اور دوسری طرف میاں صاحب کا بخار مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں حسان بن ثابت کی حالت مجھ پر رونما ہونے والی تو نہیں ہے۔ لیکن افسوس جس کا خدشہ تھا وہی ہوا۔ حضرت ہم سے ہمیشہ کیلئے جُدا ہو گئے۔ وہ شفقت، وہ محبت اور پیار ہمارا آسمان میں گم ہو گیا اور وہ خوب صورت چہرہ اور عجیب دلکش مسکراہٹ اب دیکھنے کو نہیں ملتی، مسجد مبارک میں داخل ہوتے ہی گویا اب بھی ہماری آنکھیں اُس وجود کی تلاش میں رہتی ہیں اور کان اس آواز کو سننے کیلئے بیقرار رہتے ہیں۔ لیکن بس انتظار ہی انتظار ہے۔ ابراہیمی سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس لختِ جگر کو اپنے سے دور اور اپنے سارے عزیز و اقارب سے دور ہماری رہنمائی کیلئے خوب پُر خطر گویا صحرا میں چھوڑا تھا۔ اور آپ نے خوب اس وعدے کو نبھایا اور اُن بکھرے ہوئے تسبیح کے دانوں کو قطار میں باندھ دیا۔ بہت خوب بہت خوب۔

ہمیں آپ سے بے حد محبت تھی، محبت ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اللہ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے عقد میں جگہ دے اور جب ہماری واپسی ہو آپ کے عقد میں جگہ دے۔ آمین۔ آمین۔

ڈاکٹر اعجاز احمد نائک، سرینگر

(ہفت روزہ بدر قادیان جلسہ سالانہ نمبر دسمبر 2007ء)

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کی یاد میں

(محمود احمد مبشرؔ درویش قادیان)

آج کیوں ہیں دل ہمارے اِس طرح سے بیقرار
بے بسی ہے ہر طرف اور آنکھ سب کی اشکبار

آہ نبی کے نافلے درویش تھے مرزا وسیم
ناظرِ اعلیٰ امیرِ قادیاں پدرِ کلیم

پھول وہ گلچیں نے توڑا کہ سناٹا چھا گیا
آہ درویشوں کا گلدستہ تھا جو مُرجھا گیا

وہ تو درویشوں کی ڈھارس تھے ہماری آن تھے
وہ بہارِ گلستاں تھے قادیاں کی شان تھے

کوئی بھی افسر منسٹر قادیاں آتے کبھی
آپ کی وہ عزّت و تکریم کرتے تھے سبھی

وہ رئیسِ قادیاں تھے رونقِ دارالاماں
ہم سے رُخصت ہوگئے ہیں آہ وہ اگلے جہاں

ہم ان سے پچھلے سے پچھلے جمعہ مسجد میں مل آئے تھے ہم
آہ پھر نہ وہ ملے نہ ان سے مل پائے تھے ہم

وہم و گمان میں نہ تھا جلدی جُدا ہو جائیں گے
امرتسر سے جیتے جی وہ لوٹ کر نہ آئیں گے

کُلّ نفسٍ ذائقۃ الموت ہے قرآن میں
ہر بشر فانی مبشرؔ اِس جہانِ فان میں

خلافت کا اطاعت گذار وفا شعار ایک عظیم درویش

(اداریہ، النصرت، لجنہ اماء اللہ بھارت 2007ء)

خلافت کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اطاعت کے مضمون کو بیان فرمایا ہے جو اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ خلافت سے وابستگی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے خلافت کی اطاعت گذاری اور وفا شعاری حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی حکمت کے پیش نظر یہ بیش قیمت نصیحت اپنے متبعین کو فرمائی کہ:

من خلع یدًا من طاعةٍ لقیَ اللهَ یوم القیامةِ ولا حجة له، ومن مات ولیس فی عنقهِ بیعة مات میتةً جاهلیةً (مسلم کتاب الامارہ)

یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حالت میں ملے گا کہ نہ اس کے پاس کوئی دلیل ہوگی نہ عذر۔ اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے امام وقت کی بیعت نہیں کی تھی وہ جاہلیت اور گمراہی کی موت مرا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد بلکہ اولاد در اولاد مبشر اولاد ہے۔ اور حدیث شریف ''یتزوج ویولد له'' میں بھی یہی نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پس یہ ایک لازمی امر ہے کہ آپؑ کی اولاد میں تمام اوصاف حمیدہ کے ساتھ ساتھ اطاعت گزاری کا وصف بھی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اس مبشر اولاد کے متعلق اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

میری اولاد سب تیری عطاء ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

نیز فرماتے ہیں:

کبھی ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ اشعار آپ کی اولاد کے ساتھ ساتھ اولا د در اولاد پر بھی صادق آتے ہیں۔ جہاں تک حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور کا تعلق ہے آپ کی ولادت سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو خبر دی تھی۔ اس رؤیا کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 مئی 2007ء میں اس طرح فرمایا ہے۔

''نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی بیٹی تھیں، انہوں نے اپنی بھاوج سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کو یہ خط لکھا تھا۔ آپؓ لکھتی ہیں کہ حیرت ہے کہ ادھر آپ کے خط سے عزیزہ دلہن کے حمل کی خبر معلوم ہوئی اور میں اس شب کو خواب دیکھ چکی تھی کہ میں گویا بھائی صاحب یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کو خواب میں یہ خواب بتلا رہی ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے ہاتھ پکڑ کر یہ بشارت دی ہے کہ اغلباً حفیظ اور تمہارے بھائی کے ہاں عزیزہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہوگا۔ اور یہ بشارت سُن کر بھائی صاحب بہت خوش ہوئے۔ خواب میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں نے یہی چاہا تھا کہ عزیزہ سے ہو۔''

حضرت عزیزہ بیگم صاحبہ بنت مکرم ابوبکر یوسف آف جدّہ حضرت مصلح موعودؓ کی حرم اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کی والدہ تھیں۔ اس رؤیا سے واضح ہے کہ آپ کی پیدائش سے قبل بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق بشارت دی تھی۔ اس رؤیا کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ حضرت مصلح موعود ؓ آپکی ولادت کے بارے سُن کر خوش ہوئے اور یہ الفاظ کہے کہ

''میں نے یہی چاہا تھا کہ عزیزہ سے ہو'' بے شک حضرت مصلح موعودؓ نے ایسا حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے خواب میں کہا ہے۔ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کو معلوم تھا کہ عزیزہ کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے کے ذریعہ کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام پانے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا ہے کہ ''حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ کہ میں نے یہی چاہا کہ عزیزہ سے ہو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خود آنا اور بشارت دینا۔ یہ سب باتیں

بتاتی ہیں کہ اس بیٹے سے اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی کام لینا تھا اور وہ کام قربانی کا تھا۔‘‘

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کی قربانیوں والی مجاہدانہ اور درویشانہ زندگی اور خلفاء کی اطاعت گذاری اور وفا شعاری میں گزاری ہوئی زندگی نے ثابت کر دیا کہ واقعی آپ حضرت مصلح موعودؓ کی مبشر اولاد میں سے تھے۔

دین کا سچا مجاہد وہ ولی درویش تھا
دارِ مہدی میں گذارے جس نے سب شام و سحر

آپ کی اطاعت گذاری پر آپ کے کردار کو گویا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تشبیہہ دیتے ہوئے حضرت مصلح موعود ؓ نے یہ کہہ کر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ ’’میں نے اپنا ایک بیٹا وادی غیر ذی زرع میں بسا دیا ہے۔‘‘

رشک کرتے ہیں فرشتے ایسے نیک انجام پر
تجھ پہ لاکھوں رحمتیں ہوں اے خلیفہ کے پسر



محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی جب مبلغ بن کر فلسطین گئے اس موقع پر دعائیہ تقریب

سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحبؓ

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک موعود فرزند کی بشارت عطا فرمائی تھی اسی بشارت کے عین مطابق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ 12 جنوری 1889ء کو حضرت مسیح موعودؑ کے یہاں پیدا ہوئے۔ 1947ء تک آپ قادیان میں رہے اور تقسیم ہند کے بعد پاکستان ہجرت فرمائی اور ایک نیا مرکز قائم کیا جسکا نام ربوہ ہے۔ حضرت مصلح موعود ؓ کی وفات 8 نومبر 1965ء کو ہوئی۔ آپ نے اپنے پیچھے 13 بیٹے اور 9 بیٹیاں اپنی اولاد میں چھوڑیں۔ آپ کے بیٹوں میں سے دو بیٹے تو یکے بعد دیگر حضرت مسیح موعودؑ کے تیسرے اور چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے۔ (حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ) لیکن اُن کے علاوہ ایک تیسرے بیٹے نے ایک اور رنگ میں منفرد اور ممتاز مقام حاصل کیا اور وفا اور قربانی کا بے مثال نمونہ دکھایا یہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب تھے جنہوں نے خلیفۂ وقت کے ارشاد پر ساری عُمر قادیان میں رہ کر خلافت کی اطاعت۔ خدمت دین اور مرکز کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاری۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کا وجود بہت مبارک اور بابرکت وجود تھا اور آپ حسن واحسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مثیل اور موعود خلیفہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے غیر معمولی خدمات دین کروائیں اور آگے ان برکات کو آپ کی نسل اور اولاد پر پھیلا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے جسکا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا: "حق اولاد در اولاد"

حق اولاد در اولاد کے معنی درحقیقت یہی تھے کہ وہ حق جو باہر سے تعلق رکھتا ہے یعنی زمین اور جائیدادوں وغیرہ میں حصّہ یہ کوئی زیادہ قیمتی نہیں۔ زیادہ قیمتی یہ چیز ہے کہ میں نے تمہاری اولاد کے دماغوں میں وہ قابلیت رکھ دی ہے کہ جب یہ اس قابلیت سے کام لیں گے دنیا کے لیڈر ہی بنیں گے............اور یہ وہ

ورثہ ہے جو ہم نے تمہاری اولاد کے دماغوں میں مستقل طور پر رکھ دیا ہے۔

(الفضل جلد 44 صفحہ 247 مؤرخہ 22 اکتوبر 1955ء بحوالہ تذکرہ صفحہ 676)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح اپنے بعض بچّوں کے ختمِ قرآن کے موقعہ پر آمین لکھی اس کا ایک دُعائیہ شعر اپنی اولاد کے بارہ میں لکھا:

یہ قصر احمدی کے پاسباں ہوں
یہ ہر میداں کے یارب پہلواں ہوں

اس دُعا سے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے بھی بھرپور حصّہ پایا۔آپ نے قادیان میں رہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان اور خلیفہء وقت کے نمائندہ ہونے کا بڑے احسن رنگ میں حق ادا کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آپ زندہ بھی رہے تو خدا کے لئے اور آپکی وفات بھی خدا کی راہ میں حالتِ درویشی اور عظیم مقاصد کی تکمیل کے سِلسلہ میں خلیفۃ المسیح کی نمائندگی کرتے ہوئے ہوئی۔

آپکی پیدائش

قابل تقلید ہر اک کے لئے اُسکی حیات
قابلِ رشک ہے سب کے لئے اُسکی ممات

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے فرزند اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔آپ حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کے بطن سے مؤرخہ یکم اگست 1927ء کو پیدا ہوئے۔آپکی والدہ ماجدہ حضرت سیٹھ ابوبکر جمال صاحب آف جدّہ سعودی عرب کی بیٹی تھیں۔آپکی والدہ کا وجود ایک خدائی نشان کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے آپ ان خواتین مبارکہ میں سے تھیں جو خدائی وعدہ کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک خاندان میں داخل ہوئیں اور اسطرح ذریت طیبہ کا حصہ بنیں۔آپ جماعت میں حضرت سیدہ ام وسیم احمد صاحبہ کے نام سے مشہور تھیں۔آپ یکم فروری 1926ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے عقد

میں آئیں اس طرح آپکو حضورؓ کی حرم کی حیثیت سے قریباً 38 سال حضور کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔آپ بہت تقویٰ شعار۔مخلص اور منکسر المزاج خاتون تھیں غرباء کے ساتھ بہت محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھتی تھیں اور علالت طبع کے باوجود اکثر اوقات ان کے گھروں میں بھی تشریف لے جاکر ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھیں۔

یاد آتی ہے مجھے وہ رؤیائے مصلح موعود
عرض مولا سے یہ کرتے ہیں کہ اے ربّ ودود
کر میری اولاد سے پیدا بہت لعل و گوہر
اے میرے پیارے میرا انجام ابراہیمی کر
رویا کیسی شان سے پوری ہوئی یہ آپکی
چاند تارے ہی بنی اولاد ساری آپکی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں: حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحبؒ کی پیدائش کے بارے میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا ایک رؤیا بھی ہے وہ بیان کر دیتا ہوں کہ مجھے میری خالہ صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ نے ایک خط میں لکھا۔اُنہوں نے کوئی پُرانا خط تلاش کیا تھا۔جو اُنکی والدہ کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے لکھا تھا یعنی اُنکی والدہ سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کو جو حضرت مصلح موعودؓ کی اہلیہ تھیں۔صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ نے لکھا کہ میرا خیال ہے کہ میاں وسیم احمد صاحب پر یہ رؤیا پوری ہوتی ہے۔نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی بیٹی تھیں انہوں نے اپنی بھاوج سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کو یہ خط لکھا تھا لکھتی ہیں کہ حیرت ہے کہ ادھر آپکے خط سے عزیزہ دلہن کے حمل کی خبر معلوم ہوئی اور میں اس شب کو خواب دیکھ چکی تھی کہ میں گویا بھائی صاحب یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خواب میں یہ خواب بتلا رہی ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے میرے ہاتھ پکڑ کر یہ بشارت دی ہے کہ اغلباً حفیظ اور تمہارے بھائی کے ہاں عزیزہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہوگا اور یہ بشارت سُنکر بھائی صاحب بہت خوش ہوئے خواب میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بہت خوش ہوئے اور کہا میں نے یہی چاہا تھا کہ عزیزہ سے ہو۔

ابتدائی تعلیم

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور میٹرک پاس کیا۔حضرت مصلح موعودؓ نے آپکو مدرسہ میں داخل کیا لیکن تقسیم ملک کی وجہ سے مدرسہ مکمل نہ کر سکے کیونکہ حالات بہت خراب ہو گئے تھے پھر بھی آپکا ذاتی مطالعہ ایسا تھا کہ ایک بڑے سے بڑا عالم بھی آپکے سامنے ٹک نہ سکے۔اسکے بعد جب حالات ٹھیک ہوئے تو آپ نے لکھنؤ میں جا کر فاضل فی التفسیر کی جس میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور اس وقت کے اخبار بدر میں اسکا اعلان یوں کیا گیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی شاندار کامیابی

"محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ابن سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے لکھنؤ یونیورسٹی کے امتحان 'فاضل فی التفسیر' میں فرسٹ ڈویژن میں کامیابی حاصل کی ہے۔خدا تعالیٰ اس کامیابی کو آپ کے لئے مفید اور باعث صد افتخار بنائے اور آئندہ علمی اور دینی ترقیات کا پیش خیمہ بنائے ہم اس کامیابی پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ اُمِ وسیم احمد صاحبہ اور خاندان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے افراد کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔"

(اخبار بدر دارالمسیح قادیان 14 مئی 1952ء)

نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی صحابی درویش اور محترم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری مرحوم سابق ناظر تعلیم و تربیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کی نگرانی میں علی الترتیب کتب احادیث و طب کا بھی بالاستیعاب مطالعہ کیا اور علم طب میں مہارت حاصل کی۔

آپ کی شادی

آپ کی شادی مؤرخہ 16 اکتوبر 1952ء کو محترمہ حضرت سیدہ امتہ القدوس بیگم صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے ہوئی جن کے بطن سے 3 بیٹیاں صاحبزادی امتہ العلیم عصمت صاحبہ زوجہ محترم نواب منصور احمد خان صاحب ابن محترم نواب مسعود احمد صاحب، صاحبزادی امتہ الکریم

کوکب صاحبہ زوجہ محترم ماجد احمد صاحب ابن محترم بریگیڈیر وقیع الزمان صاحب، صاحبزادی امۃ الرؤوف صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر ابراہیم منیب احمد صاحب ابن محترم میر محمود احمد صاحب ناصر اور ایک فرزند صاحبزادہ مرزا کلیم احمد صاحب ہیں جنکی شادی صاحبزادی فوزیہ فرحانہ صاحبہ بنت مکرم میر سیّد احمد ناصر صاحب سے ہوئی۔

وہ مقامات مقدس کا محافظ پہلواں
ناز ہی کرتا رہے گا اُس پہ تو' دارالاماں
سختیاں تنہائیاں کٹھنائیاں سب جھیل کر
ہر فرض اس نے نبھایا اپنی جاں پہ کھیل کر
یہ اطاعت صبر کی قربانیوں کی داستاں
کیسے ہوں اوصاف اُس کے چند لفظوں میں بیاں

نمازوں کی پابندی

حضرت میاں صاحب کو نمازوں سے بہت عشق تھا۔ نماز تہجد پڑھتے پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی باجماعت کیا کرتے تھے اور بعض اوقات بیماری کے باوجود مسجد مبارک میں نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے اور اگر زیادہ بیماری کی وجہ سے مسجد تشریف نہ لا سکتے تو گھر میں ہی اذان کے بعد اپنے خادموں میں سے کسی کو فرماتے نماز پڑھاؤ۔ گویا کہ نماز باجماعت اور نماز وقت پر ادا کرنے کا وصف آپ میں نمایاں پایا جاتا تھا۔ سفر کے دوران بھی باجماعت نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے جس رات آپکو دل کی تکلیف ہوئی اور آپ قومہ میں چلے گئے اس دن بھی ظہر عصر۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں آپ نے باجماعت ادا کیں۔ نمازوں میں آپ کی تلاوت مسحور کر دیتی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ قرآن مجید کے جس حصہ کی تلاوت کر رہے ہیں اسکے نفس مضمون کی گہرائی میں پہنچے ہوئے ہیں۔ تلاوت قرآن کریم کے دوران اکثر آپ کو رقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ فجر کی نماز کے بعد باقاعدہ تلاوت کیا کرتے تھے۔

قبولیت دُعا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 4 مئی 2007ء میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کہ میاں وسیم احمد صاحب نے ایک دفعہ بتایا کہ میری یہ دلی خواہش اور دُعا تھی کہ میں قادیان میں ہی رہ کر خدمت بجا لاؤں چنانچہ اسکے لئے ایک دن میں اپنا جائے نماز لے کر قصر خلافت قادیان کے بڑے کمرے میں چلا گیا اور وہاں جا کر میں نے نفل شروع کر دیئے اور جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ دُعا قبول ہونی ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے سامان پیدا کرتا ہے مجھے اتنی الحاح کے ساتھ دُعا کا موقعہ ملا کہ لگتا تھا کہ خدا تعالیٰ اسکو قبول فرمالے گا۔ اور میں نے دُعا کی اور خدا تعالیٰ سے کہا کہ میں نے قادیان سے نہیں جانا تو کوئی سامان کر دے اور پھر کہتے ہیں کہ قادیان کے غیر مسلموں نے حکومت کو شکایت کی کہ یہ قافلے یہاں آتے ہیں تو یہاں کے وفادار بن جاتے ہیں اور پاکستان جاتے ہیں تو پاکستان کے یہ لوگ وفادار بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ یہی کہتے ہیں اس لئے اس سلسلے کو بند کیا جانا چاہیئے چنانچہ انکی شکایت پر حکومت نے پابندی لگا دی کہ کوئی آ جا نہیں سکتا اور اس طرح میاں صاحب پھر مستقل قادیان کے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے انکے وہاں رہنے کا انتظام کر دیا۔

1974ء کا واقعہ ہے کہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب وادیٔ کشمیر کے دورہ پر آئے تھے آسنور سے رشی نگر گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور احباب جماعت آسنور کی ایک بڑی تعداد حضرت میاں صاحب کے ساتھ جا رہی تھی 'وٹو' نامی ایک گاؤں میں جب قافلہ پہنچا تو ایک عورت اپنے بیٹے جس کا نام بشیر احمد تھا چارپائی پر ڈال کر حضرت میاں صاحب کے سامنے لائی اور اُسکی بیماری کا ذکر کیا اور روتے ہوئے کہا کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے جو بہت ہی خطرناک بیماری میں مبتلا ہے پانی تک ہضم نہیں ہوتا اسکے لئے دُعا کریں۔ تو حضرت میاں صاحب اور پورے قافلے نے بھی حضرت میاں صاحب کے ہمراہ دُعا کے لئے اپنے ہاتھ اُٹھائے حضرت میاں صاحب نے پُرسوز لمبی دُعا کروائی یہاں تک کے تمام افراد کی چیخیں نکل گئیں اور کچھ عرصہ بعد یہ لڑکا معجزانہ طور پر شفا پا گیا اور آجکل وہ جونیئر انجینیر ہے اور بفضل تعالیٰ باصحت وسلامت ہے۔ (بازبانی مکرم بشارت احمد صاحب جماعت احمدیہ آسنور)

خلافت سے محبت

خلافت سے محبت حضرت میاں صاحب کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خلافت کا احترام جو آپکی نظر میں تھا وہ دوسروں کے لئے نمونہ تھا۔ 1982ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات ہوئی تو آپ ربوہ نہ جا سکے حضور کی وفات سے اگلے روز انتخاب سے قبل ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی بیعت کا خط لکھ دیا اور اپنی بیٹی کو پوچھنے پر بتایا کہ میں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ میں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کی بیعت کرنی ہے۔

2005ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب باوجود بیماری اور کمزوری کے جب بھی حضور پر نظر پڑتی تو فوراً کھڑے ہو جاتے۔ ایک مرتبہ گھر کے چھوٹے دفتر میں جو کہ بیت الدعا کے ساتھ ملحق ہے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک حضور اپنی رہائش گاہ مکان حضرت سیدہ اُمِ طاہر سے بیت الریاضت جانے کے لیے تشریف لا رہے تھے جونہی حضرت میاں صاحب پر نظر پڑی آپ باوجود گھٹنوں میں شدید درد اور کمزوری کے، برق رفتاری سے کھڑے ہو گئے جیسے ایک نوجوان کھڑا ہوتا ہے اسوقت حضور انور نے فرمایا میاں صاحب بیٹھے رہا کریں کیونکہ حضور انور آپ کی صحت کے بارے میں جانتے تھے۔ اللہ اللہ کیا احترام تھا خلیفۂ وقت کا آپکی نظر میں۔

اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحبؒ نے بہت حد تک قادیان کے احمدیوں کے ساتھ خصوصًا اور جماعت بھارت کے افراد کے ساتھ عمومًا ایسا تعلق رکھا ہوا تھا جس سے لوگوں کو تسلی ہوتی تھی اور وہ آپکی بات کا بہت پاس اور لحاظ رکھتے تھے۔ درویشانِ جماعت اور خلافت سے محبت اور وفا کے غیر معمولی نمونے دکھائے اور اس بات پر ان کی تسلی ہوتی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پوتا اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیٹا ان کے درمیان موجود ہے اور اس بیٹے نے بھی خلافت سے محبت۔ اطاعت نظام۔ اطاعت امیر کے نمونے عملاً دکھا کر جماعت کے احباب کو ہر وقت یہ احساس دلایا اور احساس پیدا کرنے کی کوشش کی کہ جماعت اور خلافت میں ہی سب کچھ ہے جس سے وابستہ رہ کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر کسی موقع پر دفتری طور پر یا انفرادی طور پر کسی کی جانب سے خلیفۂ وقت کے حکم کی بجا آوری میں تاخیر ہوتی یا کوئی تساہل کرتا تو خلاف طبیعت آپ سخت ناراض ہوتے اور آپکا رنگ ناراضگی میں سُرخ ہو جاتا بعض دفعہ اگر معاشرے کے کسی نوجوان کے متعلق علم ہوتا کہ وہ ایسے شخص کے ساتھ زیادہ تعلقات رکھتا ہے یا اُٹھتا بیٹھتا ہے جسے خلیفہ قت نے سزا دی ہے تو آپ با قاعدہ خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں یا کسی بھی تقریب میں نہایت جوش اور ولولہ سے خلیفہ کی اطاعت اور غیرت کے تعلق سے نصائح فرماتے۔
جماعت کی تاریخ سے بزرگوں کے واقعات یاد دلا کر خلیفہ وقت کی محبت اور اُسکی اطاعت کے لئے غیرت کے اظہار کے واقعات سُناتے اور ایسے اثر انگیز رنگ میں بیان کرتے کہ خود آپ پر اور سُننے والوں پر عجیب رقّت کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اس طرح گویا نہ صرف آپ نے خود تمام امور میں خلیفۂ وقت کی اطاعت وفرمابرداری کی بلکہ ہم سبکو بھی درسِ اطاعت وفا دیا۔

مالی قربانی میں پیش پیش

حضرت صاحبزادہ میاں صاحب رحمہ اللہ مالی قربانی میں پیش پیش رہتے کسی بھی چندہ کی تحریک ہوتی آپ اس میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے۔ آپ کو چندہ کی ادائیگی کا اسقدر خیال رہتا کہ ایک مرتبہ دورے کے دوران ایک شخص نے آپکو بند لفافہ نذرانہ کے طور پر دیا اور وہ کہیں گم ہوگیا۔ آپکو بہت شدید اضطراب اور بے چینی ہوئی۔ ایک جماعتی عہدہ دار کو بُلایا اور کہا کہ اپنے طور پر معلوم کرو کہ اسکے اندر کتنی رقم تھی کیونکہ اُسکے مطابق مجھے وصیت کا چندہ دینا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس شخص پر یہ ظاہر نہ ہو کہ لفافہ گم ہوگیا ہے۔
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔ آپ مالی تحریکات میں حسب استطاعت خوب بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے ہر تحریک جو خلیفۂ وقت کی طرف سے ہوتی تھی پہلے خود حصہ لیتے تھے پھر جماعت کو توجہ دلاتے تھے ابھی وفات سے چند دن پہلے مجھے لکھا کہ میں نے خلافت جوبلی کے لئے ایک لاکھ روپے کا وعدہ کیا تھا اور میرے ذہن سے اُتر گیا کہ اُسکی ادائیگی کرنی ہے بڑا معذرت خوانہ خط تھا اور لکھا کہ الحمد للہ مجھے وقت پر یاد آ گیا اور میں نے آج اسکی ادائیگی کر دی ہے اور یہ بھی حساب وفات سے چند دن پہلے صاف کر کے گئے۔ وصیت کا حساب ساتھ ساتھ صاف ہوتا تھا۔ زندگی میں جائیداد کا حساب بھی صاف کر دیا۔ اور 1/9 کی وصیت تھی۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی آپ کا بڑا خاصہ تھا۔رات کے وقت بھی جب آپکو کوئی ملنے آجاتا تو بڑی خوشی اور خندہ پیشانی سے ملتے۔آپکی مہمان نوازی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپکی اہلیہ حضرت بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ ہم تین مہینے باہر رہ کر آئے اور گھر آتے ہی کوئی مہمان آ گیا۔تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ مہمان آئے ہیں کچھ کھانے پینے کے لئے بھجواؤ تو میں نے کہا کہ ابھی تو ہم اُترے ہیں پتہ نہیں کہ گھر میں کوئی چیز ہے بھی کہ نہیں کیا بھجواؤں۔تو میاں صاحب نے کہا کہ اس قسم کے جواب نہیں دینے چاہیئے۔تلاش کرو کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔خیر بسکٹوں کا ایک ڈبّہ مل گیا وہ بھجوادیا آپ ذرا ذرا سی بات کا بہت خیال رکھنے والے تھے۔

قوتِ حافظہ

حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو پیشگوئی فرمائی تھی کہ "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا" چنانچہ یہ پیشگوئی حضرت مصلح موعودؓ تک ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ آپکی اولادوں میں بھی وہ پیشگوئی قائم رہی حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی یادداشت اور ذہانت کی بہترین دلیل یہ ہے کہ آپ ہندوستان کے ہر گوشے میں رہنے والے احمدی احباب ان کی اولاد اوران کے لواحقین کی پوری خبر رکھتے تھے جب کسی کا ذکر کر رہے ہوتے تو اُن سے متعلق بہت سے دوسرے احباب کے احوال بھی دریافت فرماتے۔بسا اوقات دیکھنے میں آتا آپ جن رشتہ داروں کی تفصیل بتاتے خود ان کے قریبیوں کو بھی ان باتوں کا علم نہ ہوتا تھا۔اسی طرح ہندوستان کی جماعتوں اور بہت سے باہر ممالک کے لوگ آپ کو دعائیہ خطوط لکھتے اور آپ ہر ایک کو یاد رکھتے اور دُعاؤں کے اعلان بھی کرواتے۔

آپکا دورِ درویشی

سیدنا حضرت مصلح موعود ؓ کے دیگر صاحبزادگان کی طرح آپکی زندگی بھی چونکہ شروع ہی سے خدمتِ سلسلہ کے لئے وقف تھی۔اس لئے ہجرتِ قادیان کا ابتلاء پیش آنے کے بعد حضور نے حفاظت مرکز

احمدیت کے مقدس فریضہ کی بجا آوری کے مقصد سے 5 مارچ 1948 کو لاہور سے قادیان کے لئے رضا کار خدام کا جو دوسرا قافلہ روانہ کیا اُس میں بذریعہ قرعہ اندازی خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نمائندہ کے طور پر آپکو بھی شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جسکے بعد آپ نے واپس لاہور جانے کی بجائے بطور درویش مستقل طور پر قادیان دارالامان میں ہی رہائش اختیار کرنے کو ترجیح دی اور آپکی 79 سالہ مثالی زندگی کا ایک ایک لمحہ شاہد ہے کہ آپ نے اپنے وقف اور عہد درویشی دونوں کو تادم واپسی اس شان اور خوبی سے نبھایا کہ ہمیشہ کے لئے خدمت وفدائیت کی ایک قابلِ رشک اور قابلِ تقلید مثال قائم کردی۔

وذلك فضل الله يوتيه من يشاء

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ وہ نوجوان جو 21 سال کی عمر میں دیار مسیح کی حفاظت کے لیے چھوڑا گیا تھا جسکو باپ نے یہ باور کروایا تھا کہ تمہارا قادیان میں رہنا ہی درویشوں کے حوصلے بلند کرنے کا موجب ہوگا اور تمہاری موجودگی وہاں ضروری ہے حضرت مصلح موعودؓ کی ایک امتیازی نصیحت یہ بھی تھی کہ تم نے یہ خیال کبھی نہیں لانا کہ تم ایک ناظر ہو بلکہ ہمیشہ تمہارے دل میں یہ خیال رہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے ہو اور اسکے مطابق اپنی زندگی ڈھالنی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے ہونے کے بعد یہی احساس اُبھرنا چاہیئے کہ تیری عاجزانہ راہیں اُسے پسند آئیں۔

جب حضرت مصلح موعودؓ کی وفات ہوئی تو انہوں نے تمام درویشان کو مسجد مبارک قادیان میں اکٹھا کیا اور وہاں تقریر کی اور درویشان قادیان کو شدید صدمہ کے وقت صبر اور دعاؤں کی تلقین کی اور پھر فرمایا کہ میری ہمیشہ یہ دعا اور تڑپ رہی ہے کہ اے خدا جب بھی حضرت ابّا جان یعنی حضرت مصلح موعودؓ کا آخری وقت آئے تو میں ان کے پاس موجود رہوں۔ مگر ایسے حالات میں حضور کی وفات ہوئی ہے کہ میرا جانا ممکن نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سمجھایا کہ قادیان اور ہندوستان کے سارے احمدی افراد حضرت مصلح موعودؓ کے بچوں کی طرح ہی ہیں سب کو جدائی کا یکساں صدمہ پہنچا ہے تم بھی ان کے ساتھ جدائی کا ویسا ہی صدمہ برداشت کرو جیسا کہ وہ کر رہے ہیں اور تمہارا قادیان میں رہنا ان کے لئے موجب ڈھارس اور تسلی ہوگا۔

آپ اپنے سے پہلے اپنے ساتھی درویشوں کے بارے میں سوچتے ان کا خیال کرتے اگر کہیں دعوت میں جاتے تو پہلے پتا کرواتے کہ بزرگوں تک کھانا پہنچ گیا ہے یا نہیں پھر خود کھانا شروع کرتے۔ بیماروں کی بیمار پُرسی کے لئے تشریف لے جاتے۔ بیماری کے ایام میں خود بیمار پُرسی کے لیے نہ جا سکتے تو اپنے کسی خادم کو ارشاد فرماتے کہ فلاں شخص بیمار ہے اسکا میری طرف سے حال پوچھ آؤ۔ مخلوق کی ہمدردی اور مدد میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہے اگر مسجد میں با قاعدگی سے آنے والوں میں سے کوئی دو تین نمازوں میں حاضر نہ ہوتا تو آپکو فکر ہوتی اور آپ اپنے خدام کو فرماتے کہ دیکھو فلاں شخص کی طبیعت کیسی ہے کیونکہ آپکو ایک تڑپ تھی کہ فلاں شخص نمازوں میں با قاعدگی سے حاضر ہوتا ہے کیا وجہ ہے اب نہیں آ رہا۔ کیا اخلاق تھے آپکے کہ ہر چھوٹے بڑے کا خیال رکھتے تھے۔

ایک دفعہ کینیڈا میں کسی نے آپ سے درویشوں کی قربانیوں اور حفاظت مرکز کے کام کو سراہتے ہوئے آپ کی بڑی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ امر واقعہ یہ ہے کہ ہم درویشوں نے قادیان کی حفاظت نہیں بلکہ قادیان کے مقامات مقدسہ اور وہاں کی جانے والی دُعاؤں نے نہ صرف قادیان کی بلکہ اسکے رہنے والوں کی بھی حفاظت کی ہے۔

وادئ غیر ذی میں جب بسا بے دست و پا
نصرت مولیٰ نے لحہ لحہ دی اُسکو پناہ
باعثِ تسکین درویشاں وذی عزو وقار
تھا وجود اُسکا خزاں میں سائیہ ابر بہار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبۂ جمعہ میں فرماتے ہیں کہ:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے ایک موقعہ پر آپکے بارے میں فرمایا کہ میں نے اپنا ایک بیٹا اس وادئ غیر ذی زرع میں بسا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو کام کی توفیق دے بظاہر تو قادیان کا علاقہ آباد اور سرسبز تھا لیکن قادیان کے درویشوں کی زندگی ابتداء میں نہایت تنگ اور خوف کی حالت میں تھی۔ ان دنوں حالات اتنے کشیدہ تھے کہ قادیان میں رہنے والوں کو حکومتی ادارے بھی ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھتے رہتے تھے۔

پھر آہستہ آہستہ صاحبزادہ صاحب کی کوششیں اور درویشوں کی دُعائیں اور خلیفۂ وقت کی دُعائیں اور جماعت کی دُعائیں اپنا اثر دکھانے لگیں اور ماحول سے تعلقات بھی پیدا ہونے شروع ہوئے۔لیکن غربت اور مالی تنگی بھی بڑے عرصہ تک قائم رہی۔بہر حال انتہائی تنگی اور دھڑکے کے دن تھے۔جوان ابتدائی درویشوں نے گذارے اور یہ اُنکی غیر معمولی قربانی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس بات میں بھی اللہ تعالیٰ کی گہری حکمت تھی کہ حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے درویشی اور قربانی کا اُس شخص کو موقع دیا جسکا ننھال عرب سے تعلق رکھتا تھا اور اُس علاقے کے قریب تھا جہاں اسماعیلی قربانی کی مثال قائم کی گئی۔

ایک پہلو یہ بھی کہ اک آپکا پیارا پسر
صفتِ اسماعیلی سے رنگین ہوگا سر بسر

آپ نے درویشان کرام کے ساتھ قادیان میں شعاراللہ کی حفاظت کا عظیم کارنامہ بڑی دلیری فراست اور حکمت عملی کے ساتھ انجام دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔

’’زمانہ درویشی کی قربانیاں، ملکی حالات، کھانے پینے کی تنگی، بیرونی انقطاع وغیرہ سے چند گھنٹوں کے بعد کی زندگی کی کوئی امید نہیں تھی۔اسکے بعد ایک لمبے عرصے تک درویشان کو ہمت دینے ان کے مسائل حل کرنے۔انہیں اُمیدیں واپس لوٹانے ان کے لئے دعائیں کرنے اور ان کی ہر ضروریات پوری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ صاحب کو توفیق دی اور تمام درویشوں کو اپنی اولاد کی دنیوی ترقیات اور بڑھتی نسل کو دیکھ کر خوشی کے مواقع پیدا ہوئے۔اور انہیں درویشوں کو اور ان کی نسلوں کو بہترین حالات میں دیکھنے کا بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحبؒ کو اپنی زندگی میں توفیق بخشی۔‘‘

آپکی ان ہی ممتاز اور نمایاں خدمات سلسلہ کے پیشِ نظر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ازراہ شفقت آپکے لئے وقت آنے پر چہاردیواری مزار مبارک کے اندر تدفین کی پیشگی اجازت مرحمت

فرمادی تھی۔جس کے مطابق ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کے جسد مبارک کو اندرون چہاردیواری مزار حضرت سیدہ امّ طاہر صاحبہ نور اللہ مرقدھا کے دائیں جانب دفن کیے جانے کا ارشاد صادر فرمایا۔

حضرت میاں صاحب کھیل کے میدان میں

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب والی بال کے چوٹی کے کھلاڑی تھے۔1949ء موسم سرما میں بٹالہ میں ایک آل انڈیا والی بال ٹورنامنٹ منعقد ہوا اس میں حصّہ لینے کے لئے دور دور سے ٹیمیں آئیں غالباً بٹالہ کے کسی کالج کی تین چار گراؤنڈز میں پانچ دن تک ٹورنامنٹ کھیلا گیا جسے شائقین کی ایک بہت بڑی تعداد نے دیکھا درویشانِ قادیان کی احمدیہ والی بال کلب کی ٹیم میں حضرت میاں صاحب سینٹر میں کھیل رہے تھے ٹیم فائنل تک پہنچی اور دہلی کی مرکزی ٹیم کے مدّمقابل BEST OF FIVE کی بُنیاد پر کانٹے دار مقابلے کے بعد قادیان کی ٹیم دوئم قرار دی گئی حضرت امام جماعت احمدیہ کے صاحبزادہ ہونے کی بناء پر میاں صاحب کے کھیل کی بڑی شہرت ہوئی۔اور غیروں نے بے شمار فوٹوز بھی لئے۔1947 کے فسادات کے بعد درویشانِ قادیان کی کسی پبلک اجتماع میں یہ پہلی شمولیت تھی۔

(روزنامہ الفضل 16 جون 2007)

آپ تفریحی پروگراموں میں خاص دلچسپی سے شرکت فرماتے اور باوجود بیماری کے آخری وقت تک کھیل کے میدان میں تشریف لا کر کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔آپ معمول کے مطابق عصر کی نماز کے بعد سیر کے لئے جاتے اور احمدیہ گراؤنڈ میں خدام، اطفال کو کھیلتے ہوئے دیکھتے۔خدام کا والی بال کا کھیل بہت شوق سے دیکھتے اور کھیل کے نئے طریق بتاتے۔اور اپنے پُرانے واقعات بتاتے کہ وہ اپنے دور میں کس طرح کھیلا کرتے تھے۔

خادموں، بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں سے حُسن سلوک

حضرت میاں صاحب اپنے خادموں کے ساتھ بہت شفقت کا سلوک کرتے اور ہمیشہ اُنکی حوصلہ افزائی فرماتے۔اور یہ خادم غیر معمولی تربیت اور بے شمار اچھی عادات کا خزانہ آپ سے لے کر جاتے۔جیسے

وقت کی پابندی، صحیح پیغام رسانی، مہمان نوازی، آداب گفتگو، دُعاؤں کی عادات، صدقہ کرنے کی عادت، بزرگوں سے وفا سے ملنا، اشیاء کا حساب رکھنا، دارالمسیح اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تقدس کو سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

آپ بیوگان اور مساکین کا بہت خیال رکھتے تھے جب بھی کوئی اپنی پریشانی کہتا تو پہلے پوری بات سنتے اور پھر جواب دیتے اور مدد کرتے۔ اگر کوئی بیوہ آپکے آرام کے وقت گھر پر آجاتی تو آرام کا خیال چھوڑ دیتے اور اُسکی بات سُنتے آپ کی وفات پر بیوگان پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں کیونکہ اُنکو اس بات کا احساس تھا کہ ہمارا ایک بڑا ہمدرد اس دُنیا سے چلا گیا ہے۔ آپ جن جماعتوں میں بھی جاتے تو دریافت کرتے کہ کون کون سے دوست بیمار ہیں جو ملاقات کے لیے نہیں آسکتے اُنکے گھروں میں تشریف لے جاتے اور شرفِ ملاقات بخشتے۔ جماعتوں میں بھی غُرباء کی مدد فرماتے۔ جن جماعتوں میں قادیان کی بچیاں ہوتیں اُن سے ملتے اور حال دریافت فرماتے اور مستحق غریب بچیوں کی مدد فرماتے۔ دوروں کے دوران جماعتی عہدیداروں سے دریافت کرتے کہ قریب میں کون کون سے افراد کی وفات ہوئی ہے اُنکے گھر تشریف لے جاتے اور اُن کے اقرباء سے تعزیت کرتے جب بھی کوئی اپنے گھر کی دعوت دیتا تو باوجود بیماری کے دعوت کو قبول کرتے۔ ہر شادی کے موقعہ پر حاضر ہوتے اور رونق بڑھاتے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے جب بھی کوئی بچہ ملتا تو اُسے سلام کرتے اور اُس سے اُس کے والد اور دادا کا نام پوچھتے۔

حضرت میاں صاحب بیماروں کی بیمار پُرسی کے لئے تشریف لے جاتے بیماری کے ایام میں خود بیمار پُرسی کے لیے نہ جاسکتے تو کسی کو ارشاد فرماتے کہ فلاں شخص بیمار ہے اُسکا میری طرف سے حال چال پوچھ کر آؤ۔ یہ اُن لوگوں کا حال ہوتا جنکا حال جاننے والا کوئی نہ ہوتا اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ بعض لوگ اپنے عزیز یا بزرگ کی بیماری پر دُعا کے لیے آپکو کہتے اور دوبارہ بیماری کی حالت نہ بتاتے تو آپکو بہت بے چینی ہوتی اور پھر انکو فرماتے کہ دُعا کے لیے کہتے ہو تو دوبارہ مریض کا حال بھی بتایا کرو۔

آپکی خدمات اور مقامات مقدسہ کی حفاظت

حضرت صاحبزادہ میاں وسیم احمد صاحب نے 1948ء سے لے کر 2007ء تک مختلف جماعتی عہدوں پر خدمات سرانجام دیں۔آپ واقفِ زندگی تھے۔اور ہمہ وقت سلسلہ کی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔صدر انجمن احمدیہ میں ناظر دعوت وتبلیغ ،ناظر تعلیم وتربیت،صدر مجلس خدام الاحمدیہ،صدر و ناظم انجمن وقفِ جدید۔صدر انجمن تحریک جدید۔صدر قضاء بورڈ،صدر مجلس کارپرداز،صدر اصلاحی کمیٹی، نیز صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان و ناظر اعلیٰ اور امیر جماعت احمدیہ قادیان اور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن، طاہر فاؤنڈیشن بھارت جیسے متعدد جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے۔اور اپنی خداداد ذہانت فراست اور اصابت رائے سے پیچیدہ مسائل کے بھی نہایت سہل حل نکال لیتے تھے۔

آپکی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔1971ء میں دونوں ملکوں کے حالات خراب ہوئے اور بعض افسران نے قادیان کی احمدی آبادی کو زبردستی قادیان سے نکالنے کی کوشش کی۔اور حکم جاری کیا کہ نکل جاؤ۔اور بہانہ یہ کیا کہ ہم آپکی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔قادیان میں رہ کر ہم آپکی حفاظت نہیں کر سکتے۔اس لئے محلہ احمدیہ اور دارالمسیح سب چیزیں خالی کردو تا کہ ایک جگہ ہم تم کو جمع کر دیں اور وہاں تمہاری حفاظت کر سکیں اصل میں تو حفاظت مقصد نہیں تھا بلکہ ان لوگوں کو شک کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا تو اس موقع پر بھی صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے قادیان کے تمام احمدی احباب کو مسجد مبارک میں جمع کیا اور بڑی پُرسوز تقریر کی آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے اس کو قطعاً نہیں چھوڑیں گے۔آج کی ایک رات ہمارے پاس ہے اپنی دُعاؤں کے ذریعہ عرشِ الٰہی کو ہلا دیں اگر حکومت کا ہمارے بارے میں یہی قطعی فیصلہ ہے تو یاد رکھو کہ ایک بچہ بھی خود سے قادیان سے باہر نہ جائے گا۔ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن مقامات مقدسہ اور قادیان سے باہر نہیں نکلیں گے۔نیز فرمایا کہ آپ یاد رکھیں میں بھی یہاں سے خود باہر نہیں جاؤں گا۔اگر حکومت کے کارندے مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جائیں تو لے جائیں لیکن اپنے پیروں سے چل کر نہ جاؤں گا۔ہوسکتا ہے کہ مجھے لے جائیں اور یہ کہیں کہ ہم تمہارے میاں صاحب کو لے گئے ہیں

تم بھی چلو وہ مجھے لے جاتے ہیں تو لے جائیں یا یہ کہیں کہ ہم امیر صاحب جٹ کو لے گئے ہیں آپ نہیں جائیں گے اور ہر فرد جماعت کے منہ سے بس یہی آواز نکلنی چاہیئے کہ ہم قادیان کو نہیں چھوڑیں گے اس رات قادیان کے بچے بچے کی حالت یہ تھی کہ ہر شخص اس رات جس طرح خدا تعالیٰ سے آدمی لپٹ جاتا ہے لپٹا ہوا تھا۔ مسجد مبارک کا گوشہ گوشہ اور مسجد اقصیٰ کا کونہ کونہ بہشتی مقبرہ میں ہر جگہ دُعائیں ہو رہی تھیں اور کہتے ہیں کہ ہر گھر کی دیواریں اس بات کی گواہ ہیں کہ درویشوں کے دلوں سے یہ نکلی ہوئی آہیں اور چیخیں آستانۂ الٰہی پر دستک دینے لگیں۔ اُنکی سجدہ گاہیں تر ہو گئیں اُنکی جبینیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکی رہیں۔ سینکڑوں ہاتھ خدا تعالیٰ کے حضور جھکے رہے۔ رات اور دن اُنہوں نے اسی طرح گزار دیا اور آخر اللہ تعالیٰ نے اُنکی دُعاؤں کو قبولیت کا درجہ دیا اور اگلے دن پھر کچھ وفود ملنے گئے فوجی افسران خود قادیان آئے اور مقاماتِ مقدسہ کا معائنہ کیا احمدیہ محلّہ کا معائنہ کیا اور پھر D.C صاحب وغیرہ کی سفارش پر یہ فیصلہ منسوخ ہو گیا۔

جشن تشکر کے موقع پر آپ نے سارے بھارت کا دورہ کیا جماعتوں کو آرگنائز کیا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا دورہ بھارت ہوا۔ اُس وقت آپ نے ساری انتظامی ذمّہ داریاں سنبھالیں۔ پھر جب 2005 میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے اُس وقت آپکی طبیعت بہت خراب تھی کافی کمزور ہو چکے تھے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پہلے اجلاس کی آپ نے صدارت کرنی تھی اور آپ بیمار تھے لیکن چونکہ خلیفۂ وقت کی طرف سے آپکی منظوری آچکی تھی اس لئے آپ صدارت کے لیے تشریف لے گئے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے بخار ہے میں بیٹھ نہیں سکتا سخت کمزوری کی حالت تھی لیکن اس لئے کہ اجلاس کی صدارت کے لئے خلیفۂ وقت سے منظوری ہو چکی ہے کرنی ہے جب حضور نے آپکو M.T.A پر صدارت کرتے ہوئے دیکھا تو آپکو پیغام بھجوایا کہ آپ تو بیمار ہیں چھوڑ کر آجائیں۔ آپ انتہائی وفا سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے والے تھے۔

ذیلی تنظیموں سے مشفقانہ سلوک

آپ خدام واطفال کیا سب کے ساتھ ہی بہت محبت اور شفقت کا سلوک فرماتے ان کے اجتماعات میں شرکت کرتے اوران کی حوصلہ افزائی فرماتے۔لجنہ اماء اللہ کے ساتھ جو آپکا تعلق تھا بطور ایک شفیق والد کے ہماری تربیت کے لئے تیار رہتے ہمارے اجتماعات کے موقع پر قیمتی ہدایات اور نصائح فرماتے آپکی ہدایات اور نصائح ہمیشہ ہمارے لئے مشعل راہ رہیں گے۔

بیماری اور وفات

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحبؒ اگرچہ جلسہ سالانہ قادیان 2006ء کے بعد سے ہی مختلف عوارض سے علیل چلے آرہے تھے لیکن مؤرخہ 23 اپریل کو اچانک کپکپی سے تیز بخار شروع ہوا مقامی طور پر علاج سے اگرچہ مرض میں افاقہ ہوا لیکن 24 اپریل کی رات 2 بجے طبیعت یکدم بگڑ گئی چنانچہ مؤرخہ 25 اپریل کو امرتسر کے Escort ہسپتال بغرض چیک اپ لے جایا گیا جہاں رات دس بجے شدید دل کا دورہ پڑا اور آپ قومہ میں چلے گئے۔ڈاکٹروں کی توجہ اور مشینی سہاروں سے دل کی دھڑکن اور بلڈ پریشر پر کنٹرول تو ہوتا رہا لیکن بے ہوشی نہ ٹوٹی۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس تشویشناک کیفیت کا ذکر مؤرخہ 27 اپریل 2007ء کے خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہوئے دُعا کی تحریک فرمائی تھی۔مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور آخرکار مؤرخہ 29 اپریل رات 9 بج کر 20 منٹ پر دل کا ایک شدید حملہ ہوا جو جان لیوا ثابت ہوا اور محترم صاحبزادہ صاحب نے اپنی جان جانِ آفرین کے سُپرد کردی۔

آپکی وفات پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ کے اس فرزند اور آپکی نشانی کے درجات بلند فرمائے جس نے اپنے درویشی کے عہد کو خوب نبھایا۔ایک کام کرنے والا بزرگ ہم سے جدا ہو گیا۔وہ صرف میرے ماموں نہیں بلکہ میرے دستِ راست تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطانِ نصیر بنایا ہوا تھا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

نہ بھولنے والی شخصیت

(محترمہ معراج سلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم حکیم بدرالدین صاحب عامل درویش مرحوم)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان

ہر قدم پر اُن سے وابستہ ہیں یادیں بے شمار موت کا ایک دن مقدر ہے مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس سے استثنٰی نہیں مبارک ہے وہ جو اپنی زندگی کے اوقات خدا تعالیٰ کی رضاء کے حصول کیلئے صرف کرتا ہے اور آخر کار سرخرو ہو کر اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو جاتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور انہیں میں سے ایک تھے جنہوں نے مقدور بھر اپنے مقصد حیات کو پالیا اور اپنی قربانیوں کو پورا کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

1947ء سے پہلے ہی آپکی والدہ آپا عزیزہ بیگم حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعودؓ سے میری گہری دوستی تھی میرا گھر قریب ہونے کی وجہ سے اکثر آنا جانا رہتا تھا حضرت میاں وسیم احمد صاحب کو میں جوانی کے زمانہ سے جانتی ہوں آپ روٹی کو راکھ لگی پسند نہیں کرتے تھے ایک دن خادمہ نے روٹی آدھی توے پر پکا کر پھر چولہے سے کوئلے نکال کر اُس پر روٹی کو سینکا روٹی کو راکھ لگ گئی جو آپ کو پسند نہ آئی دوسری روٹی میں نے خادمہ سے آٹا لے کر توے کے اُوپر پکائی جسکو راکھ نہ لگی تو آپ نے پوچھا یہ روٹی کس نے پکائی ہے خادمہ نے میرا نام بتایا تو آپ مجھے آکر کہنے لگے آپ کتنی اچھی روٹی پکاتی ہیں ان کو بھی سکھا دیں۔ انہیں دنوں ہندوستان کا بٹوارہ ہو کر پاکستان وجود میں آگیا جس کی وجہ سے تمام عورتوں اور مردوں کو پاکستان جانا پڑا اور صرف 313 مردوں کو حضور خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اجازت سے قادیان رہنے کی اجازت ملی اور یہ مرد درویش کہلائے خاکسار بھی پاکستان چلی گئی اور دوبارہ 1954ء میں قادیان آئی تو حضرت میاں صاحب کی بیگم صاحبہ حضرت سیدہ امتہ القدوس بیگم صاحبہ بھی قادیان آگئی تھیں اس طرح دوبارہ پھر آپ کے گھر آنے جانے کا موقعہ ملتا رہا لجنہ اماء اللہ کے کام مل کر کرنے کی وجہ سے آپ سے محبت میں اضافہ بھی ہو گیا۔

مارچ 1948ء تا 2007 تک ساتھ رہا بے شمار باتیں ہیں کیا لکھوں کیا چھوڑوں صرف تازہ واقعات بیان کرتی ہوں میرے شوہر حکیم بدرالدین صاحب عامل جنوری 2006ء میں اچانک خون کی اُلٹی آنے سے بیمار ہو گئے فون پر میں نے میاں صاحب کو اطلاع دی تو آپ بہت فکرمند ہوئے بار بار فون کر کے اُنکی خیریت دریافت کرتے رہے چار دن کے بعد احمدیہ ہسپتال سے چھٹی مل گئی کہ عامل صاحب ٹھیک ہو گئے ہیں اور ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ عامل صاحب کو امرتسر لے جا کر ENDOSCOPY کرا کر پتا کیا جائے گا خون آیا کہاں سے ہے میاں صاحب کی اجازت سے امرتسر ENDOSCOPY کرائی گئی معلوم ہوا خون اب بھی جاری ہے اور خون کی بہت کمی ہو گئی ہے میاں صاحب نے صدر عمومی صاحب کو کہہ کر لڑکوں کو خون دینے کے لیے امرتسر بھجوایا اور صحت یابی کے لیے مسجد میں دعاؤں کے اعلان کروائے آپ نے میرے ساتھ بہت ہمدردانہ سلوک کیا مگر خدا تعالیٰ کی مرضی غالب آئی مکرم عامل صاحب ٹھیک ہونے کے بعد اچانک دل کی حرکت بند ہونے سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت میاں صاحب کو جب عامل صاحب کی وفات کی خبر ملی تو اُسی وقت مع بیگم صاحبہ میرے گھر میرے پاس آئے اور بھائیوں جیسا سلوک کیا میری ڈائری لے کر خود میرے تمام رشتہ داروں کو اطلاع دی اور ناظر صاحب خدمت درویشان کو اطلاع دے کر کہا کہ ربوہ میں جتنے عامل صاحب کے رشتہ دار ہیں اُن کو اطلاع کر دیں امریکہ سے میری بچی طاہرہ اور اُسکے میاں قادیان پہنچے تو میاں صاحب میرے گھر آئے بیٹی کو گلے لگا کر اظہار افسوس کیا اور کہا کہ صبر کرو اور گھنٹہ بھر اُسکے پاس بیٹھے رہے اور عامل صاحب کی باتیں کرتے رہے۔

عدت گذار کر میں 6 جولائی 2006ء کو دوبارہ اپنی بیٹی کے پاس امریکہ چلی گئی وہاں جا کر میاں صاحب کو فون کیا کہ میں خیریت سے پہنچ گئی ہوں آپ اپنا حال بتائیں کیسے ہیں آپا جان کیسی ہیں آپ نے پورے قادیان کے حالات بتا دیے اور بتایا کہ بی بی قدوس کی آنکھ کا آپریشن کامیاب ہو گیا ہے ابھی وہ حیدرآباد میں ہی ہیں گرمی کی وجہ سے ڈاکٹر نے منع کیا ہے مجھے کہنے لگے آپ کیسی ہیں طاہرہ کیسی ہے اُس کی بچیاں کیسی ہیں آپ کب آئیں گی وہاں دل خوب لگ گیا ہو گا آپ کی سہیلیاں امتہ الرحمٰن اور رشیدہ ٹھیک ہیں جلسہ سالانہ قادیان کے بعد پھر میں نے میاں صاحب کو فون کر کے قادیان کی خیریت پوچھی تو میں نے کہا میں معراج بول رہی ہوں تو آگے جواب دیا ہاں ہاں میں آپکی آواز پہچان لیتا ہوں بتائیں

کیا حال ہے آپکی طاہرہ کا کیا حال ہے میں نے کہا کہ جلسہ کیسا گزرا آپ نے فرمایا جلسہ خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب رہا پاکستان سے تقریباً چار ہزار افراد آئے تھے خاکسار کو میاں صاحب نے جو تعداد بتائی تھی بھول گئی ہے آپ نے یہ بھی بتایا کہ خاندان میں سے بہت سے لوگ آئے تھے عنبر کے خاندان کے لوگ بھی آئے تھے جو آپ کے گھر ٹھہرے تھے عنبر میری پوتی لگتی ہے میرے سگے بھانجے کی بیٹی ہے جو میاں صاحب کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب کے بیٹے مرزا فہیم صاحب سے بیاہی ہوئی ہے اسلیئے آپ نے اُس کا بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ نسرین اس سال نہیں آئیں نسرین میری بھانجی ہیں۔ اور پھر کہنے لگے آپکی سہیلی امتہ الرحمٰن بہت بیمار ہیں کسی کو پہچانتی بھی نہیں تھیں لیکن اب ٹھیک ہیں رشیدہ بھی ٹھیک ہے صغریٰ کا بیٹا بشیر الدین پاکستان گیا ہوا ہے اُس کے گردے خراب ہو گئے ہیں دعا کریں گردہ ٹھیک پڑ جائے۔ چند دن پہلے پیار محمد مرحوم کی بیوی کا فون آیا کہ آپا جان بہت بیمار ہیں لیکن اب کچھ ٹھیک ہیں میں نے میاں صاحب کو فون کیا کہ آپا جان کا کیا حال ہے آپ نے بتایا اب اللہ کے فضل سے ٹھیک ہیں کمزوری ہے میں نے کہا آپا جان کو فون دیں آپ نے فرمایا اس وقت سو رہی ہیں۔ چند دن بعد اطلاع فون پر ملی کہ میاں صاحب بہت بیمار ہیں شوگر ڈاؤن ہوگئی ہے امریکہ سے صاحبزادہ میاں کلیم اور صاحبزادی فوزیہ قادیان چلے گئے ہیں میاں صاحب کے گھر فون کروں تو کوئی اُٹھائے نہ آخر اپنے گھر عبدالقدوس نیاز کو فون کیا تو اُس نے بتایا کہ میاں صاحب کی شوگر کم ہوگئی تھی مگر اب ٹھیک ہیں پھر صاحبزادہ میاں کلیم اور فوزیہ واپس امریکہ آئے تو انہوں نے بتایا کہ اب خدا کے فضل سے ٹھیک ہیں ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اچانک فون پر اطلاع ملی کہ میاں صاحب سخت بیمار ہیں قومہ میں چلے گئے ہیں تینوں بچیاں اور بہت سے رشتہ دار پاکستان سے آگئے ہیں میاں کلیم اور فوزیہ بھی قادیان چلے گئے ہیں بہت دعائیں کی گئیں مگر تقدیر الٰہی غالب آئی صبح صبح عزیزم عبدالقدوس کا فون آیا کہ حضرت میاں صاحب وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

(النصرت، لجنہ اماء اللہ بھارت 2009ء)

باغِ احمدیت کے ایک حسین پھل کی یاد میں

محترمہ اعظم النساء صاحبہ۔سابقہ صدر لجنہ اماء اللہ حیدر آباد صوبائی صدر آندھرا پردیش

آنکھ سے دور سہی دل سے کہاں جائیگا

جانے والے تو ہمیں یاد بہت آئیگا

جو بھی آیا وہ ہے جانے والا۔ جانے والے چلے جاتے ہیں۔ اُنکی یاد رہ جاتی ہے۔ اُنکے کام رہ جاتے ہیں۔

کل من علیھا فان۔ ویبقٰی وجہُ ربکَ ذوالجلال والاکرام

ترجمہ:۔ ہر چیز جو اس (زمین) پر ہے فانی ہے۔ مگر ترے رب کا جاہ و حشم باقی رہیگا۔ جو صاحب جلال و اکرام ہے یہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے ہمیں زمانہ کے امام مہدی و مسیح کی شناخت کی توفیق بخشی اور 1954ء میں ہمارا خاندان بیعت کر کے جماعت مومنین میں شامل ہوا۔ الحمد للہ۔

1954ء سے ہمارا حضرت میاں صاحب مرحوم (حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان) سے ذاتی، جماعتی اور روحانی تعلق پیدا ہوا۔ اسوقت سے آپکی وفات تک ہم نے آپکو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک عظیم پوتے کے روپ میں ہر زاویہ سے ایک عظیم مجاہد پایا۔ جو ایک درویش بھی رہا۔ اور اپنی عاجزانہ پرخلوص انکساری سے اپنی قربانی کی حد پار کر دی اور ایک دنیا کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

حضرت میاں صاحب مرحوم سے بے پناہ خلوص و محبت کا تقاضا ہے کہ آپکی پاک سیرت کا کارآمد ذخیرہ جمع کر کے قلم بند کروں تا حضرت مسیح موعودؑ کے شجرہ طیبہ کے پھلوں کی شناخت ہو سکے اور ایک دنیا اس سے فیض یاب ہو سکے۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کی یادیں جو ہمارے خاندان سے وابستہ ہیں وہ محض یادیں نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ ایک شمع ہے جو آج بھی روشن ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میاں صاحب مرحوم آج بھی ہم میں اپنی پُرخلوص شخصیت سے موجود ہیں۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے مگر انسان کی مومنانہ شان ایک کرن بنکر چمکتی رہتی ہے تا دنیا اسکی روشنی میں اپنا راستہ تلاش کر سکے۔

آپکی مجاہدانہ درویشی کی سیرت کے تعلق سے لکھتے ہوئے عاجزہ کا قلم تھراتا ہے کہ کہیں صداقت اور

عقیدت میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عاجزہ کوتوفیق دے کہ وہ حضرت میاں صاحب مرحوم کے شایان شان کچھ ذاتی واقعات تحریر کر سکے۔یہاں عاجزہ وہی مناظر کی منظرکشی کریگی جسکو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کا یہ طرہ امتیاز تھا کہ آپ ہر فرد خواہ وہ جماعت سے ہو یا غیراز جماعت سے ہو۔ہر ایک سے اسقدر خلوص، ہمدردی اور پیار سے ملتے کہ ہر کوئی یہی سمجھتا کہ حضرت میاں صاحب مرحوم کوصرف مجھ ہی سے بے پناہ لگاؤ ہے۔

ذرا سوچئے !جماعت احمدیہ عالمگیر اتنی بڑی جماعت جوتقریباً ایک سونواسی ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔اسکے ایک ایک فرد کی ذاتی خاندانی کیفیت سے آگاہی رکھنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔آپکواللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے زبردست یادداشت عطافرمائی تھی۔غضب کا حافظہ تھا جوحضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کا خاصہ ہے۔

حضرت میاں صاحب مرحوم جب ہم سے ملتے تو خاندان اور جماعت کے ہر فرد کی خیریت نام بنام دریافت فرماتے۔کبھی ہمیں شرمندگی محسوس ہوتی کہ ہم اپنے ہی خاندان کے چندافراد کے نام اور پوری کیفیت سے آگاہی نہیں رکھتے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہم بیعت کر کے 1954 میں مدراس سے قادیان جلسہ سالانہ پر گئے تو ہمارے پاس کوئی خاص گرم کپڑے نہیں تھے یہ اسلئے کہ ہم جماعت کے نئے احمدی تھے اور پھر قادیان کی سردی سے ناواقف تھے۔ہمارا قیام بیت الدُعا کے سامنے والے کمروں میں تھا۔رات ہوئی ۔۔۔کڑاکے کی سردی۔۔۔مگر دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت میاں صاحب مرحوم مخمل کی خوبصورت اور قیمتی رضائیاں لیکر ہمارے دروازے پر کھڑے ہیں۔اسوقت ہم حضرت میاں صاحب مرحوم کی بلند شخصیت سے ناواقف تھے۔جب پتہ لگا کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے مجاہد پوتے ہیں تو ہمارے دل جوش ایمان سے لبریز ہو گئے۔اسی طرح ان دنوں قادیان میں میری والدہ صاحبہ مرحومہ کوکسی چیز کی ضرورت پڑی تو وہ چیز آپ نے بازار سے منگوائی۔راستہ میں حضرت میاں صاحب مرحوم کو پتہ چلا تو آپ فوراً ہمارے

پاس آئے اور فرمایا کہ جس چیز کی بھی ضرورت ہو وہ آپ ہمیں بلا جھجک بتا دیں۔انشاء اللہ مہیا کردی جائیگی۔بازار سے نہ منگوائیں۔ایک نئے احمدی مہمان سے جو نہ پیدائشی احمدی تھا۔اور نہ صحابیوں کے خاندان سے تھا اور نہ حضرت میاں صاحب مرحوم سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔مہمان نوازی کا اسقدر پیار بھرا سلوک ۔۔۔اللہ اللہ۔ہمارا خاندان اسی وقت سے آپکا گرویدہ ہو گیا۔اور یہ پیار بھرا باہمی سلوک تا مرگ قائم رہا۔

آپکا میرے مائیکے اور سسرال کے غریب خانہ پر ازراہ شفقت کئی مرتبہ قیام رہا اور مجھے آپکی اور بیگم صاحبہ (حضرت سیدہ امتہ القدوس بیگم زوجہ مبارکہ حضرت میاں صاحب مرحوم) کی خدمت کا موقعہ بھی ملا اور میں یہ کہے بغیر رہ نہیں سکتی کہ آپکی عائلی زندگی میں میں نے آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کی جھلک دیکھی ۔آپکو اپنی بیگم صاحبہ سے احکام الٰہی کے تحت بے حد پیار تھا۔

دونوں میاں بیوی میں اتنا خلوص کہ کوئی یہ بتا نہیں سکتا کہ کون کس سے زیادہ پیار کرتا ہے۔آپکی عائلی زندگی کے کئی واقعات مجھے یاد ہیں مگر میں یہاں چند ایک پر اکتفا کرونگی۔

تاریخ یاد نہیں۔جب حضرت بیگم صاحبہ کا disc کا آپریشن مدراس (چینائی) میں ہوا تو میں خدمت کی خاطر حیدرآباد سے مدراس گئی چونکہ میرا مائیکہ مدراس میں ہے۔حضرت میاں صاحب مرحوم بیگم صاحبہ کی تھوڑی سی بھی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ڈاکٹروں کی تشخیص پر باریک در باریک تفصیل دریافت فرماتے۔دوا اور پرہیز کا ہر ممکن خیال رکھتے۔میں نے حضرت میاں صاحب مرحوم کو بہت ہی پیار اور خدمت کرنے والے شوہر کے روپ میں دیکھا ہے۔آپکی زندگی سرتاپا خیر کم خیر کم لاھلہٖ کا مصداق پائی۔حضرت بیگم صاحبہ مجھ سے فرمایا کرتی تھیں کہ میں بہت خوش قسمت ہوں۔حضرت میاں صاحب نے مجھے اتنی خوشیاں دی ہیں ۔ہم دونوں نے ایک ساتھ ملکر جماعت کی خدمت کی ہے۔جماعتی دورے کئے اور دنیا بھر کی سیر کی جسکا میں اللہ تعالیٰ کے حضور بے انتہا شکر ادا کرتی ہوں۔یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ جب بھی بیگم صاحبہ بیمار ہوتیں۔تو حضرت میاں صاحب بیگم صاحبہ کے علاج کے لئے قادیان سے لمبا اور کٹھن سفر اختیار کر کے حیدرآباد تشریف لاتے اور ماہر سے ماہر ڈاکٹر سے تشخیص

فرماتے مگر میں نے عجیب بات یہ دیکھی اور دیکھ کر حیران ہوتی رہی کہ کبھی آپ نے پریشانی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے دُعاؤں میں مشغول رہتے۔ آپکو اور بیگم صاحبہ کو خدا پر اتنا توکل کہ کٹھن سے کٹھن ایامِ علالت میں بھی اُف تک نہ فرماتے بلکہ صبر و استقلال سے ہر تکلیف و پریشانی کا خندہ پیشانی سے سامنا کرتے۔

آپکی پاکیزہ زندگی کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ آپکو خدا تعالیٰ پر توکل اور قبولیت دعا پر یقین کامل تھا۔ ہم تمام اسکے عینی گواہ ہیں۔ آپ یُسر ہو عُسر ہو راضی ہیں ہم اُسی میں جسمیں تری رضا ہو۔ کے پیکر تھے۔

حضرت بیگم صاحبہ کی آنکھوں کے آپریشن کے وقت میں نے دیکھا کہ آپ اپنے آرام کا خیال کئے بغیر یوں ہی بیٹھے بیٹھے کرسی پر سو جایا کرتے تھے۔ خود بھی شوگر کے مریض مگر نہ اپنے کھانے کا ہوش نہ آرام کا خیال۔ آپ حضرت بیگم صاحبہ کی آنکھوں کے آپریشن کے بعد اور بھی محتاط رہنے لگے۔ جب بھی بیگم صاحبہ چلتیں آپکی نظریں بیگم صاحبہ کے پیروں پر جمی رہتیں کہ کہیں پیر ادھر اُدھر نہ پڑ جائے۔ تیمارداری میں اتنی احتیاط برتتے کہ ہم دیکھ کر حیران رہ جاتے اور ہمارے دل کی گہرائیوں سے بے ساختہ یہ دُعا نکلتی کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ایسا بے لوث پیار کرنے والا شوہر نصیب کرے۔ ہمارا ایک غیر احمدی ڈرائیور تھا جو حیدرآباد میں حضرت میاں صاحب مرحوم کی کار چلایا کرتا تھا۔ جب اُس نے حضرت میاں صاحب کی وفات کی خبر سُنی تو اسکی آنکھیں بھر آئیں اور اُس نے بے ساختہ کہا کہ اب حضرت آپا جان صاحبہ کا کیا ہوگا۔ یہ صدمہ بیگم صاحبہ کیسے برداشت کر پائیں گی؟ ایک غیر احمدی غریب کے دل میں یہ خلوص کیسے پیدا ہوا؟ یہ سب آپکی بلند اخلاقی کا اثر تھا۔ آپکو غریبوں، یتیموں اور بے کسوں سے دلی ہمدردی تھی۔ آپ ڈرائیور سے مصافحہ کرتے اور تحفے بھی دیا کرتے تھے۔ جب بھی ہمارے غریب خانہ پر تشریف لاتے ہمارے خاندان کے ہر فرد کیلئے تحفہ لاتے اور نوکروں کو نقدی دیا کرتے۔ آپکے از راہ شفقت دئے ہوئے تمام تحفے ہمارے پاس موجود ہیں شاید پچیس سال قبل کا واقعہ ہے۔ مجھے ہر سال جلسہ سالانہ پر جانے اور تقریر کرنے کی خواہش رہتی تھی مگر مقامی حالات کچھ اور ہوتے تھے۔ اس چیز کو آپکی دوراندیشی نے بھانپ لیا اور ہر سال میرے خُسر صاحب الحاج سیٹھ محمد معین الدین صاحب مرحوم

امیر جماعت احمدیہ صوبہ آندھرا پردیش کو خط لکھتے کہ جلسہ سالانہ پر اعظم النساء (عاجزہ) کی تقریر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے آپکا لطیف اندازِ بیان۔ اسی پہ اکتفا نہیں فرماتے بلکہ دارالمسیح میں ہمارے خاندان کے قیام وطعام کا انتظام بھی فرماتے۔

ایک مرتبہ مستورات کے جلسہ سالانہ قادیان کے پہلے سیشن میں میری تقریر تھی مگر میرے ساتھ میری چھوٹی چھوٹی بچیاں تھیں۔ انکو جلسہ گاہ لیکر جانا اور پھر تقریر کرنا میرے لئے دشوار تھا۔ میں اپنے شوہر محترم کا انتظار کرتی رہی کہ وہ آئیں اور میں بچیوں کو چھوڑ کر جلسہ گاہ چلی جاؤں تقریباً دس بج گئے تھے اور میں پریشانی کے عالم میں ٹہل رہی تھی کہ اچانک حضرت میاں صاحب تشریف لائے۔ شاید آپ دارالمسیح کی چیکنگ اور دیکھ بھال کی غرض سے نکلے ہوں۔ مجھے پریشان دیکھ کر دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میرے بتانے پر آپ نے ازراہ شفقت مولوی کریم الدین صاحب شاہد (جو اسوقت طالب علم اور ڈیوٹی پر تھے) بلا کر فرمایا کہ جاؤ اور سیٹھ محمد بشیر الدین صاحب کو فوراً ابلا لاؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب گئے اور میرے شوہر آگئے اور میں اسطرح جلسہ گاہ چلی گئی۔ سبحان اللہ! کیا حساس اور شفقت بھرا دل تھا۔ جو دوسروں کی پریشانی کو محسوس کیا کرتا تھا۔

اے رحیم وکریم خدا! تو اس پاک وجود کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرما۔ آمین۔

میری یہ بدقسمتی ہے کہ میں مسلسل چند سالوں سے بوجہ علالت جلسہ سالانہ قادیان پر جا نہیں سکی جسکا مجھے بے حد رنج ہے۔ شاید 2002 میں اچانک میرے قادیان جانے کا پروگرام بھی بن گیا اور میں حضرت میاں صاحب مرحوم اور بیگم صاحبہ کو بغیر اطلاع کئے قادیان پہنچ گئی۔ عاجزہ کو بھی اُن قابل صد احترام بزرگوں سے ملنے کا اتنا اشتیاق تھا کہ صبح سویرے سات بجے سیدھا حضرت آپا جان صاحبہ کے برآمدے میں پہنچ گئی۔ اور دیکھتی کیا ہوں کہ حضرت میاں صاحب تشریف فرما ہیں اور مجھے دیکھکر خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمانے لگے کہ قدوس! قدوس، (بیگم صاحبہ) دیکھو کون آیا ہے۔ اعظم النساء آئی ہیں۔ آج بھی میرے کانوں میں وہ پُر خلوص آواز گونج رہی ہے۔ اسوقت حضرت بیگم صاحبہ غسل خانہ جا رہی تھیں۔ آپ نے حضرت بیگم صاحبہ کا ہاتھ پکڑ کر میرے سامنے لا کھڑا کر دیا۔ ذرا غور کریئے! بھلا

اسوقت میرے جذبات اورخوشی کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ایک ناچیز عاجزہ اورحضرت مسیح موعودؑ کے چشم وچراغ کی یہ پرشفقت مہربانی اور خُلوص۔اے میرے رب العزت!تو حضرت میاں صاحب مرحوم پراپنے فضلوں اوررحمتوں کے پھول نچھاور فرما۔

آپکی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک وصف قابل تحریر اور قابل تقلید ہے۔خیالات کا ایک ہجوم ہے جو اُمڈ رہاہے۔ضبط تحریر میں لانا مشکل امر ہے۔مختصراًیہ کہ آپکی زندگی کے ہرشعبہ کا ہرلمحہ دعوت حق دے رہا کہ ہم تقلید کریں اُس عظیم شخصیت کی اور دُعا کریں اُس محسن کے لئے۔

آپکا ہم پر یہ احسان بھی ہے کہ میرے تمام بچوں کے رشتے آپ ہی کی کوشش اوردُعاؤں کی بدولت طے پائے اوراللہ تعالیٰ کے فضل سے آج اپنی اپنی اذدواجی زندگی میں خوشحال اورصاحب اولادہیں۔الحمدللہ۔

یہ بھی ہماری خوش قسمتی رہی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپکی اوربیگم صاحبہ کی خدمت کی توفیق عطافرمائی۔آپ علاج کے لئے اور جماعتی کام کے لئے جب حیدرآباد تشریف لاتے تو ہمارے غریب خانے کو باوجود آرام وسہولتیں نہ ہونے کے شرف رہائش بخشتے۔ہمکو پتہ ہوتا تھا کہ ہماراغریب خانہ آپکی رہائش کے قابل نہیں۔مگر پھربھی آپ کسی قسم کی تکلیف کا اظہار کئے بغیرہنسی خوشی ہمارے ساتھ ایک خاندان کی طرح گُھل ملکر رہتے۔آپ ہم سے بہت بے تکلف تھے۔خواہ جماعتی ابتلاء ہو یا کاروباری ہروقت ہمیں مفید مشوروں اوردُعاؤں سےنوازتے اور ہرآن ہماری خیرخواہی کے خواہاں رہتے۔

پچھلے سال اگست 2006 میں ہمارے غریب خانہ پرحضرت بیگم صاحبہ کے آنکھ کے آپریشن کی کامل شفایابی پرہم نے حضرت میاں صاحب مرحوم سے دُعا کروائی اوراللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکرادا کیا گیا۔دُعا کے بعد عاجزہ نے حضرت میاں صاحب مرحوم سے درخواست کی کہ میاں صاحب!" گذارش ہے کہ اس خوشی کے موقعہ پرمیرے بچوں کو کچھ نصائح فرمائیں' حضرت میاں صاحب مرحوم نے گذارش قبول کرتے ہوئے جامع نصائح فرمائیں جن میں سے چندایک یہ ہیں۔

’’تمام بھائی بہنیں اتفاق واتحاد سے آپس میں پیارومحبت سے رہیں بہت دُعائیں کریں۔اورخلافت

سے چمٹے رہیں وغیرہ وغیرہ۔''

آہ! کس کو خبر تھی کہ ہمارے گھر آپکی یہ آخری رہائش تھی۔آج بھی ہمارے تصور میں آپکی چلتی پھرتی تصویر گھومتی ہے۔آپکا صبح سویرے اُٹھنا۔نماز وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اخبار کا مطالعہ کرنا۔کھانے کی میز پر ہر قسم کی باتیں کرنا جو مذہبی، تربیتی، جماعتی، خاندانی اور سیاسی امور سے تعلق رکھتی تھیں۔مکان میں نماز باجماعت کا اہتمام کرانا۔نوجوان بچوں سے امامت کرانا۔بچوں کو اُنکی غلطیوں سے آگاہ کرانا۔ پکنک پر جانا۔بچوں میں بچہ۔نوجوانوں میں جوان اور بوڑھوں میں بوڑھے بنکر ہر ایک کو خوشی بانٹنا آپکی ایک خوبی تھی۔آپ شائستہ مذاق بھی فرمالیتے تھے۔آپکی مجلس کسی کو بور نہیں کرتی تھی۔ بلکہ ہر کوئی چاہتا کہ آپ اسی طرح اُنکی مجلس کو چار چاند لگاتے رہیں۔

ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت میاں صاحب مرحوم مجھے فون پر کوئی دُعا بتا رہے ہیں۔ بیدار ہونے پر مجھے وہ دُعا یاد نہیں رہی۔ بہت افسوس ہوا۔میں نے حضرت میاں صاحب مرحوم کو خط کے ذریعہ خواب سنایا اور درخواست کی کہ مجھے کوئی دُعا بتائیں۔اسپر آپ نے ازراہ شفقت مندرجہ ذیل دُعا بتائی اور فرمایا کہ اسکا ورد کریں۔

لا الٰہ الا انت سُبحٰنك انی کنتُ من الظّٰلمین۔(الانبیاء۔۸۸)

ترجمہ: کوئی حاکم نہیں تیرے سوا۔تو بے عیب ہے۔میں یقیناً ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔

ہمارا ایک کاروباری مقدمہ چل رہا تھا۔میں نے حضرت میاں صاحب مرحوم کی خدمت میں گذارش کی کہ دیگر دُعاؤں کے علاوہ مجھے کوئی دُعا اور بتائیں تاہم اس مقدمہ سے بری ہوجائیں۔اسپر آپ نے مجھے یہ دُعا لکھ کر دی۔

بسم اللّٰہ الذی لا یضُر مع اسمہٖ شیءٌ فی الارض و لا فی السمٰوٰتِ و ھو السمیع العلیم۔ترجمہ: میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کہ جس کے نام کی برکت سے زمین اور آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ بہت سننے والا اور بہت علم رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور آپکی دُعاؤں کی برکت سے مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔الحمدللہ۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کا دائرہ دوست و احباب بہت وسیع تھا جس میں نہ صرف افراد جماعت شامل تھے بلکہ غیراز جماعت۔ ہندو۔سکھ اور عیسائی بھی شامل تھے۔اورآپ ہر ایک کا خاص خیال رکھتے اور پیار ومحبت کا ایسا برتاؤ کہ ہر ایک آپکا گرویدہ تھا۔آپ اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کا اتنا خیال اور احترام کرتے تھے کہ باوجود گُونا گُوں مصروفیات کے اُن سے ملاقات کے لئے تشریف لیجاتے۔ہم اسکے عینی گواہ ہیں۔آپ اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو دعوت دیکر اپنے جائے قیام پر بلاتے اور انکی خوب خاطر تواضع فرماتے۔اگر غیر احمدی رشتہ داروں سے پیار وخلوص کا یہ عالم تھا تو بھلا اپنے احمدی رشتہ داروں سے خلوص کا کیا کہنا! آپکی طبیعت میں تعصب اور کسی قسم کا تکلف نہیں تھا جو ایک کامل وصف ہے۔آپ اکثر اوقات مجالس میں بزرگوں کی قربانیوں کے واقعات سنا کر نئی نسل کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اُنکے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرماتے۔مجلس میں رونق افروز ہوتے تو ہر فرد کی دلجوئی فرماتے۔امیر غریب۔عالم اور جاہل۔بچہ بوڑھا ہر ایک سے حسبِ حالات خیریت دریافت فرماتے۔حافظہ اتنا زبردست کہ پشتوں کے پشت کے حالاتِ زندگی سے واقفیت رکھتے تھے۔یادداشت اور فراست کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

آپ زندہ دل۔شگفتہ مزاج۔رحم دل۔غریبوں۔یتیموں اور مسکینوں کے حامی۔خلافت سے بے انتہا پیار۔ایک اطاعت گذار امیر۔نظام جماعت کے علمبردار۔جیّد عالم۔قناعت پسند۔درویشانِ قادیان کے پاسبان۔بلند پایہ مقرر اور صاحب فہم تھے۔آپکا اندازِ گفتگو دل موہ لینے والا تھا۔با رُعب شخصیت غرض خاندان نبوت کا ایک پُرنور چراغ اور مسکراتا ہوا چہرہ تھا جو آج ہم سے جدا ہو گیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کی قبولیت دُعا کا ایک چھوٹا سا واقعہ تحریر کر رہی ہوں۔گو یہ چھوٹا سا واقعہ ہے مگر ہمارے خاندان کے ایک سنہری خواب کی تعبیر ہے۔میری بڑی پوتی عزیزہ امتہ الشافی بنت محمد عظیم الدین اور ہم تمام افراد خاندان کی یہ دلی خواہش تھی کہ عزیزہ امتہ الشافی (وقف نو) کو ڈاکٹر بنائیں۔لہذا آپ اسپر بے حد خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے ہر وقت اسکے لئے دُعائیں کرتے رہے۔یہ

ہماری خوش قسمتی تھی کہ جس وقت میڈکل سیٹ کی councelling ہو رہی تھی۔حضرت بیگم صاحبہ ہمارے غریب خانے پر قیام فرما تھیں اور آپ ضروری کام سے قادیان گئے ہوئے تھے۔ہماری اس پریشانی کے عالم میں آپ اور بیگم صاحبہ ہمیں دلاسہ دیتے رہے اور ہمارے ساتھ دُعاؤں میں برابر کے شریک تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپکی دُعاؤں کو قبولیت بخشی اور عزیزہ امتہ الشافی کو میڈیکل میں فری سیٹ مل گئی۔الحمد للہ۔آج قدم قدم پر آپکی ہمدردی۔محبت۔یاد اور حوصلہ افزائی ہمیں احساس محرومی سے ہمکنار کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپکو بے انتہا فراست عطا فرمائی تھی۔آپ نے عزیزہ امتہ الشافی میں وہ تمام خوبیاں بھانپ لی تھیں اسی لئے آپ نے حضرت بیگم صاحبہ کے آنکھ کے آپریشن 2006 کے وقت تیمارداری کی ساری ذمہ داریاں عزیزہ کے سپرد کر دی تھیں۔

پچھلے سال ماہ اگست 2006 میں حضرت میاں صاحب مرحوم اور حضرت بیگم صاحبہ کا قیام بسلسلہ آنکھ کے آپریشن ہمارے غریب خانہ پر تھا۔باتوں باتوں میں میں نے اپنی علالت اور معذوری کا ذکر کیا اور دارالمسیح کے دیدار سے محرومی کا مایوسانہ انداز میں ذکر کیا تو آپکو میرے احساسات کا بخوبی اندازہ ہوا۔اور آپ نے شفقت بھرے لہجہ میں فرمایا کہ اعظم النساء۔اس سال قادیان ضرور آنا۔دارالمسیح میں لفٹ لگ گئی ہے۔تکلیف نہیں ہوگی۔

آہ! کس کو خبر تھی کہ شفیق باپ کی شفقت بھری دعوت آخری دعوت تھی۔جب بھی آپکا وہ پُرخلوص جملہ یاد کرتی ہوں تو دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور دل کی گہرائیوں سے یہ دُعا نکلتی ہے کہ: اے اللہ! اس مردمجاہد پر جو مسیح کی بستی کا حق ادا کرنے والا تھا اپنی بے پناہ برکتوں کی بارش برسا اور اپنے قُرب میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود ؑ کے قدموں میں بلند مقام عطا فرما اور آنے والی نسلوں کو اُنکی عظیم ذمہ داریوں کو احسن طریقے پر نبھانے کی توفیق عطا فرما۔آمین۔

آپکی پاکیزہ زندگی کا ایک نمایاں پہلو آپکی وہ عظیم قربانی ہے جو آپ نے حضرت مسیح موعود ؑ کی پیاری جماعت کے لئے دی۔جسکا ہر کس و ناکس کو اعتراف ہے اور سب سے بڑھکر ہمارے پیارے خلیفہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ میں ذکر فرمایا۔'ایک دنیا گواہ

ہے۔آپکے نام کے ساتھ وہ عظیم قربانی جڑی ہوئی ہے جو آپ نے دیار مسیح۔شعائر اللہ اور درویشان قادیان کیلئے۔1947 کے انقلاب کے بعد دی۔تاریخ احمدیت میں آپکا نام سنہری حرفوں میں لکھا جائیگا۔''

آپ نے کن کن انتہائی نامساعد حالات میں مظالم کا تختہ مشق ہوئی جماعت کو سنبھالا۔یہ ایک لمبی داستان ہے۔ غور کیجئے! وہ زمانہ جب قادیان میں صرف 313 درویش قیدیوں کی سی زندگی بسر کررہے تھے۔ماحول اتنا ظالم کہ سانس لیتے ہوئے بھی ڈر لگتا تھا۔کوئی پُرسانِ حال نہ تھا۔ہاں تھا تو وہ خلیفہ حضرت مصلح موعودؓ اور آپکی پُرسوز دُعائیں اور پھر تدبیری رنگ میں حضرت میاں صاحب مرحوم کی عظیم قربانی۔جو آج قادیان دارالامان ترقی کی منازل طے کرتا ہوا پوری شان وشوکت سے بیانگ دہل یہ چیلینج کررہا ہے کہ:

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤگے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپکو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ: آپکی درویشی کی زندگی میں مجاہدانہ رنگ تھا۔مزید اپنے خطبہ جمعہ 4 مئی 2007 میں فرمایا کہ:''درویش بنکر گئے تھے تو درویشی میں زندگی گذاری۔یہ خیال نہیں آیا کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا پوتا ہوں۔آپ نے اپنے والد حضرت مصلح موعودؓ کی نصیحت کہ تمہارا قادیان میں رہنا درویشوں کی حوصلہ افزائی کا باعث بنے گا اور تمہارا قادیان میں رہنا ضروری ہے۔'' کو خوب نبھایا۔بہت سی ابتلائیں آئیں حوادثات آئے جسکا آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔اُف تک نہ کی یہ تھا آپکا عزم اور صبر واستقلال۔لکھنا تو بہت کچھ ہے مگر فی الحال حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر پر ختم کرتی ہوں۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اے اللہ! تو ہماری دُعاؤں کو شرف قبولیت بخش۔آمین۔

(النصرت 2009ء لجنہ اماء اللہ بھارت، صفحہ 46-38)

خوبصورت یادوں کی حسین داستانیں

محترمہ محمودہ رشید صاحبہ صوبائی صدر آندھرا پردیش

1942ء تا 1944ء یہ دو سال خاکسار کی زندگی میں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ جبکہ میری عمر 8 سال تھی۔ اس زمانہ میں جنگِ آزادی اپنے عروج پر تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا شاندار دورِ خلافت چل رہا تھا۔ میرے دو ماموں قادیان جامعہ احمدیہ میں زیرِ تعلیم تھے۔ اُنکا حضرت امّاں جانؓ اور حضور کی چاروں بیگمات کے گھر بلا روک ٹوک آنا جانا تھا۔ جب میرے ماموں چھٹیوں میں حیدر آباد آنے لگے تو حضرت اُمّ وسیم صاحبہ نے کہا کہ میرے لئے حیدر آباد سے ایک بچی لے آنا میں اسکی ساری ذمہ داری اٹھا لوں گی۔ حیدر آباد پہنچ کر جب اس بات کا ذکر میرے ماموں جان نے گھر پر کیا تو 4۔3 لڑکیاں قادیان جانے کیلئے تیار ہوگئیں۔ جن میں سے ایک میں بھی تھی۔ لیکن بوجہ حالات کی خرابی کے میرے ماموں کسی کو بھی نہ لے گئے۔ اسی سال ہمارے ہاں سے محترم مومن صاحب جو ہمارے رشتہ دار ہوتے ہیں جلسہ سالانہ پر قادیان تشریف لے جا رہے تھے۔ میں نے اُنکے ساتھ جانے کی ضد کی۔ جس پر اُنہوں نے مجھے بخیریت لے جا کر میرے ماموں کے پاس پہنچا دیا۔

سب سے پہلے میری ملاقات حضرت امّاں جانؓ سے کروائی اور میرے آنے کی وجہ بتائی۔ امّاں جانؓ نے پریشانی سے فرمایا ارے یہ اتنی چھوٹی سی لڑکی اس کی تو خدمت کرنی پڑے گی عزیزہ تو بیمار رہتی ہے۔ اسکی خدمت کیلئے کوئی بڑی سمجھدار عورت چاہیئے۔ یہ کیا عزیزہ کے کام آئیگی۔ پھر حضرت امّاں جانؓ نے ازراہِ شفقت خود اپنے ہاتھ سے عاجزہ کی کنگھی کی اسکے بعد حضرت اُمِّ وسیم صاحبہ سے ملاقات کیلئے گئے۔ حضرت آپا جان صاحبہ مجھے دیکھکر بہت خوش ہوئیں نام پوچھا۔ بتانے پر آپ کہنے لگیں بہت پیارا نام ہے لیکن ہم آپ کو سعیدہ پکاریں گے پھر میرے ماموں جان سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں کہ آپ کو پتہ ہے نا؟ کہ ہماری بڑی بہن ام ناصر صاحبہ کا نام محمودہ بیگم ہے۔ اچھا نہیں لگے گا۔ کتنی بے ادبی ہوگی۔ اب سوچتی ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ خلیفہ کی بیویوں میں کتنا اتفاق و اتحاد تھا کہ سوکن جیسے کڑوے رشتہ میں بھی اتنا ادب و لحاظ!

گھر پر حضرت اُمِّ وسیم صاحبہ اور آپکے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ہی رہتے تھے چھوٹے صاحبزادے مرزا نعیم احمد صاحب اپنی نانی صاحبہ کے پاس لاہور رہا کرتے تھے۔حضرت میاں صاحب سے تعارف ہوا۔آپ بہت ہی خوش مزاج۔دردمند دل رکھنے والے۔انتہائی نفیس شخصیت کے مالک۔نہ ہی کسی سے جھڑک کر بات کرتے نہ ہی کسی پر حکم چلا کر کام کرواتے۔آپ کا ایک کشادہ بڑا سا کمرہ تھا۔آپ زیادہ تر کمرے میں ہی رہتے اور اپنی پڑھائی میں مگن رہتے۔آپ کھیلوں کے بہت شوقین تھے۔آپکا کمرہ کھیلوں کے سامان اور کتابوں سے بھرا پڑا تھا۔جب بھی باہر جاتے کمرہ کو تالا لگا کر جاتے۔جب کمرہ کی صفائی کروانی ہوتی تو چابی اپنی والدہ صاحبہ کو دے جاتے اور کہتے کہ امّی سعیدہ سے میرا کمرہ صاف کروا دیجئیے۔اور میں بڑے شوق سے حضرت میاں صاحب کا کمرہ صاف کرتی۔ساری رات کتابیں جو گرد آلود ہوتی تھیں صاف کر کے رکھتی اور جوتے بھی پالش کر کے رکھتی تو حضرت میاں صاحب آ کر بہت خفا ہوتے کہ سعیدہ تم نے جوتے کیوں صاف کیے۔سختی سے منع کیا کہ دیکھو آئندہ سے میرے جوتوں کو ہاتھ نہ لگانا۔

غرض ان دو سالوں کی بہت سی انمٹ یادیں ہیں جنھیں بیان کرنے لگوں تو

زمانہ بڑے شوق سے سُن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

والی بات ہو جائے گی۔

انہیں دنوں یہ افواہ پھیل گئی کہ پاکستان بن جائے گا اور قادیان پاکستان میں چلا جائے گا۔یہ خبر سُنکر میری والدہ صاحبہ پریشان اور بیمار ہو گئیں۔اور میرے ماموں کو لکھا کہ مجھے جلد از جلد حیدر آباد بھجوا دیں۔جب میرا سامان پیک ہو رہا تھا تو حضرت میاں صاحب نے اپنی والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ امی کون؟ کہاں جا رہا ہے؟ آپا جان صاحبہ نے کہا بیٹا سعیدہ حیدر آباد جا رہی ہے ان، کی امی بہت پریشان ہیں کہ قادیان پاکستان میں جا رہا ہے۔یہ سُنکر حضرت میاں صاحب نے نہایت پُرسکون لہجہ میں کہا کہ آپ انہیں تسلّی کا خط لکھ دیتیں کہ ہم جہاں رہیں گے سعیدہ بھی وہیں رہے گی ہمارے ساتھ۔اس پر

حضرت آپا جان صاحبہ نے کہا نہ بیٹا اب تو اسکو جانے دو کچھ حالات ٹھیک ہو جائیں گے تو پھر ہم سعیدہ کو ضرور بُلوا لیں گے۔ یہ لڑکی گھر میں تھی تو کتنا اچھا لگتا تھا۔اور اس طرح یہ قیمتی دو سال گزار کر میں واپس اپنے گھر حیدر آباد پہنچ گئی۔

میری شادی کے بعد میرے خُسر صاحب نے دیودرگ میں ایک بہت بڑے جلسہ کا شاندار بڑے پیمانے پر اہتمام کیا۔جسمیں حضرت میاں صاحب بھی تشریف لائے۔سبھی کیلئے باورچی سے کھانا پکوایا گیا۔مگر خصوصی مہمان کرام کیلئے کھانا خاکسار نے پکایا۔حضرت میاں صاحب جب دسترخوان پر تشریف لائے تو مسکرا کر میرے خُسر صاحب سے بولے لگتا ہے یہ حیدر آبادی ہاتھ ہے۔میرے خُسر صاحب نے کہا جی ہاں میاں صاحب میری بہو جو حیدر آباد کی ہے نہ پورا جُملہ ختم بھی نہ ہو پایا تھا کہ آپ ہاتھ اُٹھا کر بولے ہاں ہاں میں جانتا ہوں۔میں جانتا ہوں۔اسی موقعہ پر عورتوں سے ملاقات کے دوران میں نے حضرت میاں صاحب سے کہا کہ آپ کو یاد ہے میاں صاحب میں سعیدہ ہوں تو آپ مسکرا کر کہنے لگے ہاں ہاں بالکل یاد ہے تم سعیدہ ہو۔امی بھی تم کو بہت یاد کرتی رہتی تھیں۔

جب میرے بڑے بیٹے کا رشتہ وکیل سید جعفر حسین صاحب کی بڑی بیٹی سے طے پایا تو حضرت میاں صاحب نے بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ بہت بہت مبارک ہو آپ نے ایک بہت ہی نیک آدمی کی بیٹی سے رشتہ طے کیا ہے۔

حضرت میاں صاحب سے میری آخری ملاقات حیدر آباد میں محترم سیٹھ الیاس صاحب کی وفات پر ہوئی۔مُجھے دیکھ کر قریب بُلایا۔اور دیودرگ کے تمام لوگوں کی خیریت پوچھی۔پھر میری خیریت دریافت کی۔اُن دنوں میں گر گئی تھی۔پوچھنے لگے کہ کیسے اور کہاں گر گئی تھیں؟ مجھے لگا کہ حضرت میاں صاحب مجھ سے اور کچھ کہنا چاہتے ہیں پر کسی اور (صاحبہ) کے آجانے پر حضرت میاں صاحب اُن سے مخاطب ہو گئے تو میں وہاں سے اُٹھ گئی۔

ورق ختم ہوا اور داستان باقی ہے
اک سفینہ چاہیئے بحرِ بیکراں کیلئے

(النصرت 2009ء لجنہ اماءاللہ بھارت، صفحہ 50-48)

ہمارے میاں صاحب

محترمہ شیریں باسط صاحبہ اہلیہ مکرم باسط خان صاحب

میرا تعلق میاں صاحب سے خاندانی بھی تھا اور ذاتی بھی۔ میں بچپن سے حضرت میاں صاحب کے بہت قریب رہی اور تقریباً 40 سال کا یہ تعلق کم نہیں ہوتا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو لوگ میاں صاحب کہا کرتے تھے وہ سبھی کے میاں صاحب تھے جنکی محبت کے سایہ میں امیر غریب، مجبور، بے بس اور لاچار سب بستے تھے۔ میاں صاحب رحم دل اتنے زیادہ تھے کہ کسی کا دُکھ درد دیکھ نہیں سکتے تھے۔ مخیر ایسے کہ خواہ اپنے لیے کچھ نہ رہے مگر ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو جائے۔

آپ کی خوش قسمتی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی ساری اولاد میں حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کو بھارت کی فلاح و بہبود اور خدمت کے لیے چُن لیا۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے اِس کے اندر کچھ راز ضرور پوشیدہ ہونگیں۔ وہ جانتے تھے کہ میرا یہی لڑکا قربانی کے لیے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب اس امتحان میں پورے اُترے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے کی حیثیت سے اُن کے لائے ہوئے مشن کی تکمیل میں اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں۔ اور ہمیشہ یہی تلقین کی کہ قادیان ہمارا دائمی مرکز ہے اُس کی ہر آن حفاظت کرنی ہے اور اگر اپنی جانیں بھی پیش کرنی ہونگیں تو خوشی خوشی قربان کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید و نصرت فرمائی آپ نے اہل قادیان کے ساتھ اس مقدس بستی کی حفاظت فرمائی اور ہمیشہ جماعت کی عزت و وقار بلند کیا۔

آپ بہت نیک دُعا گو بزرگ تھے۔ سارے لوگوں کی زبان پر بس ایک ہی لفظ ''میرے میاں صاحب'' اس ''میرے'' ایک لفظ میں کتنا اپنا پن چھُپا ہوا ہے۔ وہ آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہونگیں۔ آپ جزبۂ خدمتِ خلق سے سرشار تھے آپکی دردمندی کا ایک واقعہ یہ ہے کہ مکرم نصیر نام کے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میں نے میٹرک کے بعد پڑھائی مالی پریشانی کی وجہ سے چھوڑ دی تھی جب حضرت میاں

صاحب کو معلوم ہوا کہ میں نے کالج کی پڑھائی چھوڑ دی ہے تو مجھے بلوایا اور دو ہزار روپے اپنے ہاتھوں سے میری شرٹ کی جیب میں ڈال دیے اور فرمایا کہ اپنی پڑھائی جاری رکھو۔ جماعت میں یا جماعت سے باہر کسی شخص کا انتقال ہو جاتا تو اُس کے بچوں اور قریبی رشتہ داروں کو اس طرح تسلی دیتے اور اس انداز سے تعزیت کرتے کہ رنج وغم کم ہو جاتا اور فرائض و مرنے والے کی صفات کو اپنانے کا جذبہ زیادہ پیدا ہوتا۔ میری والدہ صاحبہ کی وفات پر ان کا یہ جملہ مجھے ابھی تک یاد ہے کہ ''تمام خاندان کو جو صدمہ پہنچا ہے اُس کو گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں'' حضرت میاں صاحب میں زبردست قوتِ برداشت تھی۔ غصّہ بہت کم آتا تھا۔ وہ جماعت کے کسی کام کو غلط طور پر دیکھنا پسند نہ کرتے تھے۔

جلسہ سالانہ اُڑیسہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ مجھ ناچیز کے گھر میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے جبکہ وہ اُڑیسہ کی سرکار کے خاص مہمان ہوا کرتے تھے۔ ان کا شاندار اور آرام دہ گیسٹ ہاؤس میں رہنے کا انتظام ہوتا تھا لیکن طبیعت میں سادگی اور خاکساری اتنی زیادہ تھی کہ گیسٹ ہاؤس میں رہنا کبھی پسند نہیں کرتے تھے۔

آپ ہندوستان میں دارالمسیح کے علاوہ خلافتِ احمدیہ کے بھی امین تھے اور قومی اتحاد اور یک جہتی کو قائم رکھنے میں آپ نے بے مثال خدمات انجام دیں۔ آپ جملہ افراد ہندوستان کے لیے خاندانِ مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں مرجع خاص وعام تھے۔ آپ کا وجود ایک نافع الناس وجود تھا۔ بھارت کے غیر مسلم اور احمدی احباب سے آپ کا ذاتی اور خاندانی تعلق تھا لوگ آپ سے اہم امور پر مشورہ لیا کرتے تھے آپ کے مشوروں اور دُعاؤں سے ان لوگوں کو سکون اور راہنمائی ملتی تھی۔ ہندوستان کی جماعتوں کے قیام اور استحکام کے لیے آپ نے بے حد محنت کی ہے۔ ان کی تنظیم سازی کی اور اُن میں دعوت الی اللہ کا شعور پیدا کیا اور آپ بلند پایہ عالمِ دین باکمال مقرّر۔ حلیم الطبع۔ نرم مزاج اور مدّ برانہ شخصیت اور قاعدانہ صلاحیتوں کے حامل انسان تھے۔ غیر مسلموں نے بھی آپ کا تمام عمر بے انتہا عزت واحترام کیا۔ لوگ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت صاحبزادہ صاحب کے زریں اقوال وافعال کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رشک کرتے ہیں فرشتے ایسے نیک انجام پر
تجھ پہ لاکھوں رحمتیں ہوں اے خلیفہ کے پسر
کر گئے مغموم سب کو حضرت میاں وسیم
صبر دے مولیٰ سبھی کو صدمہ ہے عزیم تر

(النصرت 2009ء لجنہ اماء اللہ بھارت، صفحہ 52-51)



1953ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں حضرت مرزا وسیم احمد صاحب تقریر کرتے ہوئے



اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے موقع پر اطفال میں انعامات تقسیم کرتے ہوئے

ھر دل عزیز میاں صاحب

محترمہ شمیم بیگم صاحبہ سوز سابق ہیڈ معلّمہ نصرت گرلز اسکول قادیان

حضرت مصلح موعودؓ کے فرزند و لخت جگر مکرم و محترم مرزا وسیم احمد صاحب جنکو قادیان کے لوگ میاں صاحب کہہ کر پکارتے تھے اپنی ذہانت مشفقانہ رویہ اور خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔ قادیان کا کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو محترم میاں صاحب مرحوم ومغفور کا احسان مند نہ ہو۔ خاکسار 69 میں مکرم منظور احمد صاحب سوز سابق ناظر تعلیم کی اہلیہ کی حیثیت سے قادیان آئی۔ اُس وقت سے ہر ایک کو محترم میاں صاحب کی انتہائی عزّت و احترام اور محبت میں سرشار دیکھا۔ جولائی 86ء میں جب میرے میاں کی وفات کانپور میں ہوئی تو مکرم میاں صاحب نصرت گرلز اسکول کے دروازے پر (خاکسار نصرت گرلز اسکول میں بطور ٹیچر کام کر رہی تھی) خود تشریف لائے اور وفات کی خبر دی خاکسار یہ خبر سنتے ہی سخت پریشان تھی محترم میاں صاحب اندر تشریف لائے اور خاکسار کی بڑی تسلی تشفی کرائی۔ اور ایک کارکن مکرم یونس صاحب کے ساتھ مجھے اور بچّوں کو کانپور بھجوانے کا انتظام کیا اور کچھ رقم بھی ساتھ دی تا کہ راستہ میں اخراجات کی مشکل نہ ہو۔ اکثر محترم میاں صاحب گھر کی خیریت دریافت کرواتے اور خاکسار کا جواب ہوتا۔ الحمدللہ۔

محترم میاں صاحب کی قادیان کے ایک ایک فرد پر نظر ہوتی اور جہاں دلدہی کی ضرورت ہوتی آپ دلدہی فرماتے۔ میرا چھوٹا بیٹا عزیزم داؤد احمد جو اپنے والد کی وفات کے وقت صرف پانچ سال کا تھا ایک مرتبہ گلشن احمد میں کھیل رہا تھا۔ محترم میاں صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہر پر تشریف لے جارہے تھے۔ آپ نے فرمایا اس بچہ کو بھی ساتھ لے چلو چنانچہ میرے بیٹے نے مجھے اطلاع دی اور محترم میاں صاحب کے ساتھ نہر پر گئے کچھ دیر ٹھہرے پھر کھانا وغیرہ کھلا کر واپس بھجوا دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ مکرم میاں صاحب نہر پر تشریف لے گئے تھے میرا بڑا بیٹا عزیزم سہیل احمد بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہر پر گیا۔ نہر پر سب نہا رہے تھے مکرم میاں صاحب نے دیکھا کہ یہ بچہ پانی میں جانے سے ہچکچاتا ہے تو دوسرے بڑے لڑکوں سے فرمایا اسکو پانی میں اتارو۔ عزیزم سہیل احمد نے جب

دیکھا کہ اب خلاصی کی کوئی صورت نہیں تو خود ہی پانی میں کود گیا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ اچھّا تیراک بنا۔محترم میاں صاحب کی یہ عنایت شاید اس وجہ سے تھی کہ جماعت کے بچے اچھے تیراک ہوں۔

میری بڑی بیٹی عزیزہ نفیسہ ریحانہ جب B.A کر چکی تو ایک دن ہم محترم میاں صاحب سے ملاقات کے لئے گئے میاں صاحب کے دریافت فرمانے پر میں نے کہا کہ یہ تو B.ED کرنے کو کہتی ہے لیکن میرے لئے مشکل ہے،مکرم میاں صاحب نے فرمایا تم ٹیسٹ میں بیٹھو داخلہ کا انتظام ہو جائے گا چنانچہ ٹیسٹ میں 18 ویں نمبر پر آنے پر شہامت علی صاحب کو بھیج کر داخلہ کروا دیا۔اور خاکسار کی درخواست پر تحریر فرمایا عزیزہ ریحانہ ہمارے مکرم منظور احمد سوز مرحوم سابق ناظر تعلیم کی بیٹی ہے۔ہونہار بچی ہے۔B.ED کے بعد حسب ضرورت وہ جماعت کے تعلیمی ادارہ میں بھی خدمت بجا لاسکتی ہے۔اس لئے میری درخواست ہے کہ عزیزہ کے لئے چودہ ہزار روپے امداد برائے تعلیمی وظیفہ کی آپ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں سفارش فرمادیں۔سو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور محترم میاں صاحب کی شفقت کے نتیجہ میں عزیزہ ریحانہ نصرت جہاں اکیڈمی میں بطور HEAD OF THE ENGLISH DEPARTMENT خدمت بجا لا رہی ہے اور BEST OF ALL ROUND TEACHER کی ٹرافی بھی حاصل کی ہے۔

اسی طرح جب عزیزہ نفیسہ ریحانہ کا رشتہ پاکستان میں عزیزم ناصر احمد بھلّی مبلغ سلسلہ کے ساتھ ہوا مکرم میاں صاحب کے علم میں تھا کہ پاکستان میں ہمارا کوئی قریبی عزیز نہیں ہے مکرم میاں صاحب نے اپنی بڑی بیٹی عصمت علیم صاحبہ کو لکھا کہ اس بچی کو اچھی طرح رخصت کیا جائے چنانچہ عصمت علیم صاحبہ نے بچی کو اپنے گھر بلا کر کھانا وغیرہ کھلا کر خود دلہن بنایا خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی مستورات جمع ہوئیں جن میں حضرت مریم صدیقہ صاحبہ زوجہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سر فہرست تھیں انہوں نے دعا کروائی اور بچیّ کو اپنی دعاؤں کے سایہ میں رخصت کیا۔

اسی طرح جب میرا بڑا بیٹا عزیز سہیل احمد ذہنی طور پر بیمار ہوا تو میں مکرم میاں صاحب کے پاس گئی میری پریشانی سے مکرم میاں صاحب خود بے چین ہو گئے ادھر ربوہ میں بچیّ بھی بہت پریشان تھی اُسکو اکیڈمی سے

چھٹّی نہیں مل رہی تھی مکرم میاں صاحب نے ناظر صاحب تعلیم ربوہ کو سفارش کی کہ انکی والدہ بچّے کی نفسیاتی بیماری سے بہت پریشان ہیں لہذا عزیزہ ریحانہ کو چھٹی دے دی جائے۔ بیماری کے دوران بھی مکرم میاں صاحب بہت خیال رکھتے رہے بیٹی داماد کے آنے پر کچھ رقم بھی بجھوائی کہ ضرورت ہوگی رکھ لیں۔

مکرم میاں صاحب کی یادداشت بہت اچھی تھی۔ جماعت کے بزرگوں سے جو رشتہ داریاں تھیں میاں صاحب کو خوب یاد تھیں۔ عزیزم سہیل احمد کی شادی پر میاں صاحب امریکہ میں تھے واپس آنے پر خاکسار نے دعوت پر مدعو کیا۔ کھانے کے دوران میری بہو جو سردار محمد ایوب خان صاحب صحابی حضرت اقدس مسیح موعود ؑ کی پڑپوتی ہے فرمایا تمہارے یہاں ایک تبرک بھی ہوگا (اشارہ انکے پڑدادا کی تصویر کی طرف تھا) لہذا اگلی مرتبہ جب میری بہو مائیکہ گئی تو اپنے پڑدادا کی تصویر اپنی پھوپھی سے کہکر تلاش کی اب وہ تصویر اس کے پاس ہے۔

مکرم میاں صاحب بہت ذہین تھے۔ بیماری کے ایام میں بھی ہلکا سا مزاح جو آپکی طبیعت میں داخل تھا اُسی طرح گفتگو فرماتے۔ اپنی آخری بیماری میں جب میاں صاحب امرتسر تشریف لے گئے تو صرف دو دن پہلے خاکسار اپنی بہو کے ساتھ بیگم صاحبہ سے ملنے گئی۔ واپسی پر جب ہم سیڑھیاں اتر رہے تھے تو محترم میاں صاحب نماز سے واپس آرہے تھے دو تین خدام آپکے ساتھ تھے۔ سیڑھیاں اتر کر میں نے اور بہو نے مکرم میاں صاحب کو السلام علیکم کہا آپ نے فرمایا وعلیکم السلام اور پھر ایک نظر ڈالی اور چونکہ میری بہو میری بہن کی بیٹی بھی ہے فرمایا ''اچھا خالہ بہو ہیں''

آج محترم میاں صاحب کی باتیں یاد آتی ہیں تو دل بے چین ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل اور اپنے نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ آپکی تمام نیکیوں کو قبول فرمائے اور بہترین جزاء عطا فرمائے آپ کے درجات کو بہت بہت بلند فرمائے اور اپنے اولوالعزم باپ کے پہلو میں جگہ عطا فرمائے جن سے وہ مقامات مقدسہ اور قادیان کی حفاظت کی وجہ سے ساری عمر جُدا رہے۔ آمین۔

(النصرت 2009ء لجنہ اماءاللہ بھارت، صفحہ 55-53)

حضرت میاں صاحب کی پیاری یادیں

محترمہ امتہ الحیٔ تحسین صاحبہ اہلیہ مکرم شکیل احمد طاہر صاحب

حضرت میاں صاحب کی اچانک بیماری کا سُنکر دل بے چین ہو گیا اور ہر وقت آپ کی شفایابی کے لئے دُعائیں کرتے رہے۔ لیکن قدرت کو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اچانک آپکی وفات کی خبر سُنکر سارا قادیان غمزدہ ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر نے تسلی دی کہ

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

پھر آہستہ آہستہ آپکی پیاری یادیں ہمارے دلوں کو تسلی دینے لگیں۔ جس طرح والدین کی جدائی کے بعد بچپن کی ساری یادیں یاد آنے لگتی ہیں اسی طرح آپکی پیاری یادیں کبھی دل کو تسکین دیتیں تو کبھی اس دل کو بے چین کر دیتیں۔

ہمارے والد محترم عبدالحق صاحب درویش مرحوم مبلّغ سلسلہ تھے جو اکثر قادیان سے باہر رہتے تھے۔ حضرت میاں صاحب کو ہمیشہ یہ فکر رہتی کہ والد صاحب کی غیر موجودگی میں ہمیں کوئی پریشانی نہ ہو اس لیئے وہ باوجود مصروفیت کے ہمیشہ ہمارا ہر طرح کا خیال رکھتے۔

آپکا وجود خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسا پیارا اور مقدس وجود تھا جو اللہ تعالیٰ نے درویشانِ قادیان اور اُنکی نسلوں بلکہ سارے ہندوستان کو تحفۃً دیا تھا۔ آپ بلند اخلاق بلند حوصلہ کے مالک تھے۔ آپکے بارے میں یہ ناچیز کیا لکھے آپ تو پیار محبت، شفقت، ہمدردی اور خوش اخلاقی کا مجسمہ تھے۔ آپکی یادیں تو تازندگی ہمارے دلوں میں رس گھولتی رہیں گی۔ ویسے تو آپکی شفقت بھری یادیں اسقدر ہیں کہ سمجھ نہیں آتا کہ کیا بیان کروں اور کیا لکھوں۔

میں حضرت میاں صاحب کو پڑھائی کے دنوں میں اور اکثر دُعا کے لیے خطوط لکھا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ جب ہم حیدرآباد سے تبادلہ ہو کر شاہجہانپور آئے ہوئے تھے تو اطلاع ملی کہ حضرت میاں صاحب اور حضرت آپا جان صاحبہ دورے پر ہیں اور آپکی ٹرین واپسی پر شاہجہانپور ریلوے اسٹیشن پر رُکے

گی۔اس لیے ہم سب آپ سے ملنے کے لیے ریلوے اسٹیشن پہنچے۔سب لوگوں کی نظریں ٹرین پر لگی ہوئیں تھیں کہ حضرت میاں صاحب نظر آ جائیں ہم سب کھڑکیوں سے اندر سیٹوں پر دیکھ رہے تھے لیکن آپ تو اپنے پیاروں سے ملنے کے لیے اسقدر بے چین تھے کہ دروازہ پر ہی کھڑے نظر آئے۔ٹرین اسٹیشن پر صرف تین منٹ تک ہی ٹھہرنی تھی آپ ٹرین رُکتے ہی اسٹیشن پر آ گئے سب سے ملاقات کے بعد میرے ابا جی سے پوچھنے لگے کہ آپکی بچّی امتہ الحیٔ کہاں ہے میں آگے بڑھی تو آپ مجھے ازراہِ شفقت ٹرین کے اندر حضرت آپا جان صاحبہ سے ملوانے کے لیے لے گئے اور فرمانے لگے کہ یہ مولوی صاحب کی بیٹی امتہ الحیٔ ہے جو ہمیں ہمیشہ دُعا کے لیے خط لکھتی ہے اور آپا جان سے ملاقات کے بعد فوراً ہی ٹرین نے وسل دی اور آپ میرے ہمراہ دروازے تک آئے اور ابا جی اور میرے چھوٹے بہن بھائیوں سے باتیں کرنے لگے جیب سے کاغذ پین نکال کر میرے بھائی کوٹا نک لکھ کر دی۔اللہ اللہ آپ کی ہمدردی اور شفقت ٹرین چلنے کو تیار ہے بلکہ رینگ رہی ہے اور ان تین منٹ میں آپکو یہ فکر تھی کہ کہیں مولوی صاحب کی کوئی پریشانی یا ضروری بات رہ نہ جائے۔اس لیے ہر طرح سے دلجوئی کرتے رہے اور مُسکراتے ہوئے دروازے پر کھڑے ہاتھ ہلاتے رہے اور ٹرین روانہ ہوگئی۔

جب میرا نکاح ہوا تو میرے والد صاحب نے کہا کہ حضرت میاں صاحب کے پاس جاؤ وہ تمہیں یاد کرتے ہیں۔میں اور میری چھوٹی بہن مٹھائی وغیرہ لے کر آپکے گھر گئے تو آپ جمعہ کی تیاری میں مصروف تھے حضرت میاں صاحب باہر صحن میں آئے تو میری چھوٹی بہن نے مٹھائی آپکو دی تو مُسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ پہلے بتاؤ کہ تم میں سے کل نکاح کس کا ہوا ہے میری بہن نے میری طرف اشارہ کیا اس پر میاں صاحب فرمانے لگے کہ پھر تم کیوں مٹھائی دے رہی ہو میں تو اُسکے ہاتھ سے مٹھائی لونگا۔پھر ازراہِ شفقت پیار دیا اور ڈھیروں دُعائیں دیں اور کہنے لگے کہ تمہاری صحت بہت کمزور ہے بھوک لگتی ہے کہ نہیں ٹانسلز تو نہیں ہیں اندر سے چمچ منگوا کر میرا گلا دیکھا اور دوائیاں دیں۔اور فکر مندی کا اظہار کیا۔اور کہنے لگے کہ شاہجہانپور جانے سے پہلے مل کر جانا۔

اللہ تعالیٰ آپکو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے اور ہماری پیاری آپا جان صاحبہ کو صحت وتندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور ہم سبکو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

(النصرت 2009ء لجنہ اماءاللہ بھارت، صفحہ 57-56)

میاں صاحب سے وابستہ کچھ حسین یادیں

محترمہ بی طاہرہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ کیرالہ

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحبؒ کے ہاتھ میں۔ ہندوستان کی تمام جماعتوں کی باگ ڈور تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے کی حیثیت سے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اپنے پُرخلوص پیار و محبت کی وجہ سے کیرالہ کے ہر احمدی کے دل میں آپ کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی اس کے علاوہ آپ اپنی یادداشت عزم میں پختگی رخاندانی وجاہت کی وجہ سے روشن اور بلند و بالا شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ اس کمی کو پورا کرتے ہوئے آپکی جگہ پرنعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

1960ء میں حضرت میاں صاحب اور حضرت آپا جان صاحبہ اور انکی دو بچیاں کیرالہ کے اس گمنام گاؤں پینگاڈی پہنچے۔ 1919ء میں تعمیر کردہ پینگاڈی کی احمدیہ مسجد صوبہ کیرالہ کی پہلی احمدیہ مسجد تھی۔ اس مسجد میں اُس وقت حضرت میاں صاحب نے میری بہنوں کا نکاح پڑھایا۔ میاں صاحب کا یہ دوروزہ پروگرام ہمارے لئے عید کا عہد سماں تھا۔ اسکے بعد کئی دفعہ آپ یہاں آتے رہے۔

پینگاڈی میں تیسری دفعہ از سرنو تعمیر کردہ احمدیہ مسجد کا ''طاہر مسجد'' ہے۔ پینگاڈی میں آپکی آخری تشریف آوری اس مسجد کے افتتاح کے لیے تھی۔

29 جنوری 2004ء کو حضرت میاں صاحب اور سیدہ آپا جان صاحبہ پینگاڈی پہنچے تو تقریباً رات ہو چکی تھی اسکے باوجود جماعت کے مردوزن اور بچوں نے ملکر آپکا دل کی گہرائی سے شاندار استقبال کیا۔

30 جنوری بروز جمعہ خطبہ جمعہ ادا کرتے ہوئے آپ نے اس مسجد کا افتتاح کیا۔ اسی روز اس سلسلہ میں ایک جلسہ بھی منعقد کیا گیا اور آپ نے افتتاحی تقریر فرمائی۔

مجھے کئی ایسے جلسوں میں شامل ہونے کا موقعہ ملا ہے جس میں حضرت میاں صاحب تشریف لائے تھے۔ اور مجھے ایرناکلم، بنگلور اور حیدرآباد وغیرہ کے مختلف پروگراموں میں آپکے ساتھ حصّہ لینے کا موقعہ ملا۔

UAE اور بنگلور کے دورہ کے دوران آپ جب میرے بیٹوں سے ملے تو اُن سے میرے اور میرے خاوند کے بارے میں پوچھا تو میرے بیٹے حیران ہوئے۔ نیز میرے خاوند کے بارہ میں کہا کہ آپکے

والد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قصیدہ کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور خوب پڑھتے ہیں۔

آپ جس کسی کو بھی جہاں کہیں بھی ملتے تو ضرور اُن سے اُنکے والدین اور بہن بھائیوں کے بارے میں پوچھتے۔ یہ عادت آپکی زندگی کا حصّہ تھی۔ 2006ء میں قادیان کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر آخری بار آپ سے ملنے کا موقعہ ملا۔ آپ کافی کمزور ہو چکے تھے۔ اسٹیج پر بیٹھ کر لجنہ کے لئے کئے گئے آخری خطاب کا نقشہ اب بھی میرے دل میں اُسی طرح موجود ہے۔

حضرت میاں صاحب اور آپا جان کے بار بار کیرالہ آنے سے ہم بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ آخری دفعہ کیرالہ آمد کی خبر سنکر ہم مرد و زن و بچے سب دلی خوشی کے ساتھ آپ کے استقبال کا انتظار کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے اس کی اجازت نہیں دی۔

قادر و یگانہ کے بُلانے پر اُسکے پاس جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں سبکو اُسی کی طرف لوٹنا ہے آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

(النصرت 2009ء لجنہ اماء اللہ بھارت، صفحہ 60-59)



بزمِ درویشان

حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کے مشفقانہ و ہمدردانہ سلوک کے چند حسین واقعات

محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد صادق عارف صاحب درویش

حضرت میاں صاحب ہم لوگوں کا جتنا خیال کر سکتے تھے اتنا کرتے ۔ میرے خاوند کا جب ایکسیڈینٹ ہوا اور اُن کی کندھے کی ہڈّی ٹوٹ گئی تو حضرت میاں صاحب لگاتار 6 ماہ تک دن میں دو بار حال پتا کرنے آتے رہے ۔ اور ایسے حالات میں اپنے آپ ہی بڑے بیٹے کی سروس کا انتظام کر دیا تا کہ گھر میں کوئی پریشانی نہ ہو ہم لوگ ہمیشہ ہی آپ کو اپنے باپ کی طرح سمجھتے بچے اکثر بیمار رہتے اور باہر کے ڈاکٹروں سے علاج کروانا پڑتا ایسی صورت میں ہمیشہ میاں صاحب تسلّی دیتے اور امرتسر سے دوائیاں منگوا کر دیتے اور ضرورت پڑنے پر اپنے پاس سے بھی دوائیاں دیتے جب بھی ضرورت پڑتی تو میں میاں صاحب کے پاس بے جھجک چلی جاتی اور آپ نے کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ خوش اخلاقی سے پیش آتے ۔ ایک مرتبہ ہماری گلی میں گٹر کا ڈھکن ٹوٹ گیا تو میں حضرت میاں صاحب کے گھر گئی اور بتایا کہ بچّے چھوٹے چھوٹے ہیں اور بہت خطرہ ہے تو حضرت میاں صاحب نے فوراً ہی تعمیرات کے دفتر فون کیا اور میں ابھی گھر بھی نہیں پہنچی تھی کہ مزدور کام کیلئے آ چکے تھے ۔

محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ

اہلیہ مکرم سیّد منظور احمد صاحب عامل درویش مرحوم

حضرت میاں صاحب کی ہم پر بہت شفقتیں رہیں ۔ شادی کے 20 سال کے بعد میرے خاوند کی وفات ہو گئی ۔ اُس وقت میری عُمر صرف 40 سال کی تھی اور میرے سات بیٹے اور ایک بیٹی تھی ۔ خاوند کی وفات کے بعد حضرت میاں صاحب نے ہمارا خاص خیال رکھا ہر عید پر آتے اور بچوں کو عیدی دیتے اور بہت پیار کرتے ۔ بیماری کی حالت میں بھی میاں صاحب خاص توجہ سے گھر میں آ کر دوائی دے کر جاتے ۔ میرے خاوند ایک مرتبہ چھت سے گر گئے تو حضرت میاں صاحب اپنے گھر سے یخنی بنوا کر بھجواتے اور بعض دفعہ خود اپنے ہاتھ سے پلاتے ۔ حضرت میاں صاحب کو بیواؤں سے بہت زیادہ ہمدردی تھی ۔ اُن کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے ۔

بچوں کی پڑھائی میں بھی بہت مدد کرتے تھے پوری پوری فیس اور کتابیں دے دیتے تھے۔ میری بیٹی کا رشتہ بھی حضرت میاں صاحب نے کروایا شادی پر بھی بہت مدد کی سونے کے کانٹے اور ضرورت کا بہت سا سامان دیا۔ میرا چھوٹا بیٹا پیدا ہونے والا تھا ان دنوں بہت فاقہ تھا اور میرے خاوند امرتسر میں بیمار تھے حضرت امیر صاحب کو خواب آیا کہ شاہ جی کے گھر 70 کلو گندم ڈالو انہوں نے حضرت میاں صاحب کو خواب سنائی تو حضرت میاں صاحب نے فوراً 70 کلو گندم گھر میں بھجوادی۔ خاوند کی وفات کے بعد حضرت میاں صاحب نے ہمارا ہر طرح سے خاص خیال رکھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔

محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ

اہلیہ مستری محمد دین صاحب درویش مرحوم

حضرت میاں صاحب بہترین اوصاف کے مالک تھے۔ غریبوں اور یتیموں کا بہت دھیان رکھتے تھے گھر میں جو بھی یتیم بچیاں رہتی تھیں اُن سے بہت شفقت کا سلوک فرماتے تھے اُن کے کھانے پینے کا بہت خیال رکھتے تھے اور ان کی پلیٹیں منگوا کر پہلے اُنکو کھانا ڈلواتے۔

جب بھی کوئی کھانے کے وقت گھر پر آجاتا تو کبھی بنا کھانے کے جانے نہ دیتے اور فرماتے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا گھر ہے یہاں سے کوئی بنا کھائے نہیں جا سکتا۔

جلسہ سالانہ سے قبل مہمانوں کی آمد کی تیاریاں بہت خوشی سے کرواتے صفائیاں خاص طور پر اپنی نگرانی میں کرواتے۔ مہمانوں کے کمروں میں ضرورت کی ہر چیز کا انتظام کرواتے۔ جلسے کے اختتام پر ڈیوٹی والی بچیوں کو ضرور سیر اور تفریح کیلئے لے کر جاتے۔ آپا جان کے ساتھ بہت پیار و محبت کا سلوک فرماتے۔ نہر پر جانے کی خواہش نہ ہونے پر بھی اُن کو منا کر اپنے ساتھ لے کر جاتے اور اُن کے آرام کا پورا خیال رکھتے۔ نہر پر جانے سے قبل رات کو ہی ہمارے گھر پیغام بھیج دیتے تھے کہ اتنی میٹھی (مِسّی) اور نمکین روٹیاں پکا کر لانا۔

آپ میں برداشت کا مادہ بہت زیادہ تھا کبھی کوئی مسئلہ زبان پر نہیں لاتے تھے۔ حساب کے بہت پکّے

تھے ایک ایک پیسے کا حساب رکھتے تھے کسی کو قرض بھی دینا ہوتا تو لکھ کر دیتے۔ ہر ایک کی بات بڑے پیار اور توجہ سے سُنتے تھے دفتر سے آنے کے بعد بھی کھانے کے وقت اگر کوئی آجاتا تو میاں صاحب کے ماتھے پر ذرا سی بھی شکن نہ آتی تھی گھر میں بھی ہر ایک کی بات توجہ سے سُنتے تھے۔ جماعتی کاموں میں اسقدر مصروف رہتے تھے کہ کھانے پینے کا بھی دھیان نہ رہتا تھا۔

محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ

اہلیہ مکرم دین محمد صاحب درویش مرحوم

ایک مرتبہ میں اور رشیدہ حضرت میاں صاحب کے گھر میں موجود تھے اتنے میں حضرت میاں صاحب رجسٹر لیکر گھر سے باہر نکلے اور فوراً ہی واپس لوٹ آئے اور پوچھنے لگے ''کیا صغریٰ یہاں پر ہیں اگر ہیں تو پردہ کرلیں'' پھر کہنے لگے کہ مستری صاحب اندر آجائیں (مستری صاحب خاوند محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ) مستری صاحب اندر آگئے اور سب ہنس پڑے۔

ایک دفعہ میرا پوتا افطاری دینے کے لیے میاں صاحب کے گھر گیا کہنے لگے بی بی صغریٰ کا پوتا آیا ہے اذان ہوگئی ہے اس کو اندر بلالوں پھر اُس کو اندر بُلا کر اپنے ڈائننگ ٹیبل پر بٹھا کر افطاری کروائی۔

میری بیٹی بشریٰ اور ایک اور بچی جسکا نام بشریٰ ولی تھا ایک بار آپا جان کے کہنے پر حضرت میاں صاحب کے سویٹر کے لئے اون لے کر آئیں میاں صاحب نے پسند کی اور پھر آپا جان سے فرمانے لگے کہ میرے لیے تو تم نے پسند کروالیا ہے یہ دونوں بشریٰ کیا پہنیں گی؟ پھر اپنی شیروانی منگوا کر پیسے نکالے اور دونوں کے سویٹر کے لیے اون منگوایا۔

حمیدہ شاد بیوہ بشیر احمد شاد درویش

میری بچی کی بیماری پر آپ کا حُسنِ سلوک

میری بچی satica یعنی سر درد کی وجہ سے ایک عرصہ تک بیمار رہی۔ آپ نے فرمایا کہ بچی کے علاج کے لئے میں ہر ممکن کوشش کرتا رہوں گا جہاں تک بس چلے گا۔

بچی کے علاج معالجہ کے لئے میں حضرت میاں صاحب مرحوم کی خدمت میں دفتری اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت آپکی خدمت میں دُعا کی خاطر یا دوا کے لیے حاضر ہوتی تو آپ بہت غور سے میری بات کو سُنکر میری ضرورت پوری کرتے۔ کسی بھی وقت اپنی غیر معمولی مصروفیات کی وجہ سے اپنی پریشانی کا اظہار نہیں کرتے۔ امرتسر داخل ہونے پر آپ بھی ڈاکٹر صاحب سے فون پر رابطہ رکھتے اور بچی کے تسلی بخش علاج کے لیے کہتے۔

عزیزوں سے ملنے کے لئے کشمیر جانے کے لئے آپ کا مالی تعاون

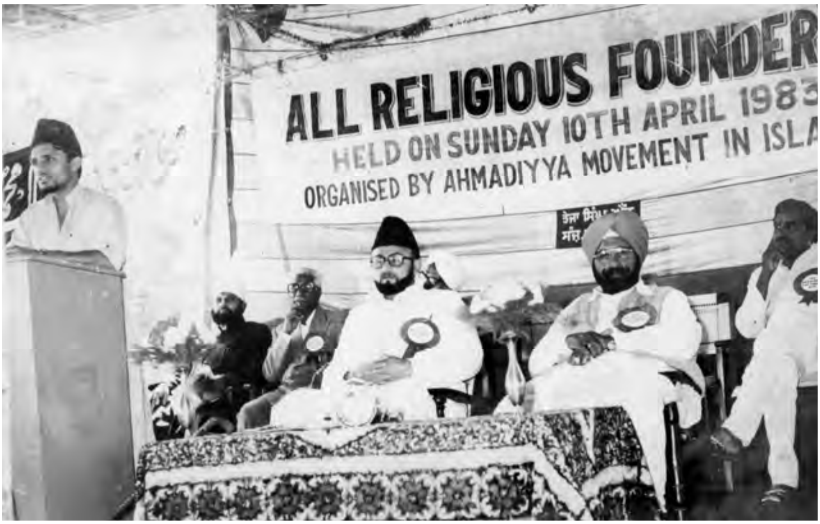
خاکسار کو جماعت کی طرف سے جو معمولی وظیفہ اپنے گزارہ کے لیے ملتا یہ میرے روزمرہ کے اخراجات کے لئے ہی کم تھا۔ لہذا میرے لئے یہ مُشکل معلوم ہوتا تھا کہ میں اپنے رشتہ داروں کے پاس اس سال کشمیر جا سکوں گی یا نہیں۔ لیکن ہر سال جب گرمیوں کی چھٹیاں اسکولوں میں ہو جاتیں تو میرے بچوں کی طرف سے بھی اصرار ہو جاتا تھا کہ کشمیر جانا ہے۔ اس پر میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مالی حالات صاف صاف بیان کر دیتی کہ مالی تنگی کی وجہ سے رقم نہیں ہے۔ دوسرا بچے کشمیر جانے کے لیے اصرار کر رہے ہیں۔ آپ میرے حالات سُنکر سفر کے اخراجات کا بندوبست کرواتے یہ تعاون آپکی طرف سے صرف ایک دو سال کے لئے نہ تھا بلکہ میرے خاوند کے انتقال کے 15 سال تک قریباً چند ایک سال کو چھوڑ کر جاری رہا۔ یہ آپکی انسانی ہمدردی کی ایک اہم صفت تھی۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ میں کشمیر گرمیوں میں نہیں گئی۔ آپ سے اس دوران ملاقات ہونے پر مجھ سے دریافت فرمایا کہ آپ کیوں کشمیر نہیں گئیں؟ میں نے کہا کوئی وجہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس دفعہ اگر آپ نے اپنے رشتہ داروں کے پاس کشمیر نہیں جانا ہے تو سرینگر گھومنے کے لئے چلے جائیں وہاں احمدیہ

مسجد میں آپ کے قیام کا انتظام کر دونگا بلکہ آپ کو قادیان سے ایک آدمی کے ساتھ سرینگر تک بھجوادونگا۔ آپ کے قیام اور کھانے کا انتظام بھی سرینگر میں ہو جائیگا۔

مجھ جیسی کم فہم عورت حضرت میاں صاحب کے تمام اوصاف کو بیان کرنے سے قاصر ہے ہمارے خلیفہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں میاں صاحب کو سُلطانِ نصیر کے خطاب سے نوازا ہے۔ جو مرحوم و مغفور کی بے شمار خوبیوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔

آخر میں میری یہی دُعا ہے کہ جیسے حضور انور نے میاں صاحب کے وصال پر جو دُعا کی ہے کہ خدا تعالیٰ جماعت کو ایسے نیک وجود دیتا چلا جائے۔ جو اسلام اور بنی نوع انسان کی سچے دل سے خدمت کرنے والے ہوں۔ آمین۔



قادیان میں پہلا All Religious Founders Day جو میونسپل کمیٹی قادیان میں جماعت کی طرف سے منعقد ہوا اس میں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ MLA سردار ستنام سنگھ باجوہ اسٹیج پر

اطاعت کے لبادے میں نہاں

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی یاد میں

سوئے منزل ہو گئے ہیں کل رواں مرزا وسیم
بارگاہِ ایزدی میں دے گئے جاں مرزا وسیم

دوستوں کی بزم میں تھے کس قدر روشن چراغ
مجلسوں کی آپ تھے روحِ رواں مرزا وسیم

عاجزی اس بےنفس کی دِل میں گویا جذب ہے
وہ تبسم اور پھر حسن بیان مرزا وسیم

مسکراہٹ بانٹتے تھے جو شگفتہ بات سے
کل رُلا کر چل دیئے پیر و جواں مرزا وسیم

دے رہے ہیں یہ گواہی وہ مقدس سب مقام
تو نڈر اور مستعد تھا پاسباں مرزا وسیم

پس محمود آپ کے ہم سب پہ جو احسان ہیں
اب جزا ہو خود خدا ہی اُس جہاں مرزا وسیم

خاک میں مل کر ملے تو آشنا سے اے امیر
تم خدا کے قرب میں رہنا وہاں مرزا وسیم

تھا نمونہ حوصلہ وصبر کا تُو عمر بھر
تیری فرقت صبر کا ہے امتحاں مرزا وسیم

تھی خلیفہ کی خوشی میں آپ کی ساری رضا
تھے اطاعت کے لبادے میں نہاں مرزا وسیم

اپنے وعدے کو نبھا کر تادمِ آخر گیا
نام یکجا تا قیامت قادیاں مرزا وسیم

(فاروق محمود)

قراردادِ تعزیت

بروفات محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان

منجانب صدر انجمن احمدیہ قادیان

رپورٹ محترم قائم مقام ناظر صاحب اعلیٰ قادیان کہ نہایت دُکھ بھرے دل اور افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان مورخہ 29 اپریل 2007ء بروز اتوار رات 9 بجکر 20 منٹ پر Escort ہسپتال امرتسر میں وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محترم حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف اگرچہ جلسہ سالانہ قادیان 2006ء کے بعد سے ہی مختلف عوارض سے علیل چلے آرہے تھے لیکن مورخہ 23 اپریل کو اچانک کپکپی سے تیز بخار شروع ہوا۔ مقامی طور پر علاج سے اگرچہ مرض میں افاقہ ہوا لیکن 24 اپریل کو رات دو بجے طبیعت یکدم بگڑ گئی۔ چنانچہ مورخہ 25 اپریل کو امرتسر کے Escort ہسپتال بغرض چیک اَپ لے جایا گیا جہاں رات دس بجے شدید دل کا دَورہ پڑا اور آپ کومہ (بے ہوشی) میں چلے گئے۔ ڈاکٹروں کی توجہ اور مشینی سہاروں سے دل کی دھڑکن اور بلڈ پریشر پر کنٹرول تو ہوتا رہا لیکن بے ہوشی نہ ٹوٹی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس تشویشناک کیفیت کا ذکر مؤرخہ 27 اپریل 2007ء کے خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہوئے دُعا کی تحریک فرمائی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور آخر کار مورخہ 29 اپریل رات 9 بجکر 20 منٹ پر دل کا ایک شدید حملہ ہوا جو جان لیوا ثابت ہوا اور محترم حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا　　　اُسی پہ اے دِل تُو جاں فدا کر

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے فرزند اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ آپ حضرت

سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کے بطن سے مورخہ یکم اگست 1927ء کو پیدا ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ قادیان میں تعلیم حاصل کی اور تقسیم ملک کے بعد 5 مارچ 1948ء میں قادیان میں بطور درویش اور نمائندہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقیم ہو گئے اور تادمِ آخر اپنے اس فرض کو اس خوبی سے ادا کیا کہ نہ صرف درویشان قادیان بلکہ ہندوستان بھر کے احمدیوں نیز غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کے دلوں میں محبت وعقیدت کا ایک خاص مقام بنالیا۔

آپ کی شادی مورخہ 16 اکتوبر 1952ء کو محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بنت محترم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی جن کے بطن سے تین بیٹیاں محترمہ امۃ العلیم عصمت صاحبہ زوجہ محترم نواب منصور احمد خان صاحب ابن محترم نواب مسعود احمد خان صاحب، محترمہ امۃ الکریم کوکب صاحبہ اہلیہ محترم ماجد احمد صاحب ابن محترم بریگیڈئیر وقیع الزمان صاحب، محترمہ امۃ الرؤف صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر ابراہیم منیب احمد صاحب ابن محترم میر محمود احمد صاحب ناصر اور ایک فرزند محترم صاحبزادہ مرزا کلیم احمد صاحب ہیں جن کی شادی محترمہ فوزیہ فرحانہ صاحبہ بنت مکرم میر سید احمد ناصر صاحب سے ہوئی جن سے ایک بیٹی عزیزہ شمائلہ کلیم ہیں۔ بوقت وفات آپ کی تمام بیٹیاں اور بیٹا موجود تھے۔

محترم حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی اور اس کے ساتھ ہمّت وحوصلہ اور وسیع القلبی بھی آپ کی صفاتِ حسنہ میں شامل تھی۔ آپ واقفِ زندگی تھے اور ہمہ وقت سلسلہ کی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ میں ناظر دعوۃ وتبلیغ۔ ناظر تعلیم وتربیت۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ۔ صدر و ناظم انجمن وقف جدید۔ صدر، انجمن تحریک جدید۔ صدر قضاء بورڈ۔ صدر مجلس کارپرداز۔ صدر اصلاحی کمیٹی نیز صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان و ناظر اعلیٰ اور امیر جماعت احمدیہ قادیان اور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن و طاہر فاؤنڈیشن بھارت جیسے متعدد جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے اور اپنی خداداد ذہانت، فراست اور اصابتِ رائے سے پیچیدہ مسائل کے بھی نہایت سہل حل نکال لیتے تھے۔

سادگی اور بے تکلّفی آپ کا خاصہ تھا اور سب سے نمایاں وصف آپ میں یہ تھا کہ خلیفۂ وقت سے محبت، عقیدت اور اطاعت کا ایسا جذبہ تھا کہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا تھا کہ اگر کسی وقت خلیفۃ المسیح میرے بارے میں یہ ارشاد فرمائیں کہ تمہیں ناظر اعلیٰ کے عہدے سے ہٹا کر مددگار کارکن لگاتا ہوں تو بخدا میرے دل میں ذرّہ بھر بھی ملال پیدا نہ ہوگا۔

تقسیم وطن کے بعد ہندوستان کی جماعتوں کو منظّم کرنے میں آپ نے اہم رول ادا فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ ہر احمدی خاندان سے آپ کے ذاتی مراسم اور تعارف تھا۔ اور یادداشت اس غضب کی تھی کہ احمدی خاندانوں کے شجرۂ نسب تک آپ کو یاد رہتے۔ اکثر احمدی جماعتوں کا دَورہ کرکے اُن میں یہ بیداری پیدا کرنے کا آپ باعث بنے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

پیش ہوکر فیصلہ ہوا کہ رپورٹ محترم قائم مقام ناظر صاحب اعلیٰ سے اتفاق کرتے ہوئے ہم ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے اِس سانحۂ ارتحال پر اپنے گہرے دُکھ اور صدمے کا اظہار کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ محترم حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم و مغفور کی وفات سے قادیان اور ہندوستان میں خلاء پیدا ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رحمتِ خاص سے پُر فرمائے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اور جملہ پسماندگان کو اپنی جناب سے صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

اس قرارداد کی نقول سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، محترمہ حضرت سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ دَامَ ظِلُّهَا، آپ کی تمام بچیوں دامادوں اور بیٹے کو نیز محترم ناظر صاحب اعلیٰ ربوہ اور محترم ناظر صاحب خدمت درویشان ربوہ اور حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم و مغفور کی بڑی ہمشیرہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ

قراردادِ تعزیت

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان کے سانحۂ ارتحال پر

منجانب مجلس انصاراللہ بھارت

رپورٹ محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ بھارت کہ نہایت افسوس اور غم سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان مورخہ 29/اپریل 2007ء بروز اتوار رات 9 بجکر 20 منٹ پر وفات پا گئے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ بلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تُو جاں فدا کر

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ آپ حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کے بطن سے مورخہ یکم اگست 1927ء کو پیدا ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ قادیان میں تعلیم حاصل کی اور تقسیم ملک کے بعد 5 مارچ 1948ء میں قادیان میں بطور درویش اور نمائندہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقیم ہو گئے اور تادمِ آخر اپنے اس فرض کو اس خوبی سے ادا کیا کہ نہ صرف درویشانِ قادیان بلکہ ہندوستان بھر کے احمدیوں نیز غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کے دلوں میں محبت و عقیدت کا ایک خاص مقام بنالیا۔

آپ واقفِ زندگی تھے اور ہمہ وقت سلسلہ کی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ میں ناظر دعوۃ و تبلیغ۔ ناظر تعلیم و تربیت۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ۔ صدر و ناظم انجمن وقف جدید۔ صدر انجمن تحریک جدید۔ صدر قضاء بورڈ۔ صدر مجلس کارپرداز۔ صدر اصلاحی کمیٹی نیز صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان و ناظر اعلیٰ اور امیر جماعت احمدیہ قادیان اور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن و طاہر فاؤنڈیشن بھارت جیسے متعدد جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے اور اپنی خداداد ذہانت، فراست اور اصابتِ رائے سے پیچیدہ

مسائل کے بھی نہایت سہل حل نکال لیتے تھے۔

سادگی اور بےتکلّفی آپ کا خاصا تھا اور سب سے نمایاں وصف آپ میں یہ تھا کہ خلیفۂ وقت سے محبت، عقیدت اور اطاعت کا ایسا جذبہ کے ذاتی مراسم اور تعارف تھا اور یادداشت اس غضب کی تھی کہ احمدی خاندانوں کے شجرۂ نسب تک آپ کو یاد رہتے۔ اکثر احمدی جماعتوں کا دورہ کر کے اُن میں بیداری پیدا کرنے کا آپ باعث بنے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

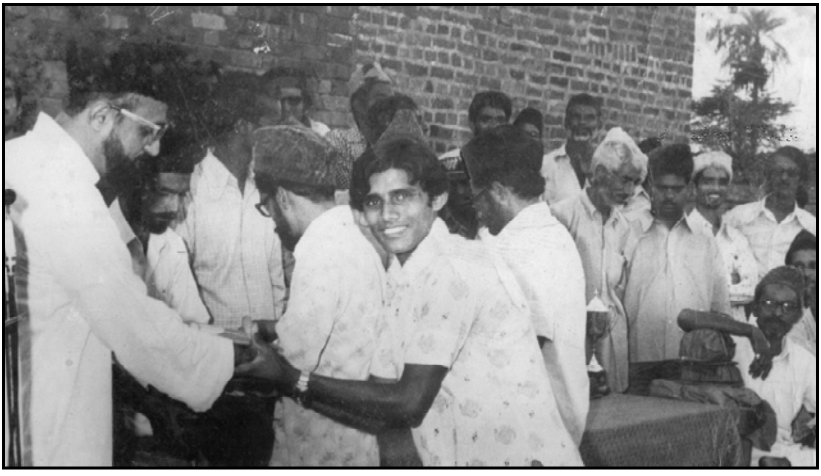
آپ ذیلی تنظیموں کو فعال بنانے کیلئے ان کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ مجلس انصاراللہ مقامی و بھارت کی مجالس عاملہ میں تشریف لاتے اور نصائح کرتے۔ مجلس انصاراللہ بھارت کے سالانہ اجتماعات میں آپ کی شمولیت اجتماع کی رونق کو بڑھا دیتی اور نہایت پُر درد اور رِقّت آمیز جذبات کے ساتھ حاضرین کو نصائح فرماتے بالخصوص خلافت سے تعلق قائم کرنے اور اس تعلق کو مضبوط کرنے کی نصیحت بھی نہایت دلنشیں انداز میں فرماتے۔ بہرکیف بھارت کی مجلس انصاراللہ کی تنظیم نَو میں آپ نے جو نمایاں کردار ادا فرمایا ہے وہ ناقابل فراموش ہے اور مجلس انصاراللہ بھارت کی تاریخ کے ایک درخشندہ دَور کے طور پر یاد کیا جائے گا۔

آپ کی نعش مبارک امرتسر سے رات 1:00 بجے قادیان لائی گئی اور مسجد مبارک سے ملحق گول کمرہ میں عام دیدار کے لئے رکھی گئی۔ اگلے دو دن تک قادیان کے احباب و خواتین، اندرون و بیرون ملک کی جماعتوں سے آئے ہوئے مہمانانِ کرام اور ہزاروں کی تعداد میں قادیان اور علاقہ کے غیر مسلم شرفاء نے بھی مرحوم کے دیدار کی سعادت حاصل کی۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے عوام و خواص اس موقعہ پر آئے اور مرحوم کے خاندان اور جماعت کے تئیں تعزیت اور اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ یکم مئی شام سوا پانچ بجے تدفین کے لئے نعش مبارک دارالمسیح سے جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ منتقل کی گئی جہاں پر 6 بجے محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ خاص میں حضرت اُمّ طاہر رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب تدفین کی گئی۔ قبر تیار ہونے پر محترم مولانا حکیم صاحب موصوف نے ہی دُعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے اور جنّت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور حضرت محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دائمی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین۔

پیش ہو کر فیصلہ ہوا کہ محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ بھارت کی طرف سے پیش کردہ قرارداد تعزیت منظور ہے۔ ہم ممبران مجلس انصار اللہ بھارت محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے اس سانحۂ ارتحال پر اپنے گہرے دُکھ اور صدمے کا اظہار کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ محترم حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم و مغفور کی وفات سے قادیان اور ہندوستان میں جو خلاء پیدا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رحمت خاص سے پُر فرمائے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اور جملہ پسماندگان کو اپنی جناب سے صبرِ جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

اس قرارداد کی نقول سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، محترمہ حضرت سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ دَامَ ظِلُّھَا آپ کی تمام بچیوں دامادوں اور بیٹے کو نیز محترم ناظر صاحب اعلیٰ ربوہ، قائم مقام ناظر صاحب اعلیٰ قادیان اور محترم ناظر صاحب خدمت درویشان ربوہ اور حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم و مغفور کی بڑی ہمشیرہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اور جماعتی اخبارات و رسائل میں بھجوائی جائیں۔



سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ کے موقع پر کھلاڑیوں کو انعامات تقسیم کرتے ہوئے

قراردادِتعزیت

بروفات محترم حضرت صاحبزادہ مرزاوسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان

منجانب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

رپورٹ محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کہ

نہایت افسوس اور دُکھ بھرے دل کے ساتھ یہ اندوہناک اطلاع دی جاتی ہے کہ محترم حضرت صاحبزادہ مرزاوسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان مورخہ 29 اپریل 2007ء بروز اتوار رات 9 بجکر 20 منٹ پر بقضاء الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا　　اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

محترم حضرت صاحبزادہ مرزاوسیم احمد صاحب مرحوم سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کے بطن سے مورخہ یکم اگست 1927ء کو قادیان میں ہوئی۔ آپ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ وحضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بھائی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ماموں تھے۔ آپ نے مدرسہ احمدیہ قادیان میں تعلیم حاصل کی اور تقسیم ملک کے بعد 5 مارچ 1948ء میں قادیان میں بطور درویش اور نمائندہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقیم ہو گئے اور تادمِ آخر اپنے اس فرض کو اس خوبی سے ادا کیا کہ نہ صرف درویشان قادیان بلکہ ہندوستان بھر کے احمدیوں نیز غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کے دلوں میں محبت وعقیدت کا ایک خاص مقام بنالیا۔

محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی اور اس کے ساتھ ہمّت وحوصلہ اور وسیع القلبی بھی آپ کی صفات حسنہ میں شامل تھی۔ سادگی اور بے تکلّفی آپ کا خاصہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور حضرت مسیح موعودؑ سے محبت اور خلیفۂ وقت

سے عقیدت اور اطاعت کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔آپ واقفِ زندگی تھے اور ہمہ وقت سلسلہ کی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔صدر انجمن احمدیہ میں ناظر دعوۃ وتبلیغ۔ناظر تعلیم وتربیت۔ ناظر امور عامہ۔ناظر تعمیرات۔صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت۔صدرو ناظم انجمن وقف جدید۔صدر وکیل اعلیٰ اور رکن مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ۔صدر قضاء بورڈ۔صدر مجلس کارپرداز۔صدر اصلاح کمیٹی۔صدر کمیٹی خدمت خلق۔صدر الاٹمنٹ کمیٹی۔صدر آبادی کمیٹی۔چیئر مین واقفین وواقفاتِ نو بھارت۔افسر جلسہ سالانہ نیز صدر،صدر انجمن احمدیہ قادیان و ناظر اعلیٰ اور امیر جماعت احمدیہ قادیان اور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن وطاہر فاؤنڈیشن بھارت جیسے متعدد جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے اور اپنی خداداد ذہانت،فراست اور اصابتِ رائے سے پیچیدہ مسائل کے بھی نہایت سہل حل نکال لیتے تھے۔جلسہ سالانہ قادیان اور دیگر جماعتی تقاریب وذیلی تنظیموں کے اجتماعات کے موقعہ پر آپ کی تقاریر وخطابات احباب جماعت کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوا کرتی تھیں۔

تقسیم ملک کے بعد ملک گیر ہنگاموں اور نہایت نازک اور پُرخطر حالات میں آپ نے درویشان کرام کے ساتھ قادیان میں شعائر اللہ کی حفاظت کا عظیم کارنامہ بڑی دلیری،فراست اور حکمت عملی کے ساتھ سرانجام دیا اور رضا کارانہ طور پر بہشتی مقبرہ کی چاردیواری کی تعمیر کی اور ہندوستان کی جماعتوں کو منظّم کرنے میں آپ نے اہم رول ادا فرمایا اور 1950ء اور 1960ء دس سال تک بطور نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھارت اور 1961ء تا 1981ء بیس سال تک بطور صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھارت خدمات بجالاتے رہے۔یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ تقسیم ملک کے بعد آپ کو مجموعی طور پر 30 سال کے طویل عرصہ تک مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کی خدمات کرنے کی توفیق ملی۔اس عرصہ میں ہندوستان میں تنظیم خدام الاحمدیہ کو از سرِ نو قائم کرنے اور ان کو فعّال بنانے،ان میں بیداری پیدا کرنے اور اجتماعات کے نظام کو منظّم کرنے کے لئے آپ کی مساعی قابل قدر رہی ہیں جن کے نتیجہ میں مجلس نے تدریجاً ترقی کی اور مجلس کو اپنا ایک رسالہ مشکوٰۃ کے نام سے جاری کرنے کی توفیق ملی جس کا پہلا شمارہ ’’فاتح‘‘ کے نام سے آپ ہی کہ عرصہ صدارت میں شائع ہوا۔فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

پیش ہوکر فیصلہ ہوا کہ رپورٹ محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت سے اتفاق ہے۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم کی وفات جماعت احمدیہ عالمگیر کے لئے غمناک سانحہ ہے جس پر ہم ممبران مجلس عاملہ واراکین مجلس خدام الاحمدیہ بھارت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور محترمہ حضرت سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ دام ظلہا اور آپ کے صاحبزادے محترم مرزا کلیم احمد صاحب اور بہو محترمہ فوزیہ فرحانہ صاحبہ بنت مکرم میر مسعود احمد ناصر صاحب اور آپ کی تینوں صاحبزادیاں و دامادوں محترمہ امۃ العلیم عصمت صاحبہ زوجہ محترم نواب منصور احمد خان صاحب ابن محترم نواب مسعود احمد خان صاحب، محترمہ امۃ الکریم کوکب صاحبہ اہلیہ محترم ماجد احمد صاحب ابن محترم برگیڈئیر وقیع الزمان صاحب، محترمہ امۃ الرؤف صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر ابراہیم منیب احمد صاحب ابن محترم میر محمود احمد صاحب ناصر اور جملہ افراد خاندان ولواحقین سے گہرے دکھ و درد بھرے دل کے ساتھ اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ صاحب مرحوم ومغفور کے درجات بلند سے بلند تر فرماتے ہوئے اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کی وفات سے قادیان اور ہندوستان میں جو خلاء پیدا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے محض اپنے فضل اور اپنی رحمتِ خاص سے پُر فرمائے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اور جملہ پسماندگان کو اپنی جناب سے صبرِ جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

اس قرارداد کی نقول سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ دام ظلہا اور آپ کی تمام بچیوں، دامادوں اور بیٹے کو نیز محترم قائمقام ناظر صاحب اعلیٰ قادیان، محترم ناظر صاحب اعلیٰ ربوہ اور محترم ناظر صاحب خدمت درویشان ربوہ اور حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم ومغفور کی بڑی ہمشیرہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اور جماعتی اخبارات ورسائل کو بھجوائی جائیں۔

والسلام

ہم ممبران مجلس عاملہ واراکین مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

قرار داد تعزیت

بروفات حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان
منجانب لجنہ اماءاللہ بھارت

یہ کون ستارہ ٹوٹا جس سے سب تارے بے نور ہوئے
کس چندر مانے ڈوب کے اتنے چاندوں کو گہنایا ہے

ہم ممبرات عاملہ و ممبرات لجنہ اماء اللہ بھارت حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتی ہیں۔ آپکی وفات ہمارے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی طبیعت اس سال کے آغاز سے ہی ناساز چلی آرہی تھی۔ امرتسر میں ماہرین کو دکھا کر علاج ہوتا رہا اور آپکی صحت قدرے بہتر ہوگئی۔لیکن اکثر بخار ہو جاتا جسکی وجہ سے کمزوری بڑھ رہی تھی تاہم آپ نمازوں میں باقائدہ تشریف لا رہے تھے۔ 23 اپریل کو بہت تیز بخار ہوا 24 اپریل رات بارہ بجے اچانک طبیعت زیادہ خراب ہوگئی 25 اپریل کی صبح ESCORT ہسپتال میں علاج کی غرض سے تشریف لے گئے۔ شام تک مرض میں افاقہ ہو گیا لیکن رات گیارہ بجے اچانک دل کا شدید حملہ ہوا جس کی وجہ سے کومہ میں چلے گئے۔ کومہ کی حالت بدستور پانچ دن تک جاری رہی۔ قادیان اور تمام ہندوستان کی جماعتوں نے کثرت سے صدقات دیئے، دعائیں کیں۔ آخر اللہ تعالیٰ کی مشیت غالب آئی اور 29 اپریل رات 9 بج کر 20 منٹ پر دوبارہ دل کا شدید حملہ ہوا۔ اور آپ ESCORT ہسپتال امرتسر میں ہی اس جہان فانی سے رحلت فرما کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ؓ کے فرزند اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔آپ حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کے بطن سے یکم اگست 1927ء کو قادیان میں پیدا ہوئے تقسیم ملک کے بعد 5مارچ1948ء میں قادیان میں بطور درویش اور نمائندہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقیم ہو گئے اور تادم آخر اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا۔

آپکی شادی مؤرخہ 16اکتوبر1952ء کو محترمہ حضرت سیدہ امتہ القدوس بیگم صاحبہ بنت محترم ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ؓ سے ہوئی۔جن کے بطن سے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے۔آپکی بیگم صاحبہ آپکے ساتھ دین کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہیں۔آپکی بڑی صاحبزادی محترمہ امتہ العلیم عصمت صاحبہ اہلیہ محترم نواب منصور احمد صاحب صدر لجنہ پاکستان کے عہدے پر فائز ہیں۔صاحبزادی امتہ الکریم کوکب صاحبہ اہلیہ محترم ماجد احمد صاحب اور صاحبزادی محترمہ امتہ الرؤف صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر ابراہیم منیب احمد صاحب بھی لجنہ کے مختلف عہدوں پر خدمات بجالا رہی ہیں آپ کے صاحبزادے مرزا کلیم احمد صاحب حال مقیم امریکہ تقریباً 5سال نیشنل سیکریٹری وصایہ کے عہدے پر فائز رہے۔آپ کی اہلیہ محترمہ صاحبزادی فرحانہ فوزیہ صاحبہ بھی لجنہ کے مختلف عہدوں پر خدمات بجالا رہی ہیں۔حضرت صاحبزادہ صاحب واقف زندگی تھے۔ہمہ وقت سلسلہ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔آپ صدر انجمن احمدیہ میں ناظر دعوت تبلیغ و ناظر تعلیم و تربیت ،صدر مجلس خدام الاحمدیہ،صدر و ناظم انجمن وقف جدید،صدر و ناظم انجمن تحریک جدید،صدر قضاء بورڈ،صدر مجلس کارپرداز،صدر اصلاحی کمیٹی نیز صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان وناظر اعلیٰ وامیر مقامی جماعت احمدیہ قادیان اور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن وطاہر فاؤنڈیشن بھارت جیسے متعدد جلیل القدر عہدوں پر فائز رہ کر خدمات دینیہ بجالاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپکو جو اوصاف عطا فرمائے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔آپکو خلافت سے نہایت عقیدت ومحبت تھی۔آپ نہایت ذہین، باہمت بلند اخلاق کے مالک تھے۔خوش مزاجی،زندہ دلی اور مزاح آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو تھے۔غریب پرور، ہرایک کی بات کو نہایت توجہ سے سننا ان سے

ہمدردی اور غمخواری کرنا آپکا خاص شعار تھا آپ سادہ طبیعت کے مالک تھے ہر ایک کی خوشی اور غمی میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے فرزندگان میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو درویشی کا اعزاز عطا فرمایا۔ آپ ایک درویش میاں صاحب تھے۔

آپ کے اخلاق کا ایک خاص پہلو قادیان کے درویشوں انکی بیویوں اور انکی بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ قادیان کی بچیاں کس طرح کبھی آپکو بھول سکتی ہیں۔ آج قادیان کی ہر بچی جو قادیان سے باہر ہے آپکی جدائی کے غم میں غمگین ہے۔ کیونکہ قادیان کے درویشوں کی بیٹیوں سے آپکا نہایت ہی مشفقانہ سلوک تھا۔ بچیوں کی شادی پر بنفس نفیس شرکت فرماتے۔ دعا کرواتے اور انہیں رخصت کرتے۔ قادیان سے رخصت ہو کر باہر جانے والی بچیاں جب کبھی قادیان آتیں تو اُن سے ایک باپ سے بھی بڑھ کر شفقت کے ساتھ ملتے۔ جب کبھی قادیان سے باہر تشریف لے جاتے تو وہاں جو قادیان کی بچیاں ہوتیں اکثر انکے گھروں میں تشریف لے جا کر سُسرال میں بچیوں کی عزت بڑھانے کا باعث بنتے۔

لجنہ اماء اللہ کے ساتھ آپکا مشفقانہ تعلق تھا۔ آپ بطور ایک شفیق والد کے ہماری تربیت کے لئے تیار رہتے۔ اجتماعات کے موقعہ پر ہماری درخواست کو نہایت خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے خطاب فرماتے۔ ہر موقعہ پر قیمتی ہدایات اور نصائح فرماتے۔ آپکی ہدایت و نصائح ہمیشہ ہمارے لئے مشعل راہ رہیں گی۔

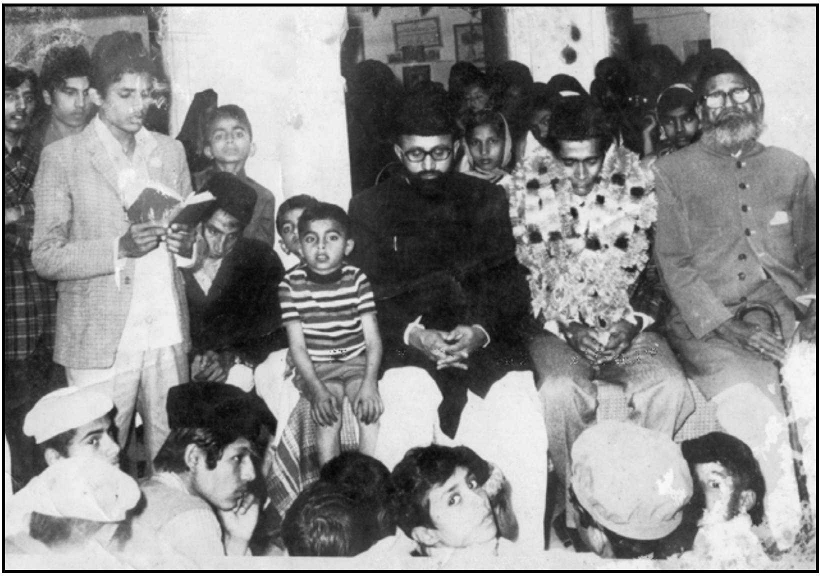
ہندوستان کی جماعت کے ہر فرد کے ساتھ آپکو ذاتی انس تھا۔ ہندوستان کی جماعت کا ہر فرد آپکے ساتھ نہایت محبت اور عقیدت رکھتا ہے۔ آپ نے ہندوستان کی جماعتوں کو محنت اور لگن سے منظم کیا۔ آپکی وفات سے ہر دل بے چین اور آنکھ نم ہے۔ آپکی وفات سے ہندوستان کی جماعت میں ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہندوستان کی جماعت کو آئندہ بھی ایسی ہی قیادت نصیب کرے۔ آمین۔ آپکی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں احاطہ خاص میں حضرت اُمِّ طاہرؓ کے پہلو میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور بے انتہا افضال سے نوازے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز و جملہ پسماندگان کو اپنی جناب سے صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔پیش ہو کر فیصلہ ہوا کہ قرار داد کی نقول حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، محترمہ حضرت سیدہ امتہ القدوس بیگم صاحبہ دام ظلھا، آپکی تمام بچیوں ودامادوں بیٹے وبہو نیز محترم ناظر صاحب اعلیٰ ربوہ و ناظر صاحب خدمت درویشان ربوہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی بڑی ہمشیرہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اور جماعتی اخبارات ورسائل کو بھجوائی جائیں۔

ہم ہیں ممبرات مجلس عاملہ لجنہ اماءاللہ بھارت

(النصرت، لجنہ اماءاللہ بھارت 2009ء)



مکرم مرزا محمد احمد صاحب لندن کی شادی کے موقع پر دعائیہ تقریب میں

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان کے ساتھ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

بسم الله الر حمن الر حیم

محترم عبدالرشید صاحب [illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور کی وفات حسرت آیات پر آپ کی طرف سے قرارداد تعزیت یا خط موصول ہوا۔ آپ نے جن جزبات کا اظہار کیا ہے اور خاکسار اور میرے بچوں سے جس محبت سے ہمدردی کی ہے میں اس کی تہ دل سے مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ محترم میاں صاحب مرحوم کے لئے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ہمیں اپنے فضل سے صبر جمیل عطا فرماتے ہوئے ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ آخر میں ایکبار پھر اپنے لئے دعا کی درخواست کرتی ہوں دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنا فضل اور رحمت فرماتا رہے۔ آمین۔

آپکا تعزیت کا خط عزیزم کلیم احمد کے نام ملا تھا۔ کلیم احمد تو جلدی واپس چلے گئے۔ میں شکریہ جواب دے رہی ہوں۔ خاص طور پر دعا کی درخواست کرتی ہوں۔ اپنی بیگم کو میرا سلام اور دعا کی درخواست کریں

والسلام

خاکسار

امۃ القدوس

21/6/07

(امتہ القدوس بیگم مرزا وسیم احمد صاحب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصـــــر

وَاجْعَلْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَصِیْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

لندن
4-5-07

مکرم عبد الرشید آرکیٹیکٹ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکا خط ملا جس میں آپ نے میرے ماموں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ انہوں نے قرب کی جن راہوں کو چُنا، زندگی بھر کامل وفا اور فدائیت کے ساتھ ان پر گامزن رہے اور اپنی مراد کو پاگئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اللہ ان کی اولاد کو ان کی نیکیاں آگے جاری رکھنے کی توفیق دے اور جماعت کو ہمیشہ ایسے پیار کرنے والے نیک اور مبارک وجود عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

والسلام
خاکسار
مرزا مسرور احمد

خلیفة المسيح الخامس



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1991ء میں قادیان میں ایک میٹنگ میں

دائیں سے بائیں۔عبدالرشید آرکیٹیکٹ، مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان، چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ ربوہ، مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ ربوہ



عبدالرشید آرکیٹیکٹ (نمائندہ حضور انور) اور حضرت مرزا وسیم احمد صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اجلاس دسمبر 1990ء میں

جس میں 1947ء کے بعد سب سے پہلے بڑے تعمیراتی کام احمدیہ کالونی قادیان کے متعلق فیصلہ کیا گیا



صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب محترم نتھا سنگھ دالم ایم ایل اے کا استقبال کرتے ہوئے



حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات کے بعد شہر کے معززین تعزیت کے لئے گلشن احمد کے صحن میں



جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۵ء کے موقع پر نومبائعین کے ساتھ



دسمبر ۲۰۰۵ء میں دہلی مشن ہاؤس میں


یہ قصر احمدی کے پاسباں ہوں
یہ ہر میداں کے یارب پہلواں ہوں
(حضرت مصلح موعودؓ)